قصص النبیین مترجم

یعنی

بچوں کے لئے قصص الانبیاءؑ

مفکرِ اسلام حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندویؒ

اردو ترجمہ
پروفیسر عبد الرزاق صاحب

دار الاشاعت
اردو بازار ایم اے جناح روڈ
کراچی پاکستان 2213768

قصص النبیین مترجم

یعنی

بچوں کے لئے قصص الانبیاءؑ

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

اردو ترجمہ

پروفیسر عبدالرزاق صاحب

دارالاشاعت
اردو بازار ایم اے جناح روڈ
کراچی پاکستان 2213768

باہتمام : خلیل اشرف عثمانی دارالاشاعت کراچی

طباعت : ۲۰۰۳ء احمد پرنٹنگ پریس، کراچی۔

ضخامت : صفحات

ملنے کے پتے

بیت القرآن اردو بازار کراچی

بیت العلوم 20 نابھہ روڈ لاہور

کشمیر بکڈپو۔ چنیوٹ بازار فیصل آباد

کتب خانہ رشیدیہ۔ مدینہ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی

یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار پشاور

بیت الکتب بالمقابل اشرف المدارس گلشن اقبال کراچی

ادارۃ المعارف جامعہ دارالعلوم کراچی

ادارہ اسلامیات ۱۹۰۔ انارکلی لاہور

مکتبہ سید احمد شہیدؒ اردو بازار لاہور

مکتبہ امدادیہ ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان

ادارۂ اسلامیات موہن چوک اردو بازار کراچی

ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ B-437 دیب روڈ لسبیلہ کراچی

فہرست مضامین

پیش لفظ

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وخاتم النبیین محمد وآلہ وصحبہ اجمعین ومن تبعھم باحسان الی یوم الدین

اما بعد!

اس میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں کہ کلمات کا بڑے سے بڑا مجموعہ اور فصیح وبلیغ ترین اسلوب بیان بھی اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور شکر گزاری کا حق ادا کرنے سے اور اس بے پایاں خوشی کا اظہار کرنے سے قاصر ہیں جو راقم کو بچوں کے لئے ''قصص الانبیاء'' کی آخری یعنی پانچویں جلد پیش کرنے میں محسوس ہو رہی ہے۔ یہ جلد ساری کی ساری نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ سے متعلق ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مجھے ساری زندگی کی مہلت دی اور اس بات کی توفیق دی کہ میں نے اس بابرکت کام کے سلسلے کو پایۂ تکمیل تک پہنچا دیا اور اس کا خاتمہ ''مسک ختام'' پر کیا۔ خدانخواستہ اگر اس کام کی تکمیل سے پہلے ہی مجھے موت آ گئی ہوتی اور یہ کام ادھورا رہ جاتا تو میرے دل میں یہ امر ایک ایسی حسرت بن کر رہ جاتا جس کی کوئی انتہا نہ ہوتی اور اس کی مثال حضرت یعقوب علیہ السلام کے نفس کے اندر کی اس خواہش وحاجت

کی سی ہو جاتی جو پوری نہ ہو سکی تھی۔ روزمرہ کے کچھ معمولات اور حادثات ضرور اس کام میں رکاوٹ کا سبب بنے لیکن یہ امرِ واقع ہے کہ تاریخ میں ایسا بھی ہوا ہے کہ بڑے بڑے مصنفین کی تصنیفات اور تالیفات ادھوری رہ گئیں اور پایہ تکمیل کو نہ پہنچ سکیں۔ اسی طرح اور بہت سے کام ادھورے رہ گئے۔

خود مصنف یعنی مجھے بھی یہ صورت حال پیش آئی۔ چنانچہ حضرت موسیٰ کے حالات پر ختم ہونے والے اور حضرت شعیبؑ کے حالات سے شروع ہو کر حضرت عیسیٰؑ کے حالات پر ختم ہونے والے حصے یعنی جلد سوم اور جلد چہارم کی تکمیل کے درمیان تیس برس کا وقفہ آ گیا۔ زندگی کا کچھ اعتبار نہیں ہوتا اور حادثات زمانہ پر کسی کا زور نہیں، لیکن اللہ کی توفیق اور اس کا فضل و کرم میرے شامل حال رہا۔ جب سے میں نے قصص النبیین کے آخری جز کی تکمیل کے بعد بچوں کے لئے ''سیرت النبی'' کتاب کی تصنیف شروع کی یہ شوال ۱۳۹۵ھ کا واقعہ ہے میں نے دن رات ایک کر کے اس کتاب کو تھوڑی ہی مدت میں مکمل کر دیا۔ اس کے بعد میں سیرت نبوی ﷺ کے موضوع پر تصنیف کے کام میں مشغول ہو گیا۔ سیرت طیبہ کی یہ چھوٹی کتاب بڑی کتاب کی تصنیف کے لئے سنگِ بنیاد ثابت ہوئی اور یہ بڑی کتاب بھی اللہ تعالیٰ کی توفیق سے شوال ۱۳۹۶ھ مطابق ۱۹۷۶ء میں تکمیل پذیر ہوئی۔ (۱)

میں نے اس کتاب کی تالیف میں زیادہ تر سیرت ابنِ ہشام کی تلخیص پر انحصار و اعتماد کیا ہے کیونکہ اس وقت مروجہ مطبوعہ کتابوں میں قدیم ترین کتاب یہی ہے۔ یہی کتاب لوگوں کے مزاج اور ذوقِ طبیعت کے قریب بھی ہے۔ اس سلسلے میں، میں نے بعض پرانے مآخذ اور کتاب صحاح سے بھی استفادہ کیا ہے۔ البتہ میں نے ان مآخذ

---

(۱) اس کتاب کو ادارہ ''دار الشروق'' نے ''السیــــرۃ النبویۃ'' کے نام سے ۱۳۹۷ھ مطابق ۱۹/ اپریل ۱۹۷۷ء میں قاہرہ سے بڑی تقطیع کے ۴۷۵ صفحات پر شائع کیا

کے صفحات اور طبعات کا حوالہ دینے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ کیونکہ کتاب نو عمر بچوں کے لئے لکھی گئی ہے نہ کہ بالغ عمر رسیدہ اسکالروں کے لئے۔ لہٰذا اس کتاب میں کتابوں کی صرف عبارات اور روایات پر انحصار کیا گیا ہے اور اس میں علمی مباحث اور فلسفیانہ موشگافیوں نیز غیر ملکی اور غیر مسلم شہادتوں کو شامل نہیں کیا گیا۔ کیونکہ اس سے ایک قاری اضافی مباحث میں الجھ کر سیرت کے ذوق حسن و جمال سے لطف اندوز ہونے سے رہ جائے گا، اس کی روح کو اس ذوق سے تسکین پانے کی فرصت نہ ملے گی۔ اس قسم کے تفصیلی مباحث بڑی ضخیم کتاب کے لئے درکار ہوتے ہیں۔ جو تہذیب و ثقافت میں عقلی اور علمی لحاظ سے ایسے بالغ نظر لوگوں کے لئے لکھی جاتی ہے جنہیں عصری اور تقابلی مطالعے کے مسائل درپیش ہوں۔

میں نے اس کتاب میں ان باتوں کا التزام نہیں کیا جن کا قصص الانبیاء للا طفال کے ابتدائی حصوں میں کیا تھا۔ ان اجزا میں تو بچوں کے لئے مخصوص اسلوب بیان، کلمات اور جملوں کی تکرار اور آسان الفاظ کا استعمال کیا گیا تھا اور قصوں کہانیوں کو زیادہ پھیلا کر بیان کیا گیا تھا۔ اب یہ ننھے قاری ماشاء اللہ جوان ہو چکے ہیں اور لسانی و عقلی اعتبار سے بھی کافی ترقی کر چکے ہیں۔ لہٰذا اب وہ اس علمی غذا کو ہضم کرنے کے قابل ہو چکے ہیں اور دنیا کے سب سے بڑے انسان اور اشرف الانبیاء کی سیرت کے عمدہ اور اعلیٰ ذوق و اسلوب بیان سے لطف اندوز ہو سکتے ہیں۔

اس اعتبار سے یہ کتاب اللہ کے فضل و کرم اور توفیق سے بالغ عمر و نظر لوگوں اور ننھے بچوں دونوں طبقوں کے لئے تصنیف شدہ کتابوں میں متوسط اور درمیانے درجے کی کتاب قرار پائی ہے۔ اس لحاظ سے یہ کتاب اس قابل ہے کہ نو جوان بچوں کے مدارس میں شامل نصاب کی جائے۔ نیز اسے وہ بالغ عمر لوگ بھی پڑھیں جن کا تعلیمی معیار اوسط درجے کا ہے۔ یہ کتاب مطالعے کے لئے غیر مسلموں کو بھی پیش کی جا سکتی

ہے اور اجانب کے لئے اس کا دوسری زبانوں میں ترجمہ بھی کیا جا سکتا ہے۔ اس کتاب میں سیرت پاک کا ملخص، اس کا لب لباب اور سیرت کے تمام واقعات اور حکایات شامل ہیں۔ اس میں تبلیغ و اشاعت اسلام کی ابتدائی تاریخ، عہدِ نبوی ﷺ کی فتوحات، تربیتِ نبوی ﷺ کے عجائبات اور حضور ﷺ کے معجزات کی ساری تفصیلات بیان کی گئی ہیں۔ اس طرح یہ کتاب بذات خود ایک مکتب و مدرسہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ جس میں ایک طالب ایمان و حنان یعنی باطنی و روحانی توجہ و التفات کے زیر سایہ تربیت پاتا ہے اور روح و ریحان کے درمیان پروان چڑھتا ہے۔ اور اس مدرسہ سے اس طرح فارغ التحصیل ہو کر نکلتا ہے کہ اس کے پلّے ایسا زادِ راہ ہوتا ہے جو اسے زندگی کے سفر میں کام دیتا ہے اور اس کے دل و نظر میں ایسا نور ہوتا ہے جس کی روشنی میں وہ چل پھر سکتا ہے۔ اس کے پاس ایسا ہتھیار ہوتا ہے جس سے وہ اپنے نفس اور اپنے ایمان کا دفاع کر سکتا ہے۔ نیز اس کے پاس ایک ایسا پیغام ہوتا ہے جسے وہ دنیا بھر کی امتوں اور قوموں کے سامنے پیش کر سکتا ہے۔

یہ کتاب چونکہ بنیادی طور پر ہائی اسکولوں اور اسی معیار کے مدارس کے لئے لکھی گئی ہے اس لئے اس میں استعمال شدہ مشکل الفاظ کی تشریح کرنا ضروری خیال کیا گیا کیونکہ ایسے الفاظ و کلمات ہمارے نوعمر قارئین کی علمی سطح اور معیار سے بالاتر ہیں۔ اس مقصد کے لئے پروفیسر نور عالم ندوی صاحب کو زحمت دی گئی ہے۔ پروفیسر موصوف ایک عرصہ سے ''دارالعلوم ندوۃ العلماء'' میں تدریسی فرائض انجام دے رہے ہیں اور بچوں کی علمی اور ذہنی استعداد سے پوری طرح واقف ہیں۔ موصوف نے یہ کام نہایت تسلی بخش طریقے سے انجام دیا ہے اللہ تعالیٰ انہیں اس کام کے لئے جزائے خیر سے نوازے۔ آمین۔

میں آخر میں ایک بار پھر اس توفیق کے لئے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتا ہوں اور اس

نعمت پر اللہ تعالیٰ کا سراپا شکر و سپاس ہوں۔ میں اللہ تعالیٰ کے حضور اس کتاب کی مقبولیت کے لئے دعا کرتا ہوں کہ یہ کتاب ہر پیر و جوان اور بچے بڑے کے لئے مفید ثابت ہو۔ اور اسلام کی نشاۃ و احیاء کے لئے مفید و معاون بنے۔ جس کے راستے میں طرح طرح کی رکاوٹیں کھڑی کی گئی ہیں اور جسے تند و تیز طوفانوں اور آندھیوں نے گھیر رکھا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے جو سیدھے راستے کی ہدایت سے نوازتا ہے۔

۱۵ ذوالقعدہ ۱۳۷۹ھ

۱۹ اکتوبر ۱۹۷۷ء

ابوالحسن علی ندوی

دائرۃ الشیخ علم اللہ

رائے بریلی، انڈیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دورِ جاہلی

حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے بعد

وقفۂ نبوت کا عرصہ بہت طویل ہو گیا۔ پوری دنیا میں تاریکیوں کے گہرے سائے چھا گئے۔ روشنی اور علم دونوں ناپید ہو گئے۔ انبیاء و رسل علیہم السلام نے اپنے اپنے ادوار میں صاف و شفاف توحید اور خالص دین کے لئے جو آوازیں بلند کی تھیں وہ جہالت و ضلالت کے شور و غوغا میں دب کر رہ گئیں۔ وہ تمام چراغ جو انبیاء اور رسولوں اور ان کے پیروکاروں نے اپنے اپنے زمانے میں روشن کئے تھے وقتاً فوقتاً آنے والی آندھیوں اور طوفانوں سے بجھ چکے تھے۔

قدیم مذاہب و ادیان

اس وقت، تاریخ کے آخری دین عیسائیت سمیت سارے بڑے بڑے دین اور مذاہب تحریف کرنے والوں اور گمراہ منافقوں کے ہاتھوں بازیچۂ اطفال بنے ہوئے تھے۔ ان کی روح اور شکل اس قدر مسخ ہو چکی تھی اگر کہیں ان مذاہب کے داعی، انبیاء و رسل اور ان کے ابتدائی پیروکار زندہ کر دیئے جاتے تو وہ اپنے مذاہب کو پہچان نہ پاتے۔

یہودیت: یہودیت، محض ظاہری رسوم و رواج کا ایک مجموعہ بن کر رہ گئی تھی جس میں کسی قسم کی روح اور زندگی کا نام و نشان نہ تھا۔ اس پہلو سے قطع نظر یوں بھی وہ محض

ایک محدود دین تھی جس میں نہ دنیا کے لئے کوئی پیغام تھا اور نہ قوموں کے لئے کوئی دعوت تھی۔ نہ ہی اس میں عالم انسانیت کے لئے کوئی فوز و فلاح کا کوئی پروگرام تھا۔

عیسائیت: غالی عیسائیوں کی تحریف اور ان کی جاہلانہ تاویلات و تعبیرات کی بناء پر عیسائیت کی شکل بالکل بدل چکی تھی۔ اس کی شکل ایک تہہ در تہہ بادل کی سی تھی جس کے نیچے حضرت مسیح علیہ السلام کی تعلیمات دفن تھیں۔ اللہ تعالیٰ کی خالص عبادت اور عقیدۂ توحید اس بادل کی تہوں تلے چھپ کر رہ گیا تھا۔

مجوسیت: رہے مجوسی تو وہ آگ کی پرستش میں محو تھے۔ وہ اس کی عبادت و پرستش کرتے تھے۔ انہوں نے اس مقصد کے لئے مختلف آتش کدے اور عبادت گاہیں تعمیر کر رکھی تھیں۔ ان عبادت گاہوں سے باہر کی زندگی میں وہ اپنی خواہشات کی تکمیل اور نفس کی تسکین کے لئے پوری طرح آزاد تھے۔ رفتہ رفتہ مجوس اور بے دین لوگوں میں اخلاق و اعمال کے اعتبار سے کوئی فرق باقی نہ رہ گیا تھا۔

بدھ مت یا ہندو مذہب: یہ مذہب ہندوستان اور وسط ایشیا کے بعض ممالک میں رواج پا چکا تھا اور محض ایک بت پرستی اور بت گری کا مذہب بن چکا تھا۔ اس مذہب کے پیروکار جہاں جاتے' یہ بت اپنے ہمراہ لے جاتے۔ جہاں ٹھہرتے وہیں عبادت گاہیں تعمیر کرتے اور بدھ کے مجسمے گھڑتے۔

ہندومت یا برہمنیت: یہ ہندوستان کا قدیم اصلی مذہب رہا ہے۔ اس میں معبودوں اور دیوتاؤں کی تعداد لاکھوں تک پہنچتی ہے جن کی وہ پوجا کرتے ہیں۔ ظالمانہ طبقاتی نظام معاشرت یعنی انسانوں میں طبقاتی تفاوت اور فرق' اس نظام کا امتیازی نشان ہے۔

اسی طرح اہل عرب اپنے آخری دور میں نہایت غلیظ اور مکروہ قسم کی بت پرستی میں مبتلا تھے۔ اس بت پرستی کی مثال ہندوستان کے سوا کسی اور جگہ نہیں ملتی۔ ان کے ہاں

شرک اس حد تک پھیل چکا تھا کہ انہوں نے اپنے لئے بے شمار معبود بنائے ہوئے تھے اور لوگ بری طرح اس بت پرستی کا شکار تھے۔ ان کا حال یہ ہو گیا تھا کہ ان کے ہاں ہر قبیلے' علاقے اور ہر شہر کا الگ الگ بت مقرر تھا۔ ہر بت کا ایک الگ بت خانہ تھا۔ حتیٰ کہ بیت اللہ شریف جسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خالص اور خاص خدائے واحد کی عبادت کے لئے تعمیر کیا تھا' اس کے اندر اور اس کے صحن میں تین سو ساٹھ (۳۶۰) بت نصب تھے۔

جزیرہ نمائے عرب

جزیرہ نمائے عرب میں لوگوں کی اخلاقی حالت ابتر ہو چکی تھی۔ وہ شراب نوشی اور قمار بازی کے رسیا بن چکے تھے۔ ان کی سنگ دلی اور نام نہاد غیرت وحمیت کی انتہا یہ تھی کہ وہ بیٹیوں کو زندہ در گور کر دیتے تھے۔ ان میں غارت گری' قافلوں کی رہزنی عام ہو چکی تھی۔ عورت کی قدر ومنزلت اس قدر گر چکی تھی کہ انہیں جائداد اور مال مویشی کی طرح وراثت میں بطور حصہ تقسیم کیا جاتا تھا۔ ان میں ایسے لوگ بھی تھے جو اپنی اولاد کو ان کی تربیت پر اٹھنے والے اخراجات اور ان سے پیش آنے والی تنگدستی کے ڈر سے قتل کر دیتے تھے۔

وہ جنگوں کے باعث کنگال اور قلاش ہو چکے تھے۔ ان میں ایک دوسرے کا خون بہانا معمولی بات بن چکا تھا۔ بعض اوقات معمولی سا واقعہ لڑائی کا پیش خیمہ بن جاتا تھا اور یہ جنگ چالیس سال تک جاری رہتی تھی۔ اس میں ہزارہا لوگ قتل ہوتے تھے۔

روئے زمین پر فتنہ وفساد کی یلغار

مختصر یہ کہ نبی اکرم ﷺ کی بعثت کے وقت دنیائے انسانیت خودکشی کے دہانے پر تھی۔ اس صدی میں انسان اپنے خالق کو بھول چکا تھا۔ اس کے ساتھ وہ اپنی ذات

اور اپنی طرز زندگی اور روش سے بھی بے خبر ہو چکا تھا۔ اس میں سمجھ بوجھ اور خیر و شر کے درمیان تمیز کی بھی کوئی سُدھ نہ تھی۔ شاید پورے ملک میں ایک شخص بھی ایسا نہ تھا جسے اپنے دین کی فکر دامن گیر ہو یا جو اپنے رب کی عبادت کرتا ہو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا ہو۔

اس فرمان الٰہی نے اس صورت حال کی سچی تصویر کشی یوں کی:

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ٥

خشکی اور تری' پوری روئے زمین پر لوگوں کی بد اعمالیوں کے سبب فساد پھیل گیا تاکہ وہ (اللہ تعالیٰ) لوگوں کو ان کے بعض اعمال کی پاداش میں عذاب چکھائے' یوں شاید وہ اپنے برے اعمال سے رجوع کریں۔

نبی اکرم ﷺ جزیرہ عرب میں کیوں مبعوث ہوئے

اللہ تعالیٰ نے عرب قوم کو دوسری قوموں کی مقابلے میں اس لئے اس مقصد کے لئے چنا کہ وہ اسلام کی دعوت قبول کریں اور پھر اسے دنیا کے دور دراز کونوں' گوشوں تک پہنچائیں۔ کیونکہ ان کے دل صاف تختیوں کی طرح تھے ان پر پہلے سے گہری تحریریں نقش نہ تھیں جنہیں ان کے دلوں سے مٹانا اور محو کرنا مشکل ہوتا۔ یہ صورت حال روم' فارس اور اہل ہند کے بالکل برعکس تھی جو اپنے علوم اور آداب عالیہ میں گم اور سرگردان تھے۔ انہیں اپنی تہذیب و ثقافت پر فخر تھا۔ ان کے مقابلے میں اہل عرب کے دلوں پر جہالت اور بداوت کے ہاتھوں کھینچے ہوئے معمولی سے نقوش تھے۔ ان کو محو کرنا اور دھوڈالنا اور ان نقوش کی جگہ نئے نقش و نگار ثبت کرنا بہت آسان تھا۔

یہ لوگ اپنی اصل فطرت پر قائم تھے۔ جب تک حق کا سمجھنا ان کی نظر سے اوجھل

رہا تو انہوں نے اس کے خلاف جنگ کی۔ لیکن جب ان کی آنکھوں سے پردہ ہٹ گیا تو انہوں نے اسے دل سے چاہا اسے گلے لگایا اور اس کی تبلیغ و اشاعت کے لئے جان کی بازی لگادی۔ تب یہ لوگ اہل صدق و امانت تھے اور ان کی زندگی سخت کوش و جفاکش تھی۔ یہ لوگ شجاع اور شہسوار تھے۔

جزیرۂ عرب کے اندر مکہ میں کعبہ موجود تھا جسے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اس لئے تعمیر کیا تھا کہ اس خدائے واحد کی عبادت کی جائے اور یہ جگہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے توحید کا مرکز بنا رہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

"اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبَارَکًا وَّھُدًی لِّلْعَالَمِیْنَ."	یقیناً لوگوں کے لئے جس مکان کی سب سے پہلے بنیاد رکھی گئی ہے، وہ مکان مکہ مکرمہ میں ہے جو بابرکت اور دنیا والوں کے لئے ہدایت ہے۔

بعثت سے پہلے

مکہ مکرمہ اور قریش

سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے مکہ مکرمہ کا قصد کیا۔ یہ شہر ایک وادی میں واقع تھا جو بے آب و گیاہ پہاڑوں سے گھرا ہوا تھا۔ یہاں ایسی کوئی چیز موجود نہ تھی جس پر انسان گزر اوقات کر سکیں۔ نہ یہاں پانی تھا نہ زراعت اور نہ ہی اناج۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ان کی زوجہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام اور ان کے بیٹے حضرت اسماعیلؑ تھے۔ انہوں نے یہ سفر دنیا میں پھیلی ہوئی بت پرستی سے بچنے اور ایک ایسے مرکز کی بنیاد رکھنے کے لئے کیا تھا جہاں خدائے واحد کی پرستش و عبادت کی جائے اور اس مرکز سے لوگوں کو اللہ کی طرف دعوت دی جائے۔ نیز یہ مرکز ہدایت لئے روشنی کے مینار اور لوگوں کے لئے زیارت گاہ کا کام دے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کا یہ عمل مقبول کیا اور اس مقام کو برکت عطا کی۔ اللہ تعالیٰ نے ماں بیٹے پر مشتمل مبارک خاندان کے لئے پانی کا چشمہ جاری کر دیا جسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے لق و دق اور یکہ و تنہا مقام پر چھوڑا تھا۔ یہ چشمہ 'بئر زمزم' ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس پانی میں بہت بڑی برکت دی۔ لوگ اس وقت تک اس چشمے کا پانی پیتے ہیں اور بطور تبرک دنیا کے کونے کونے تک لے جاتے ہیں۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام جب پروان چڑھے اور بڑے ہوئے تو حضرت

ابراہیم علیہ السلام نے ان کو اس وقت ذبح کرنے کا ارادہ کیا جب وہ ابھی نوعمر لڑکے تھے اور دوڑتے پھرتے تھے۔ انہوں نے یہ ارادہ اللہ کی محبت پر بیٹے کی محبت کی قربانی اور خواب میں دیکھے ہوئے واقعہ کو سچ ثابت کرنے کے لئے کیا تھا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام بھی اس فیصلے پر راضی ہو گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے فدیے کے طور پر ذبحِ عظیم بھیجا تا کہ حضرت اسماعیلؑ زندہ رہ کر دعوت الی اللہ میں اپنے والد کے معاون بن سکیں۔ اور نبی آخرالزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جدامجد بن جائیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام دوبارہ مکہ تشریف لائے اور باپ بیٹے نے اکٹھے اللہ کے گھر کی بنیاد رکھی۔ ان دونوں کی دعا تھی کہ اللہ تعالیٰ اس گھر کو شرف قبولیت بخشے اور اسے بابرکت بنائے نیز یہ کہ وہ دونوں اسلام پر زندہ رہیں اور اس پر جان دیں۔ اور یہ کام ان کی موت کے ساتھ منقطع نہ ہو بلکہ بعد میں بھی جاری رہے۔ نیز یہ کہ اللہ تعالیٰ ان کی اولاد میں سے ایک نبی مبعوث کرے جو اپنے جدامجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دعوت الی اللہ کے کام کی تجدید کرے۔ اور ان کے شروع کئے ہوئے کام کو مکمل کرے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی دعا کا ذکر قرآن میں یوں آتا ہے:

وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰهِیْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَاِسْمٰعِیْلُ، رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا، اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ، رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ، وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا

اور جب حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ (اس) گھر کی دیواریں اٹھا رہے تھے اور دعا کرتے جاتے تھے کہ اے ہمارے پروردگار! ہماری یہ خدمت قبول فرما۔ بے شک تو خوب سننے اور جاننے والا ہے۔ اے ہمارے رب! ہم دونوں کو اپنے فرماں بردار بندے بنا لیجئے اور ہماری اولاد میں سے

وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ

اپنی ایک فرماں بردار امت پیدا کیجئے۔ ہمیں حج کے مناسک سکھلایئے اور ہمیں توبہ کی توفیق دیجئے۔ بے شک تو بہت بڑا توبہ قبول کرنے والا اور بہت زیادہ رحم کرنے والا ہے۔

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْ عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ، إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (البقرة ۱۲۶-۱۲۹)

اے ہمارے رب! ان میں انہی میں سے ایک رسول مبعوث فرما جو انہیں تیری آیات و احکام پڑھ کر سنائے، انہیں کتاب کی تعلیم دے، حکمت و دانائی سکھائے اور ان کا تزکیہ کرے۔ بے شک تو عزیز حکیم ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم و حضرت اسماعیل علیہما السلام کی اولاد میں برکت عطا کی اور ان کا خاندان پھلا پھولا۔ عدنان کی اولاد کی کثرت ہوگئی جو حضرت اسماعیلؑ کے پوتوں میں سے تھے۔ ان کی اولاد میں فہر بن مالک نامور ہوئے انہی کی اولاد میں قُصیّ بن کلاب پیدا ہوئے۔ انہوں نے بیت اللہ اور مکہ مکرمہ کی تولیت سنبھال لی۔ یہ سردار تھے ان کا حکم بسروچشم قبول کیا جاتا تھا۔ انہی کے ذمے بیت اللہ کے حاجب یعنی کلید برداری کا منصب بھی تھا۔ اور انہی کی تحویل میں اس کی چابیاں تھیں زمزم کے پانی پلانے، مہمانوں کی میزبانی اور ندوہ کا انتظام بھی انہی کے ذمے تھا۔ ندوہ وہ جگہ تھی جہاں سردارانِ مکہ مشورہ اور رائے کے لئے اکٹھے ہوتے تھے۔ جنگ میں علم برداری کا عہدہ بھی قصی بن کلاب کے پاس تھا۔ اس طرح انہوں نے مکہ مکرمہ کے سارے نظم ونسق کا شرف حاصل کرلیا تھا۔

انہی کی اولاد میں عبد مناف پیدا ہوئے اور شرف و ذہانت میں شہرت پائی۔

عبدِمناف کے بیٹوں میں سب سے بڑے ہاشم تھے۔ یہ اپنی قوم کے سردار تھے۔ان کے پاس رفادہ اور سقایہ کے شعبے تھے۔انہی کے بیٹے عبدالمطلب تھے جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جدامجد تھے۔انہوں نے اپنے چچا المطلب بن عبدمناف کے بعد سقایہ اور رفادہ کا شعبہ سنبھالا۔انہوں نے اپنی قوموں میں ایسا شرف حاصل کیا جو ان کے آباء واجداد میں سے کسی کو حاصل نہ ہو سکا۔ان کی قوم انہیں دل سے چاہتی تھی۔ یعنی وہ اپنی قوم کے محبوب تھے۔

فہر بن مالک کی اولاد قریش کے نام سے مشہور ہوئی۔ یہ نام دوسرے تمام ناموں پر غالب آ گیا۔اسی طرح یہ قبیلہ قریش کے نام سے ہی شہرت پا گیا۔تمام اہل عرب قریش کی عالی نسبی، سرداری، زبان کی فصاحت اور بیان کی وضاحت اور حسن اخلاق و شجاعت کے معترف ہو گئے۔ یہ اوصاف قریش کے لئے بغیر کسی جھگڑے اور تنازعے کے مخصوص ہو کر ضرب المثل بن گئے۔

مکہ میں بت پرستی کا ظہور

قریش مکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین، اپنے جدامجد حضرت اسماعیل علیہ السلام کے دین کے مطابق عقیدۂ توحید اور خدائے واحد کی پرستش کے عقیدے پر کاربند رہے تا آنکہ ان میں عمرو بن لُحَیّ نامی ایک شخص پیدا ہوا۔ یہ پہلا شخص تھا جس نے حضرت اسماعیلؑ کا دین بدل ڈالا۔اس نے بت نصب کئے۔حیوانات کی تعظیم اور انہیں بطور نذر متبرک قرار دینے کی رسم بد پیدا کی۔اور ان حیوانات کو حرام قرار دینے کے ایسے قوانین وضع کئے جن کا اللہ تعالیٰ نے حکم نہیں دیا تھا، نہ ہی شریعت ابراہیمی میں کہیں ان کا ذکر تھا۔ یہ شخص مکہ سے شام کی طرف گیا تو وہاں اس نے لوگوں کو بت پرستی کرتے دیکھا۔ یوں یہ مبتلائے فتنہ ہوا یعنی اس کے دل کو ان کی یہ بت پرستی

بھا گئی۔ یہ شخص کچھ بت مکہ لے آیا اور انہیں یہاں نصب کیا اور لوگوں کو ان بتوں کی پرستش اور ان کی تعظیم کرنے کا حکم دیا۔

حرم کے پتھروں کی تعظیم میں تو بعض لوگ یہاں تک آگے بڑھ گئے کہ جب وہ سفر پر نکلتے تو ان بتوں کو مکہ سے اپنے ساتھ اٹھا لے جاتے۔ وہ اسے حرم شریف کی تعظیم سمجھتے اور حرم کے ذکر خیر کی محافظت سمجھتے۔ نوبت بایں جا رسید کہ پتھروں میں سے جو پتھر انہیں اچھے لگتے اور پسند آتے تو یہ ان پتھروں کی پرستش کرنا شروع کر دیتے۔

واقعۂ اصحاب الفیل

پھر ایک بہت بڑا حادثہ رونما ہوا جو اس سے بھی بڑے حادثے کا پیش خیمہ ثابت ہوا جو کہ مشیت الٰہی میں اہل عرب کے ساتھ خیر و بھلائی کا ارادہ ہے۔ نیز یہ کہ کعبہ شریف کو ایسی شان اور قدر و منزلت حاصل ہے جو دنیا کے گھروں میں سے کسی گھر کو حاصل نہیں۔

اس حادثے کی تفصیل یہ ہے کہ حبشہ کے بادشاہ نجاشی کی طرف سے یمن کے گورنر ابرہہ نے صنعاء میں ایک بہت بڑا کنیسہ بنایا اور اس کا نام ''اَلْقُلَّیس'' رکھا۔ اس کی خواہش تھی کہ اس طرح وہ اہل عرب کے حج کو ادھر منتقل کر دے اسے اس بات کا حسد ہوا کہ کعبہ لوگوں کا مرجع عقیدت کیوں ہے وہ ہر جگہ سے رخت سفر باندھ کر کعبہ کی طرف کیوں جاتے ہیں۔ اس نے چاہا کہ یہ قدر و منزلت اس کے بنائے ہوئے کنیسہ کو حاصل ہو۔

یہ بات اہل عرب کو ناگوار ہوئی جو خانہ کعبہ کی محبت اور تعظیم سے سرشار تھے۔ ان کے نزدیک اس گھر کے برابر دنیا کا کوئی گھر نہ تھا اور نہ ہی وہ کسی اور گھر کو کعبہ کا نعم البدل سمجھتے تھے۔ ابرہہ کے اس ارادے سے وہ متفکر ہوئے اور اس مسئلے پر باہم باتیں

کرنے لگے۔ کنانی نام کا ایک شخص گھر سے نکلا اور کنیسہ میں داخل ہوا اور اس کے اندر نجاست کر دی۔ اس پر ابرہہ سخت غضبناک ہوا اس نے قسم کھائی کہ وہ ہر حال میں خانہ کعبہ کو منہدم کرنے کے لئے مکہ کی طرف کوچ کرے گا۔

اس کے بعد اس نے کوچ کیا اور اس کے ساتھ ہاتھیوں کا ایک لشکر تھا۔ جب اہل عرب کے کانوں تک یہ اطلاع پہنچی تو یہ خبر ان پر بجلی بن کر گری۔ اس واقعہ سے بڑے پریشان اور خوفزدہ ہوئے۔ انہوں نے ابرہہ کو اس ارادے سے باز رکھنے اور اس کے خلاف جنگ کرنے کا ارادہ کیا لیکن انہوں نے دیکھا کہ ان میں ابرھہ اور اس کے لشکر کا مقابلہ کرنے کی سکت نہیں ہے۔ لہٰذا انہوں نے معاملہ اللہ کے سپرد کیا۔ ان کو اس بات کا پورا وثوق تھا کہ اس گھر کا ایک رب ہے جو اس کی حفاظت کرے گا۔ اس بات کا پتہ قریش کے سردار نبی کریم ﷺ کے جدِ امجد عبدالمطلب اور ابرھہ کے درمیان ہونے والی گفتگو سے چلتا ہے۔ ابرہہ نے ان کے دو سو اونٹ پکڑ لئے۔ عبدالمطلب نے ابرھہ سے ملنے کی اجازت چاہی۔ ابرہہ نے ان کی بڑی تعظیم کی، ان کے استقبال کے لئے اپنے تخت سے نیچے اتر آیا' انہیں اپنے پاس بٹھایا اور ان سے ان کی ضروریات دریافت کیں۔ عبدالمطلب نے کہا: میری ضرورت اور مطالبہ صرف یہ ہے کہ میرے دو سو اونٹ جو بادشاہ نے پکڑ لئے ہیں مجھے لوٹا دے۔

جب عبدالمطلب نے ابرہہ سے یہ بات کہی تو ابرھہ نے انہیں بے وقعت اور حقیر جانا، اور کہا: کیا تمہارا مطالبہ صرف وہ دو سو اونٹ ہیں جو میں نے پکڑ لئے ہیں اور تم اس گھر سے دستبردار ہو رہے ہو جو تمہارا اور تمہارے آباء و اجداد کا دین ہے۔ میں تو اس گھر کو منہدم کرنے آیا ہوں۔ تم اس کے بارے میں مجھ سے کوئی بات نہیں کر رہے ہو۔ عبدالمطلب نے ابرھہ سے کہا: میں تو صرف اونٹوں کا مالک ہوں اس گھر کا ایک اور مالک ہے جو عنقریب اس کی حفاظت کرے گا۔

ابرھہ نے کہا: پھر وہ یعنی کعبہ مجھ سے نہ بچے گا۔

عبدالمطلب نے جواب دیا: تم جانو اور وہ جانے۔

اس کے بعد قریش فوج کی لوٹ کھسوٹ کے ڈر سے پہاڑوں کی چوٹیوں اور گھاٹیوں میں چلے گئے۔ وہ دیکھ رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ کیا سلوک کرے گا جو اس کی حرمت کو پامال کریں۔ عبدالمطلب کھڑے ہو گئے اور ان کے ساتھ قریش کے کچھ لوگ بھی۔ انہوں نے کعبہ کے دروازے کا حلقہ پکڑ کر اللہ سے دعا کی اور ابرھہ اور اس کی فوج کے خلاف مدد کی درخواست کی۔

ابرھہ نے مکہ میں داخل ہونے کی پوری تیاری کر لی۔ وہ کعبہ کو منہدم کرنے کا تہیہ کئے ہوئے تھا۔ اس نے اپنے ہاتھی کو تیار کیا۔ اس کے ہاتھی کا نام محمود تھا۔ ہاتھی مکہ کے راستے میں ہی بیٹھ گیا۔ انہوں نے ہاتھی کو اٹھانے کے لئے مارا لیکن وہ ٹس سے مس نہ ہوا۔ جب انہوں نے اس کا رُخ یمن کی طرف موڑا تو وہ دوڑنے لگا۔

اس موقعہ پر اللہ تعالیٰ نے سمندر کی طرف سے ان پر پرندے بھیجے۔ ہر پرندہ کنکریاں اٹھائے ہوئے تھا۔ یہ کنکر جس کسی کے لگتے وہ ہلاک ہو جاتا۔ حبشہ کے لوگ جس راستے سے آئے تھے اسی راستے سے واپس بھاگ کھڑے ہوئے۔ وہ ایک دوسرے پر گرتے پڑتے وہاں سے نکلے ابرھہ کے جسم پر کنکر لگے۔ لوگ اسے نکال کر لے گئے۔ اس کی انگلیوں کے پورے ایک ایک کر کے جھڑتے گئے۔ یہاں تک کہ وہ صنعاء پہنچے تو یہاں آکر ابرھہ بدترین موت مرا۔

قرآن نے اس واقعہ کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحَابِ الْفِيْلِ ۝ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ	کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ کے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیسا سلوک کیا۔ کیا اس نے

تَضْلِيْلٍ o وَّاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ o تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ o فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ o

ان کا کعبہ کو منہدم کرنے کا منصوبہ پاش پاش نہیں کیا۔ اور اس نے ان پر جھنڈ کے جھنڈ ایسے پرندے بھیجے جو انہیں کنکر کی پتھریاں مار رہے تھے۔ سو اللہ تعالیٰ نے انہیں کھائے ہوئے بھوسے کی مانند کر دیا۔

جب اللہ تعالیٰ نے ابرھہ اور اس کے حبشی لشکر کو مکہ شریف سے نکال باہر کیا اور ان پر جو گزری وہ اللہ ہی جانتا ہے۔ اہل عرب نے قریش کی بڑی تعظیم کی۔ انہوں نے کہا کہ یہی لوگ اہل اللہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے خود ان کی طرف سے ان کے دشمنوں کے خلاف جنگ کی اور انہیں دشمن پر غلبہ دے دیا۔

اہل عرب کے نزدیک یہ ایک عظیم واقعہ تھا۔ انہوں نے اس کی بہت بڑی تکریم و تعظیم کی اور یہ واقعہ تھا بھی اسی لائق۔ ان کے ہاں یہ کسی واقعہ کے ذکر کے لئے ایک تاریخ بن گیا۔ وہ کہتے تھے کہ فلاں واقعہ عام الفیل میں واقع ہوا۔ فلاں شخص کی ولادت عام الفیل میں ہوئی اور فلاں بات عام الفیل کے اتنے برس بعد واقع ہوئی۔ عام الفیل میلادی کیلنڈر کے مطابق ۵۷۱ء بنتا ہے۔

حضرت عبداللہ اور حضرت آمنہ

قریش کے سردار عبدالمطلب کے دس بیٹے تھے اور عبداللہ ان میں سے دسویں بیٹے تھے۔ ان کے والد نے ان کی شادی قبیلہ بنی زھرہ کے سردار کی بیٹی آمنہ بنت وہب سے کر دی۔ حسب ونسب اور مقام ومنزلت کے اعتبار سے اس وقت خواتین قریش کی افضل ترین خاتون تھیں۔

حضرت عبداللہ جلدی ہی وفات پا گئے۔ اور وہ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ حاملہ تھیں۔ حضرت آمنہ نے بعض ایسی نشانیاں دیکھیں جن سے انہیں محسوس ہوا کہ ان کے بیٹے کی ایک خاص شان ہوگی۔

حضرت محمد ﷺ کی مبارک ولادت اور ان کا پاک نسب

رسول اللہ صلیّ اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت بروز پیر ۱۲ ربیع الاوّل عام الفیل مطابق ۵۷۰ میلادی کو ہوئی۔ یہ دن تاریخِ عالم کا مبارک ترین دن تھا۔ آپ کا نام و نسب یہ ہے:

محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ھاشم بن عبدِ مناف بن قُصی بن کلاب بن مُرۃ بن کعب بن لُوی بن غالب بن فِہر بن مَالک بن النضر ابن کِنانہ بن خُزیمہ بن مُدرکہ بن الیاس بن مُضر بن مَعد بن عدنان، عدنان کا نسب حضرت اسماعیل علیہ السلام پر جا کر ختم ہوتا ہے۔

جب آپ ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی تو آپ ﷺ کی والدہ نے آپ ﷺ کے دادا عبدالمطلب کو پیغام بھیجا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک بیٹا عطا کیا ہے۔ وہ تشریف لائے۔ انہوں نے پوتے کو دیکھا اور انہیں گود میں اٹھایا اور انہیں لے کر کعبہ میں داخل ہوئے اور دعا کرنے کھڑے ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی اور بچے کا نام محمد رکھا۔ یہ نام اس وقت ایک اجنبی نام تھا۔ اہل عرب کو اس سے تعجب ہوا۔

رضاعت

عبدالمطلب نے عرب کے دستور کے مطابق اپنے یتیم پوتے کے لئے جو انہیں سب سے زیادہ عزیز اور پیارا تھا، بادیہ سے دایہ کی تلاش کی۔ یہ سعادت حضرت حلیمہ سعدیہ کو نصیب ہوئی۔ یہ خاتون اپنے علاقہ سے شیر خوار بچے کی تلاش میں نکلی تھی۔ یہ

سال قحط کا سال تھا۔لوگ تنگ حال تھے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعت کے لئے بہت سی دایہ خواتین سے کہا گیا لیکن انہوں نے انہیں لینے سے بے رغبتی ظاہر کی کیونکہ انہیں بچے کے باپ سے اس کے بدلے حسن سلوک یعنی اچھے معاوضہ کی توقع تھی اور آپ ﷺ یتیم تھے۔ان کا کہنا تھا کہ یہ تو ایک یتیم بچہ ہے۔اس کی والدہ اور اس کے دادا بھلا کیا کچھ کریں گے۔

حضرت حلیمہؓ کا ردعمل بھی یہی رہا۔پہلی مرتبہ تو وہ وہاں سے یونہی چلی گئیں۔لیکن اس کے بعد ان کا دل پسیج گیا اور بچے کی طرف مائل ہو گیا۔اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں آپ ﷺ کی محبت ڈال دی۔اور آپ کو لے لینے کی خواہش پیدا کی۔انہیں آپ کے سوا کوئی اور بچہ ملا بھی نہیں۔چنانچہ وہ لوٹ آئیں اور آپ ﷺ کو لے لیا اور اپنی سواری کی طرف چلی گئیں۔انہیں اپنے ہاتھوں میں برکت محسوس ہوئی۔ان کی سواری کی ہر بات کی ایک نئی شان تھی۔انہیں اپنی چھاتیوں میں اور دودھ میں برکت محسوس ہوئی' اپنی بوڑھی اونٹنی اور گدھی میں ایک برکت کا احساس ہوا۔ہر ایک کہتا کہ اے حلیمہ! تو نے ایک مبارک بچہ لیا ہے۔حضرت حلیمہؓ کی سہیلیوں یعنی ساتھی خواتین کو حضرت حلیمہؓ پر رشک ہونے لگا۔

حضرت حلیمہؓ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلسل خیر و برکت کے نزول کا احساس ہوتا رہا۔یوں بنی سعد میں دو برس گزر گئے۔حضرت حلیمہؓ نے آپ ﷺ کا دودھ چھڑا دیا۔آپ ﷺ غیر معمولی طور پر بڑے ہو رہے تھے۔حضرت حلیمہ آپ کو لے کر آپ کی والدہ کے پاس آئیں اور ان سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ آپ کو مزید کچھ وقت کے لئے اپنے پاس رکھے۔چنانچہ آپ ﷺ کی والدہ نے آپ کو حضرت حلیمہؓ کو واپس لوٹا دیا۔

شقِ صدر

آپ ﷺ بنی سعد کے ہاں تھے کہ آپ ﷺ کے پاس دو فرشتے آ گئے۔ انہوں نے آپ کا شکم مبارک چاک کیا اور آپ کے دل سے گوشت کا سیاہ لوتھڑا نکال لیا اور اسے پھینک دیا۔ اس کے بعد انہوں نے آپ کا قلب مبارک دھویا اور دھو کر صاف شفاف کر دیا۔ اور اسے واپس جسم کے اندر اپنی جگہ رکھ دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رضاعی بھائیوں کے ساتھ بکریاں چرائیں۔ آپ ﷺ نے بادیہ کی زندگی کے صحت مند فطری ماحول میں پرورش پائی۔ بنو سعد بن بکر قبیلے کی فصیح زبان سیکھی۔ جس کے لئے یہ قبیلہ خاص شہرت رکھتا تھا۔ آپ ملنسار اور محبت کرنے والے تھے۔ ان کے رضاعی بھائیوں کو آپ سے محبت تھی اور آپ ان سے محبت کرتے تھے۔

اس کے بعد آپ ﷺ اپنی والدہ اور اپنے جدِ امجد کے پاس واپس آئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نہایت عمدہ طریقے سے پروان چڑھایا۔

حضرت آمنہ اور عبد المطلب کی وفات

جب آپ ﷺ کی عمر چھ سال ہو گئی تو آپ کی والدہ حضرت آمنہ کا مکہ اور مدینہ کے درمیان مقام ابواء پر انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد آپ اپنے دادا کے پاس رہے۔ دادا کو آپ ﷺ کے ساتھ بے پناہ پیار تھا اور آپ کے ساتھ بڑی شفقت کرتے تھے۔ آپ کے دادا آپ کو خانہ کعبہ کے سائے میں اپنی مسند پر بٹھاتے تھے اور آپ سے بہت محبت و شفقت کرتے تھے۔ جب آپ کی عمر آٹھ سال کی ہو گئی تو عبد المطلب بھی وفات پا گئے۔

اپنے چچا ابو طالب کے ساتھ

دادا کی وفات کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا ابو طالب کے پاس رہے جو عبداللہ کے سگے بھائی تھے۔ عبدالمطلب انہیں آپ کی پرورش کی وصیت کر گئے تھے لہٰذا آپ انہیں کے پاس اور انہی کے ساتھ رہے۔ حضرت ابو طالب اپنے بچوں سے بھی زیادہ آپ ﷺ پر مہربان تھے۔

تربیت الٰہی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جاہلیت کی غلاظت اور اس کے رسوم و رواج سے دور اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں جوان ہوئے۔ لہٰذا آپ مروت و مردانگی میں اپنی قوم کے بہترین فرد تھے' اخلاق کے اعتبار سے سب سے اچھے۔ شرم و حیا میں سب سے زیادہ سنجیدہ اور بات کرنے میں سب سے سچے اور فحاشی و بد خُلقی سے سب سے زیادہ دور رہنے والے تھے۔ یہاں تک کہ پوری قوم میں 'الامین' کے نام سے مشہور ہو گئے۔ آپ صلہ رحمی کرتے تھے۔ لوگوں کے کندھوں سے زندگی کی مشکلات کا بوجھ ہلکا کرتے تھے۔ مہمانوں کی میزبانی کرتے تھے اور نیکی و پرہیز گاری کے کاموں میں دوسروں کا ساتھ دیتے تھے، آپ اپنے ہاتھ کی کمائی کھانے اور اسی روزی پر قناعت کرتے تھے۔

جب آپ ﷺ کی عمر چودہ پندرہ برس کی ہوگئی تو قریش اور قیس قبیلوں کے درمیان جنگ فجار چھڑ گئی۔ بعض معرکوں میں آپ بھی شریک رہے۔ اور لڑائی میں اپنے چچاؤں کو دشمنوں کے پھینکے ہوئے تیر پکڑاتے۔ اس طرح آپ کو لڑائی شہسواری اور مردانگی کا تجربہ حاصل ہو گیا۔

حضرت خدیجہؓ سے شادی

جب آپ ﷺ کی عمر پچیس برس ہوگئی تو آپ ﷺ نے خدیجہ بنت خویلدؓ سے

شادی کرلی۔ وہ قریش کی معزز خاتون تھیں' ان کا شمار سربرآوردہ خواتین میں ہوتا تھا۔ وہ عقل مند' کریم الخلق اور مالدار خاتون تھیں۔ وہ بیوہ تھیں۔ ان کا خاوند ابو ہالہ وفات پاچکا تھا۔ شادی کے وقت انکی عمر چالیس سال تھی اور رسول اللہ ﷺ کی عمر پچیس سال تھی۔

حضرت خدیجہؓ تاجر خاتون تھیں جو اجرت دے کر لوگوں سے تجارت کا کام کراتی تھیں یا ان سے مضاربت کے طریقے پر شریک تجارت ہوتیں۔ قریش تاجر قوم تھے۔ حضرت خدیجہؓ اس وقت رسول اللہ ﷺ کے حسنِ اخلاق اور خیر خواہی کا تجربہ کرچکی تھیں جب آپ ﷺ انکا مال لے کر شام تشریف لے گئے تھے۔ اور اس سفر میں انہیں آپ ﷺ کی عظمتِ شان کا پتہ چل چکا تھا۔ چنانچہ انہوں نے شادی کے لئے آپ ﷺ کو اپنا آپ پیش کیا حالانکہ اس سے پیشتر وہ قریش کے اشراف کی طرف سے شادی کی خواہش کو ٹھکرا چکی تھیں۔ چنانچہ آپ ﷺ کے چچا حضرت حمزہؓ نے حضرت خدیجہؓ کے ساتھ آپ کی منگنی طے کی۔ اور حضرت ابو طالب نے نکاح کا خطبہ پڑھا اور شادی انجام پذیر ہوئی۔

حضرت خدیجہؓ پہلی خاتون تھیں جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شادی کی۔ حضرت ابراہیم کے سوا آپ کی ساری اولاد انہی کے بطن سے پیدا ہوئی۔

کعبہ کا سنگِ بنیاد اور ایک بہت بڑے فتنے کی روک تھام

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر پینتیس برس ہوئی' تب کعبہ کی بنیاد رکھنے کے لئے قریش اکٹھے ہوئے۔ وہ خانہ کعبہ پر چھت ڈالنا چاہتے تھے۔ تب کعبہ کی دیواریں بغیر گارے سے لگائے گئے پتھر یونہی ایک دوسرے پر دھرے ہوئے تھے۔ دیوداروں کی اونچائی قد آدم سے قدرے اونچی تھی۔ ضروری تھا کہ ان دیواروں کو منہدم کرکے از سرِ نو تعمیر کیا جائے۔

جب دیواریں رکن کی جگہ تک پہنچ گئیں تو حجر اسود کو رکھنے پر جھگڑا پیدا ہو گیا۔ ہر قبیلہ دوسرے قبیلے کو شریک کئے بغیر حجر اسود اٹھا کر رکھنا چاہتا تھا۔ دوسری طرف ہر قبیلہ اس شرف کو حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اختلاف اور جھگڑے کی نوبت لڑائی تک آ پہنچی کہ دورِ جاہلیت میں بھی ایسی لڑائی اور فساد کی نوبت بہت کم آئی ہو گی۔

لوگ مرنے مارنے پر تل گئے۔ بنو عبدالدار خون سے بھرا پیالہ لے آئے' انہوں نے بنو عدی کے ساتھ مل کر اس خون بھرے پیالے میں ہاتھ ڈال کر موت پر باہم عہد و پیمان کیا۔

یہ صورتحال موت اور فساد کی واضح علامات تھی۔ کئی دن تک قریش اسی حالت اضطراب میں رہے۔ اس کے بعد قریش اس بات پر متفق ہوئے کہ اب مسجد کے دروازے سے سب سے پہلا داخل ہونے والا شخص اس جھگڑے کا فیصلہ کرے گا۔ بابِ مسجد میں داخل ہونے والے پہلے شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ جب قریش نے آپ کو دیکھا تو پکار اٹھے۔ یہ امین ہیں۔ ہم ان کے فیصلے پر راضی ہیں۔ یہ محمد ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کپڑا منگوایا اپنے دستِ مبارک سے حجرِ اسود اٹھا کر اس کپڑے میں ڈال دیا۔ اس کے بعد فرمایا کہ ہر قبیلہ کپڑے کا ایک ایک کنارہ پکڑے اور اسے اٹھائے۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ جب اسے رکھنے والی جگہ تک پہنچایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستِ مبارک سے اس کی جگہ پر رکھ دیا۔ اس کے بعد اس پر دیوار کی مزید تعمیر مکمل ہوئی۔

اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے درمیان جنگ کے خطرے کو ایسی حکمت سے ٹال دیا جس کی کہیں مثال نہیں ملتی۔

حلف الفضول

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حلف الفضول میں بھی شرکت فرمائی۔ عرب میں یہ حلف سب سے زیادہ قابل احترام وتکریم اور باشرف عہدو پیان تھا۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ قبیلہ زبید کا ایک شخص کچھ سامان لے کر مکہ آیا۔ یہ سامان اشراف قریش میں سے ایک شخص العاص بن وائل نے خریدا لیکن اس کی قیمت روک دی۔ زبیدی نے اشراف قریش سے اس کی شکایت کی اور مدد چاہی۔ لیکن انہوں نے العاص ابن وائل کے مقام وحیثیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس سے تعرض کرنے سے انکار کر دیا اور زبیدی کو جھڑک دیا۔ زبیدی نے اہلِ مکہ سے فریاد کی اور ہر بامروت انسان سے مدد کی درخواست کی۔

صاحبِ مروت لوگوں کے دلوں میں غیرت جاگ اٹھی' وہ ابن جدعان کے گھر میں جمع ہو گئے ابن جدعان نے ان کے لئے کھانا تیار کیا۔ انہوں نے اللہ کو حاضر ناظر جان کر آپس میں یہ عہد و پیان کیا کہ وہ ظالم کے خلاف مظلوم کی دادرسی میں فرد واحد کی طرح ہوں گے تاوقتیکہ ظالم مظلوم کو اس کا حق ادا کر دے۔ اہل عرب نے اس عہد و پیان کو حلف الفضول کا نام دیا اور کہا:

قَدْ دَخَلَ هٰـؤلاءِ فِي فَضلٍ من الأمر	کہ یہ عہد و پیان کرنے والے لوگ فضیلت کے کام میں داخل ہو گئے۔

اس کے بعد یہ لوگ العاص بن وائل کے پاس گئے اور اس سے زبیدی کا سامان چھین کر زبیدی کو لوٹا دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس حلف سے بہت خوش ہوئے اور اس پر قائم رہے حتیٰ کہ بعثت کے بعد بھی آپ ﷺ فرماتے تھے: میں نے عبداللہ بن جدعان کے گھر میں ایک ایسے حلف کا مشاہدہ کیا کہ اگر دور اسلام میں بھی مجھے اس قسم کے حلف میں شرکت

کی دعوت دی جاتی تو میں اسے قبول کر لیتا۔ انہوں نے اس بات پر حلف اٹھایا کہ وہ حقدار سے لیا ہوا زائد حق اسے واپس لوٹا دیں گے۔ اور یہ کہ کوئی ظالم کسی مظلوم پر زیادتی نہ کرے گا۔

یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت اور نظام تربیت تھا کہ رسول ؐ نے لکھنا پڑھنا نہیں سیکھا اور اسی حال میں بڑے ہو گئے۔ نہ وہ پڑھ سکتے تھے نہ لکھ سکتے تھے اس طرح وہ دشمنوں اور مخالفوں کی تہمت سے بچے رہے۔ اسی طرف قرآن نے ان الفاظ میں اشارہ کیا ہے:

وَمَا كُنْتَ تَتْلُو مِنْ قَبْلِهِ مِنْ كِتَابٍ وَلَا تَخُطُّهُ بِيَمِينِكَ إِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُونَ (الاعراف ۱۵۷)

اس سے پہلے آپ نہ تو کوئی کتاب پڑھتے تھے اور نہ اپنے ہاتھ سے اسے لکھ سکتے ہیں۔ (اگر ایسی صورت ہوتی تو) اہل باطل ضرور شک وشبہ میں مبتلا ہو جاتے۔

قرآن کریم نے آپ کو اُمی کا لقب دیا چنانچہ فرمایا:

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُوْنَهُ مكتوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيْلِ

جو لوگ اس رسول و نبی اُمی کی اتباع کرتے ہیں وہ اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔

بعثت کے بعد

صبحِ سعادت کا طلوع

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی عمر کے چالیس سال پورے کر چکے تو صبحِ سعادت کا آغاز شروع ہوا اور بعثت کا وقت قریب ہو گیا۔ قدرت کی سنت اور اس کا دستور یہی ہے: ؎

گہری تاریکی و بدبختی ہے پیغامِ سحر

حالات دیکھ کر آپ ﷺ کے دل کا اضطراب اپنی انتہاء کو پہنچ گیا یوں لگتا تھا جیسے کوئی حدی خواں آپ ﷺ کو تیز چلنے پر اکساتا ہے۔ اور مجبور کرتا ہے۔ آپ کا دل تنہائی پسند ہو گیا۔ انہیں تنہائی سے زیادہ کوئی چیز اچھی نہ لگتی۔ آپ مکہ سے نکل جاتے اور اتنے دور چلے جاتے کہ مکہ کے گھر ان کی نظر سے اوجھل ہو جاتے۔ آپ مکہ کی گھاٹیوں' وادیوں اور میدانوں میں گھومتے پھرتے۔ آپ جس پتھر یا درخت کے پاس سے گزرتے تو وہ آپ کو السلام علیک یا رسول اللہ! کہتا۔ رسول اللہ اپنے ارد گرد' دائیں بائیں اور اپنے پیچھے دیکھتے تو انہیں درختوں اور پتھروں کے سوا کچھ نظر نہ آتا۔ بعثت کا سب سے پہلے آپ کو خواب میں رؤیائے صادقہ سے آغاز ہوا۔ آپ ﷺ خواب میں جو کچھ دیکھتے وہ اگلے دن صبح روشن کی طرح واقع ہوتا۔

غارِ حراء میں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ تر غار حراء میں تنہاء ہو کر بیٹھ جاتے اور کئی کئی راتیں وہیں ٹھہرے رہتے۔ اس عرصے کے لئے وہ کھانے پینے کی چیزیں اپنے ساتھ لے جاتے آپ وہاں ابراہیمی طریقے پر اور فطرت سلیمہ کے مطابق عبادت کرتے اور اللہ سے دعائیں کرتے۔

آپ ﷺ کی بعثت

انہی مواقع میں سے ایک موقع پر آپ کی بعثت کا دن آن پہنچا۔ یہ ۱۷ رمضان المبارک اور آپ کی ولادت کے بعد اکتالیسویں برس مطابق ۶، اگست ۶۱۰ میلاد کا واقعہ ہے۔ جب آپ ﷺ غارِ حراء میں تھے تو آپ ﷺ کے پاس فرشتہ آیا اور اس نے آپ سے کہا: ''اقرأ'' ''پڑھ''۔ آپ نے جواب دیا: ما انا بقاریٍٔ۔ یعنی میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ اس پر فرشتے نے مجھے پکڑا اور اس قدر بھینچا کہ مجھے تکلیف محسوس ہوئی۔ پھر فرشتے نے مجھے چھوڑ دیا اور کہا: ''اقــرأ'' ''پڑھ'' میں نے جواب دیا: ما انا بقاریٍٔ۔ یعنی میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ اس پر اس نے مجھے پھر پکڑا اور بھینچا یہاں تک کہ مجھے دوبارہ تکلیف محسوس ہوئی۔ اس کے بعد فرشتے نے مجھے چھوڑ دیا اور کہا کہ: ''اقــرأ'' ''پڑھ''۔ میں نے جواب دیا: مــا انــا بــقــاریٍٔ۔ یعنی میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ اب اس نے مجھے تیسرے مرتبہ پکڑا اور بھینچا پھر اس کے بعد اس نے مجھے چھوڑ دیا اور کہا:

اِقْـرَأْ بِـاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ	اپنے اس رب کے نام سے پڑھئے
خَلَقَ o خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ	جس نے پیدا کیا انسان کو گوشت کے
عَـلَـقٍ o اِقْـرَأْ وَرَبُّکَ	لوتھڑے سے۔ آپ پڑھئے آپ کا

اَلْاَکْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ ۝

رب بڑا کریم ہے جس نے قلم کے ذریعے سکھایا اور انسان کو وہ کچھ سکھایا جو اسے معلوم نہ تھا۔

یہ ایامِ نبوت کی پہلے دن کی وحی ہے اور قرآن کی پہلی وحی ہے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس واقعہ سے گھبرا گئے۔ کیونکہ انہوں نے اس سے پہلے کبھی نہ یہ بات دیکھی تھی نہ سنی۔ اس کے بعد کافی مدت تک وقفہ رہا۔ اہل عرب کے ہاں نبوت اور انبیاء کے زمانے کو گزرے بڑی مدت گزر چکی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی جان کا ڈر لگا۔ اور کانپتے ہوئے اپنے گھر واپس آ گئے اور گھر والوں سے کہا: ''زملونی زملونی'' مجھے کمبل اوڑھایئے مجھے اپنی جان کا ڈر لگا ہے۔

حضرت خدیجہؓ نے اس ڈر کا سبب پوچھا؟ تو آپ نے انہیں ساری بات بتا دی۔ حضرت خدیجہؓ عقلمند اور فاضل تھیں۔ انہوں نے نبوت' انبیاء اور فرشتوں کے بارے میں پہلے سن رکھا تھا۔ وہ اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل سے ملتی رہتی تھیں جنہوں نے نصرانیت قبول کر رکھی تھی۔ انہوں نے کتابیں پڑھیں تھیں اور اہل تورات وانجیل سے سن رکھا تھا۔ حضرت خدیجہؓ کو اہل مکہ کے وہ کام ناپسند تھے جو سلیم الفطرت اور سیدھے ذہن رکھنے والے لوگوں کو ناپسند ہوتے تھے۔

حضرت خدیجہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تعلق' حیثیت' ان کے ساتھ رہن سہن اور ان کے ظاہر و باطن سے واقفیت کی بنا پر رسول اللہ ﷺ کے اخلاق کو سب سے زیادہ جانتی تھیں۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے اخلاق اور عادات واطوار کو دیکھ کر اس بات کا یقین کر لیا تھا کہ رسول اللہؐ کو اللہ کی تائید اور توفیق حاصل ہے۔

آپ اپنے اخلاق کے اعتبار سے چیدہ اور سلوک و سیرت کے لحاظ سے پسندیدہ ہیں۔ نیز انہیں اس بات کا بھی یقین تھا کہ جس شخص کے ایسے اخلاق ہوں' ایسا سیرت و کردار ہو انہیں کسی شیطانی وسوسے کا ڈر نہیں ہوتا۔ نہ ہی انہیں جنات کی پکڑ کا خوف ہوسکتا ہے۔ یہ باتیں ان حقائق کے منافی تھیں جو انہوں نے خالق کی اپنی مخلوق کے ساتھ حکمت' رحمت اور سنت کے بارے میں جان رکھی تھیں۔ انہوں نے پورے وثوق اور یقین کے ساتھ کہا:

کَلّا، ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔ قسم بخدا! اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی بھی رُسوا نہ کرے گا۔ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں' مہمان نوازی کرتے ہیں۔ حق کی مشکلات میں لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔

ورقہ بن نوفل کے سامنے

حضرت خدیجہؓ نے مناسب سمجھا کہ اپنے عالم عم زاد بھائی ورقہ بن نوفل سے مدد لے۔ لہٰذا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر اس کے پاس چلی گئیں۔

رسول اللہ ﷺ نے ورقہ بن نوفل کو اپنا دیکھا بیتا حال بتا دیا۔ ورقہ نے کہا کہ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے آپ اس امت کے نبی ہیں۔ آپ کے پاس وہی ناموس اکبر آیا ہے جو حضرت موسیٰؑ کے پاس آیا تھا۔ آپ کی قوم بلا شک وشبہ آپ کی تکذیب کرے گی اور آپ کو اذیت دے گی' آپ کو وطن سے نکال دے گی اور آپ سے جنگ کرے گی۔

رسول اللہ ﷺ کو ورقہ کی اس بات پر تعجب ہوا کہ آپ کو آپ کی قوم وطن سے نکال دے گی کیونکہ آپ قریش کے ہاں اپنی قدر و منزلت کو خوب جانتے تھے۔ کیونکہ وہ آپ کو الصادق اور الامین کے بغیر کسی اور نام سے پکارتے تک نہ تھے۔ آپ

ﷺ نے ورقہ سے حیران ہو کر پوچھا کیا وہ مجھے نکال دیں گے؟ ورقہ نے کہا ہاں! جو پیغام آپ لے کر آئے ہیں اسے لے کر آنے والے ہر شخص کو لوگوں کی دشمنی اور جنگ کا سامنا رہا ہے۔ اگر میں اس دن تک زندہ رہا تو میں آپ کی زبردست مدد کروں گا۔

ایک زمانے تک وحی رکی رہی۔ پھر دوبارہ لگاتار جاری ہو گئی اور قرآن نازل ہونا شروع ہوا۔

حضرت خدیجہؓ کا قبولِ اسلام اور ان کے اخلاق

حضرت خدیجہؓ آپ ﷺ پر ایمان لے آئیں۔ وہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے والی پہلی خاتون تھیں وہ آپ کے پاس رہ کر آپ کی مدد کرتی تھیں۔ آپ کا حوصلہ بڑھاتی تھیں' آپ کا دکھ درد بٹاتی تھیں اور لوگوں کے آپ کے ساتھ سلوک اور ہر معاملے میں آپ ﷺ کو تسلی دیتی تھیں۔

حضرت علیؓ اور زید بن حارثہؓ کا قبول اسلام

اس کے بعد حضرت علیؓ نے اسلام قبول کیا۔ اس وقت ان کی عمر دس سال تھی۔ وہ اسلام سے پہلے ہی رسول اللہ ﷺ کے گھر میں آپ کی زیر کفالت تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے تنگی اور قحط کے دنوں میں حضرت ابو طالب سے لے کر اپنے پاس رکھ لیا تھا۔

رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام زید بن حارثہؓ نے اسلام قبول کیا۔ انہیں رسول اللہ ﷺ متبنیٰ بنا چکے تھے۔

ان لوگوں کا قبولِ اسلام ان لوگوں کا قبولِ اسلام تھا جو رسول اللہ ﷺ کے قریب ترین لوگ تھے۔ آپ کو سب سے زیادہ جانتے تھے' آپ کے صدق اور اخلاص میں حسن سیرت کو سب سے زیادہ پہچانتے تھے۔ کیونکہ گھر والے ہی گھر کی باتوں کو سب سے زیادہ جاننے والے ہوتے ہیں۔

حضرت ابوبکر بن ابوقحافہؓ کا قبولِ اسلام اور دعوتِ اسلام میں ان کی فضیلت

حضرت ابوبکر بن ابی قحافہؓ نے اسلام قبول کیا۔ ان کی عقلمندی، مردانگی اور سلامت روی کے پیش نظر قریش میں ان کا ایک خاص مقام تھا۔ انہوں نے اپنے قبول اسلام کا اظہار کیا۔ وہ ایک پسندیدہ اور نرم مزاج شخص تھے۔ وہ قریش کے انساب اور حالات کے عالم تھے۔ پیشے کے لحاظ سے تاجر تھے۔ صاحبِ خلق اور مشہور و معروف شخصیت کے مالک تھے۔ قوم میں سے جو لوگ ان پر اعتماد و اعتبار کرتے تھے' انہوں نے ان کو اللہ اور اسلام کی طرف دعوت دینا شروع کر دیا۔ وہ ان لوگوں کو یہ دعوت دیتے جو ان کے پاس آتے اور ان کے پاس بیٹھتے تھے۔

قریش کے شرفاء کا قبولِ اسلام

حضرت ابوبکرؓ کی دعوت پر قریش کے کچھ شرفاء نے اسلام قبول کیا۔ جن لوگوں نے اسلام قبول کیا وہ قدر و منزلت اور منصب سرداری کے مالک تھے۔ ان میں عثمان بن عفان، زبیر بن العوام، عبدالرحمٰن بن عوف، سعد بن ابی وقاص اور طلحہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہم شامل تھے۔ حضرت ابوبکرؓ ان لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لے آئے تو انہوں نے اسلام قبول کیا۔

ان کے بعد قریش کے کچھ اور لوگ اسلام لائے۔ یہ لوگ بھی بڑی قدر و منزلت کے مالک تھے۔ ان میں ابوعبیدہ ابن الجراح، الارقم بن ابی الارقم، عثمان بن مظعون عبیدہ بن الحارث بن المطلب، سعید بن زید، خباب بن الارت، عبداللہ بن مسعود، عمار بن یاسر اور صہیب رضی اللہ عنہم وغیرہ شامل تھے۔ اس کے بعد مرد اور عورتیں گروہوں کی شکل میں اسلام قبول کرتے گئے یہاں تک کہ پورے مکہ میں اسلام کا شہرہ ہوا اور

اسلام کے متعلق باتیں کی جانے لگیں۔

کوہِ صفا پر دعوتِ اسلام کا اعلان

رسول اللہ ﷺ دعوت کے معاملے کو ابھی پوشیدہ رکھے ہوئے تھے۔ تین سال اسی طرح گزر گئے اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو دین کے اعلان کرنے کا حکم دیا اور کہا:

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ	آپ کو جس بات کا حکم دیا جاتا ہے اسے صاف صاف سنا دیجئے اور مشرکین سے اعراض کیجئے۔

اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ	اور اپنے قریبی خاندان کو ڈرایئے اور مومنین میں سے جو آپ کی پیروی کریں ان سے مشفقانہ سلوک کیجئے

اور

قُلْ اِنِّي اَنَا النَّذِيْرُ الْمُبِيْنُ	اور فرما دیجئے کہ میں واضح طور پر علانیہ ڈرانے والا ہوں

پس رسول اللہ ﷺ نکلے اور کوہِ صفا پر چڑھے اور بلند آواز سے پکارا ''یاصباحاہ!'' یہ آواز لوگوں میں خوب جانی پہچانی تھی۔ جب بھی کسی انسان کو کسی دشمن کا خطرہ درپیش ہوتا جو کسی آبادی یا شخص پر اچانک حملہ کرنے آتا تو وہ شخص بلند آواز سے ''یاصباحاہ'' کہہ کر پکارتا۔ قریش نے اس آواز پر لبیک کہنے میں دیر نہ کی اور آپ کے پاس جا کر جمع ہو گئے۔ ان میں خود آنے والے اور پیغام بھیج کر بلوائے جانے والے سب شامل تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’اے بنی عبد المطلب! اے بنی فہر! اے بنی کعب! تمہارا کیا خیال ہے اگر میں کہدوں کہ اس پہاڑی کے پیچھے اس کے دامن میں گھڑ سواروں کا ایک دستہ ہے جو تم پر حملہ کرنا چاہتا ہے کیا تم اسے سچ سمجھ کر میری تصدیق کرو گے؟

عرب حقیقت شناس اور عمل پسند لوگ تھے۔ انہوں نے ایک شخص کو دیکھا بھالا، اس کی سچائی، امانت اور خیر خواہی کو آزمایا اور پرکھا تھا وہ شخص ایک پہاڑ پر کھڑا ہو کر سامنے دیکھ رہا ہے اور پیچھے بھی اور انہیں وہی کچھ نظر آتا ہے جو ان کے سامنے ہے۔ لہٰذا ان کی سمجھ بوجھ اور ذہانت اور روح انصاف نے انہیں اس سچے اور امانت دار خبر دینے والے کی تصدیق کی طرف رہنمائی کی۔ چنانچہ سب نے بیک آواز کہا: ہاں یہ ٹھیک ہے یا تم ٹھیک کہتے ہو۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’میں تمہیں ایک سخت آنے والے عذاب سے ڈراتا ہوں‘‘۔

قوم کے لوگ خاموش ہو گئے لیکن ابولہب بول اُٹھا:

تَبًّا لَکَ سَائِرَ الْیَوْمِ اَمَا دَعَوْتَنَا اِلَّا لِھٰذا	تو تباہ و برباد ہو۔ کیا تم نے ہمیں اس لئے بلایا تھا

قوم کا اظہارِ دشمنی اور ابوطالب کی حمایت

جب رسول اللہ ﷺ نے علی الاعلان اسلام کی طرف دعوت دینا شروع کیا اور اللہ کے حکم کے مطابق حق بات صاف صاف کہنا شروع کر دی تو قوم نے آپ سے کنارہ کشی نہیں کی، اور نہ ہی آپ کا رد کیا۔ لیکن جونہی آپ نے ان کے معبودوں یعنی بتوں کا ذکر اور ان کی برائی شروع کر دی تو انہوں نے اس کو ایک سنگین معاملہ سمجھا اور آپ کی مخالفت اور دشمنی پر کمر بستہ ہو گئے۔

ان حالات میں آپ ﷺ کے چچا حضرت ابو طالب نے آپ کی حمایت اور مدافعت کی اور دشمنوں کے خلاف آپ ﷺ کا ساتھ دیا۔ رسول اللہ ﷺ اپنی دعوت دیتے رہے اور حق بات صاف صاف بیان کرتے رہے۔ انہیں کوئی چیز اس کام سے باز نہ رکھتی تھی اور حضرت ابو طالب ان کی حمایت اور ان کی مدافعت کرتے رہے۔

پس جب یہ سلسلہ طول کھینچ گیا تو قریش کے کچھ لوگ حضرت ابو طالب کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ اے ابو طالب! تمہارے بھتیجے نے ہمارے معبودوں کو گالیاں دی ہیں اور ہمارے دین کو برا بھلا کہا ہے اور ہماری عقلوں کو بے وقوف بتایا ہے اور ہمارے آباء واجداد کو گمراہ قرار دیا ہے۔ لہٰذا یا تو اسے ہم سے باز رکھو یا پھر ہمیں اس سے نمٹ لینے دو۔ دین اور عقیدے کے اعتبار سے تو تم بھی ایسے ہی ہو جیسے ہم ہیں۔

ابو طالب نے ان سے بڑی نرمی سے بات کی اور بڑے عمدہ طریقے سے انہیں ٹال دیا۔ وہ وہاں سے چلے گئے۔

رسول اللہ ﷺ اور ابو طالب کے درمیان گفتگو

قریش رسول اللہ ﷺ کا ذکر کثرت سے کرنے لگے۔ انہوں نے ایک دوسرے کو رسول کے خلاف بھڑکایا۔ یوں ایک دفعہ پھر ابو طالب کے پاس چلے گئے اور ان سے کہنے لگے: اے ابو طالب! ہمارے درمیان آپ کا، آپ کی بزرگی اور شرف وقدرو منزلت کا ایک مقام ہے۔ ہم نے تم سے درخواست کی تھی کہ تم اپنے بھتیجے کو منع کرو۔ سو تم نے اب نہیں کیا۔ اللہ کی قسم! ہم اب اس سے زیادہ صبر نہیں کر سکتے جتنا ہم کر چکے ہیں۔ ہم مزید اپنے آباء واجداد کو گالیاں دینا اور ہمارے بڑوں کو بیوقوف کہنا اور معبودوں کی برائی کو برداشت نہیں کر سکتے۔ یا تو تم اسے اس سے روکو ورنہ ہم اس سلسلے میں اس کے ساتھ اور خود تمہارے ساتھ یہاں تک لڑیں گے کہ ہم دونوں فریقوں میں

سے ایک فریق ہلاک ہو جائے۔

حضرت ابوطالب پر اپنی قوم کا فراق اور ان کی دشمنی گراں گزری۔ ان کا دل اس پر راضی نہ ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کو ان کے حوالے کر دیں انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو بلا بھیجا اور ان سے کہا: اے بھتیجے! تمہاری قوم کے لوگ میرے پاس آئے اور انہوں نے مجھ سے یہ باتیں کہیں۔ مجھ پر اور خود اپنی جان پر ترس کھاؤ اور مجھ پر اتنا بوجھ نہ ڈالو جتنا میں نہ اٹھا سکوں۔

لو وضعوا الشمس فی یمینی والقمر فی یساری ......

یعنی اگر وہ میرے دائیں ہاتھ میں سورج اور
بائیں ہاتھ میں چاند بھی لا کر رکھ دیں تو بھی ......

رسول اللہ ﷺ کو خیال ہوا کہ ابوطالب آپ کے بارے میں پریشان ہو گئے ہیں اور وہ آپ کی مدد اور اپنے ساتھ رسول اللہ کے قیام کے معاملے میں کمزور ہو گئے ہیں۔ لہٰذا انہوں نے حضرت ابوطالب سے کہا:

عمِ محترم! قسم بخدا! اگر وہ میرے دائیں ہاتھ میں سورج اور بائیں ہاتھ میں چاند بھی اس مقصد کے لئے لا کر رکھ دیں کہ میں اس کام سے دستبردار ہو جاؤں تو بھی میں قطعاً ایسا نہیں کروں گا تاوقتیکہ اللہ تعالیٰ یا تو اس دین کو غالب کر دے گا یا میں اس جدوجہد میں اپنی جان دے دوں گا۔

یا جاں رسد بجاناں یا جاں زتن برآید

رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے، وہ رو پڑے۔ پھر اٹھے، جب وہ مڑے تو حضرت ابوطالب نے انہیں آواز دی اور کہا کہ بھتیجے آگے آؤ۔ رسول اللہ آگے بڑھ کر ان کے پاس گئے۔ تو انہوں نے رسول اللہ سے کہا: بھتیجے جاؤ۔ جو چاہو کہو۔ اللہ

کی قسم میں ہرگز ہرگز کسی قیمت پر تم کو نہیں چھوڑ دوں گا۔

قریش کے ہاتھوں مسلمانوں کو اذیت رسانی

رسول اللہ ﷺ اللہ کی طرف دعوت دیتے گئے اور قریش آپ سے مایوس ہو گئے اور حضرت ابو طالب سے بھی مایوس ہو گئے۔ اب ان کا غیظ و غضب اور غصہ ان کے ایسے قبیلوں کے لوگوں پر نازل ہونا شروع ہو گیا جنہیں بچانے والا کوئی نہ تھا۔

چنانچہ ہر قبیلہ ان پر پل پڑا جو اس قبیلے کے اندر مسلمان ہو چکے تھے۔ انہوں نے ان مسلمانوں کو قید کرنا شروع کیا۔ مارنا پیٹنا شروع کیا، بھوکا پیاسا رکھنا شروع کیا اور گرمی کی شدت کے دنوں میں مکہ کی تپتی ریت پر گھسیٹنا شروع کر دیا۔

ان میں بلال حبشی تھے جنہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا انہیں ان کا آقا اُمیہ بن خلف کڑکتی دوپہر کو مکہ کے بطن میں پیٹھ کے بل لٹاتا پھر پتھر ایک بڑی سل منگواتا جو اس کی چھاتی پر رکھواتا پھر اس سے کہتا: بخدا تم اسی حال میں رہو گے تاوقتیکہ تم مرجاؤ یا محمد کی دعوت کا انکار کر دو اور لات وعزیٰ کی پرستش کرو۔ وہ اس کربناک عذاب میں بھی جواب دیتے: أحد أحد یعنی اللہ ایک ہے۔

ایک دفعہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کا گزر اس طرف ہوا، انہوں نے امیہ کو ایک سیاہ فام غلام دے دیا جو بلال سے زیادہ مضبوط اور قوی تھا اور اس کے بدلے ان سے بلال لے لیا اور اسے آزاد کر دیا۔

قبیلۂ بنو مخزوم کے لوگ عمار بن یاسرؓ کو ان کے والد اور والدہ کے ساتھ نکالتے، اس گھرانے نے اسلام قبول کیا تھا، جب دوپہر کڑکتی، تو یہ انہیں مکہ کی تپتی ریت میں نکال لاتے رسول اللہ کا ان کے پاس سے گزر ہوتا تو آپ فرماتے صبــــراً یــــا آل یاسر! اے آل یاسر! صبر وضبط سے کام لو تمہارا ٹھکانہ جنت ہے۔ البتہ عمار کی والدہ کو تو

انہوں نے مار ڈالا۔ اس نے اسلام کے سوا ہر چیز کا انکار کر دیا تھا۔

مصعب بن عمیرؓ مکہ کا ایک خوبصورت اور صحت مند نوجوان تھا۔ ان کی والدہ بڑی مال دار خاتون تھیں۔ وہ اپنے بیٹے کو عمدہ سے عمدہ کپڑے پہناتیں۔ مصعب بن عمیرؓ کو پتہ چلا کہ دار ارقم بن ابی الارقم میں رسول اللہ ﷺ اسلام کی دعوت دیتے ہیں۔ یہ وہاں پہنچے، اسلام قبول کیا اور رسول اللہ ﷺ کی نبوت کی تصدیق کی۔ وہاں سے نکلے، اپنی والدہ اور قوم سے ڈر کے مارے اپنا مسلمان ہونا پوشیدہ رکھا۔ چھپ چھپا کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آتے جاتے رہتے۔ عثمان بن بصرہ نے اسے نماز پڑھتے دیکھا تو اس کی والدہ اور اس کی قوم کو اس کی خبر کر دی۔ انہوں نے مصعبؓ کو پکڑا اور قید کیا۔ یہ حبشہ کی طرف پہلی ہجرت کے وقت تک قید رہے۔ پھر جب دوسرے مسلمان حبشہ سے واپس لوٹے تو یہ بھی وہیں آئے، لیکن وہاں سے لوٹتے وقت ان کی حالت غیر ہو چکی تھی۔ وہ بدحال ہو گئے تھے یعنی میلے کچیلے۔ ان کی والدہ ان سے ناراضگی کی بناء پر اس سے دور رہیں۔

کچھ مسلمان تو مشرکوں کی پناہ میں آ گئے۔ قریش کے شرفاء اور سردار انہیں بچاتے رہے اور ان کی حمایت کرتے رہے۔ عثمان بن مظعونؓ ولید بن مغیرہ کی پناہ اور امان میں داخل ہوئے۔ پھر ان کی غیرت کو یہ گوارا نہ ہوا تو انہوں نے اس کی پناہ واپس کر دی۔ حالانکہ وہ وفا شعار اور اچھی پناہ والا تھا۔ عثمان بن مظعونؓ نے کہا کہ میں نے یہ پسند کیا ہے کہ اللہ کے سوا کسی کی پناہ نہ لوں۔ ایک مشرک کے ساتھ ان کی تو تکار ہوئی جس سے مشرک ناراض ہو گیا اور عثمان بن مظعونؓ کی آنکھ پر تھپڑ مار کر آنکھ پھوڑ دی۔ ولید بن مغیرہ قریب سے یہ نظارہ دیکھ رہا تھا۔ تو اس نے کہا کہ اے بھتیجے! تمہاری آنکھ اس مصیبت سے بے نیاز ہوتی جو اس پر نازل ہوئی ہے۔ یعنی تمہاری آنکھ نہ پھوٹتی اگر تم میری پناہ میں ہوتے۔ تم بہت بڑی اونچی اور محفوظ پناہ میں تھے۔ عثمانؓ نے جواب

دیا: اے ابوشمس! بلکہ قسم بخدا! میری دوسری صحیح اور تندرست آنکھ اس پاداش اور نتیجے کی محتاج ہے جو اسے اللہ کی راہ میں برداشت کرنا پڑی۔ میں اب اس ذات کی پناہ میں ہوں جو تم سے زیادہ عزت والا اور قدرت والا ہے۔

قریش کی رسول اللہ ﷺ سے لڑائی اور طرح طرح کی اذیت رسانی

جب قریش کو اسلام قبول کرنے والے نوجوانوں کو اسلام سے برگشتہ کرنے میں کوئی کامیابی نہ ہوئی اور نہ رسول اللہ ﷺ جھکے اور نہ ان سے خوف زدہ ہوئے تو قریش کو یہ بات ناگوار گزری۔ انہوں نے اپنے نوجوان لفنگے اکسا کر آپ کے پیچھے لگا دیئے۔ انہوں نے آپ کی تکذیب کرنا اور آپ کو اذیت دینا شروع کر دیا۔ آپ کو جادوگر، شاعر، کاہن اور مجنون و پاگل ہونے کی تہمتیں لگانا شروع کر دیں۔ اور طرح طرح کی تکلیفیں دینا شروع کیں اور اس سلسلے میں ہر طرح کے ہتھکنڈے آزمائے۔

ایک روز قریش کے اشراف مقام حجر کے پاس تھے جب رسول اللہ ان کے سامنے نمودار ہوئے اور بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے ان کے پاس سے گزرے۔ تو انہوں نے آپ ﷺ پر آواز کسی اور اسے تین بار دہرایا۔ اس پر آپ ﷺ رک گئے اور رُک کر فرمایا: اے قریش کے گروہ! سنتے ہو، میں تمہارے لئے موت کا پیغام لایا ہوں۔ یہ کہہ کر انہوں نے قوم کو یعنی ان قریشی شرفاء کو خاموش کرا دیا اور وہ گم صم ہو گئے اور نرم گفتگو کرنے لگے۔

اگلے روز قریش کے اشراف اپنے اسی مقام پر تھے کہ رسول اللہ ﷺ ان کے سامنے آئے تو انہوں نے یکدم ان پر ہلّہ بول دیا اور آپ ﷺ کو گھیر لیا۔ ان میں سے ایک نے آپ ﷺ کی چادر کو پکڑ کر کھینچ لیا۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ روتے ہوئے آپ ﷺ کی حمایت کے لئے اٹھے۔ انہوں نے قریش سے کہا کہ کیا تم ایک ایسے شخص کو قتل

کرو گے کہ وہ ربـــی اللہ کہتا ہے یعنی میرا رب اللہ ہے۔اس پر قریش کے لوگ آپ ﷺ سے ہٹ گئے۔حضرت ابوبکرؓ اس روز اس حال میں گھر لوٹے کہ قریش نے ان کا ہاتھ زخمی کر دیا اور ان کو داڑھی سے پکڑ کر کھینچا۔

ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ باہر نکلے تو آپ ﷺ کو جو شخص بھی ملا۔اس نے آپ کی تکذیب کی اور آپ ﷺ کو اذیت دی۔ان میں آزاد اور غلام سب لوگ شامل تھے۔رسول اللہ ﷺ اپنے گھر لوٹ آئے۔انہوں نے اس تکلیف کی شدت کے مارے کپڑا اوڑھ لیا۔اللہ تعالیٰ نے آپ پر وحی نازل کی:

یَا اَیُّھَا الْمُدَثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ اے کپڑا لپیٹنے والے، اُٹھیے اور ڈرایئے۔

کفار قریش کی حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ بدسلوکی

ایک دفعہ حضرت ابوبکرؓ لوگوں کے درمیان اٹھ کھڑے ہوئے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف دعوت دینے لگے۔مشرکوں نے حضرت ابوبکرؓ کے خلاف بغاوت کر دی اور انہیں روند ڈالا اور سخت مارا عقبہ بن ربیعہ نے انہیں دُہرے تلے والی جوتی سے مارنا شروع کیا اور اس قدر مارا کہ ان کا حلیہ بگڑ گیا۔

بنو تمیم نے حضرت ابوبکرؓ پر ایسا حملہ کیا کہ انہیں ان کے مرنے میں کوئی شک وشبہ نہ رہا۔حضرت ابوبکرؓ کہیں دن ڈھلے بولنے کے قابل ہوئے اور انہوں نے بات کی تو پوچھا کہ رسول اللہ پر کیا گذری؟ یعنی ان کا کیا حال ہے؟ اس پر لوگ انہیں ملامت کرتے ہوئے اور باتیں بناتے ہوئے چل دیئے اور انہیں اپنے حال پر چھوڑ دیا۔ام جمیلؓ ان کے قریب آئی جو اسلام قبول کر چکی تھیں۔حضرت ابوبکرؓ نے اس سے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا کہ وہ سلامت اور بخیر وعافیت ہیں۔اس پر حضرت ابوبکرؓ بول اُٹھے کہ خدا کی قسم! میں جب تک رسول اللہ ﷺ کے پاس نہ پہنچوں،

نہ کچھ کھاؤں گا اور نہ پیوں گا۔ گھر کی دوخواتین نے انہیں روکے رکھا جب آنے جانے والے کم ہو گئے اور لوگ پرسکون و خاموش ہو گئے تو یہ دو خواتین حضرت ابو بکرؓ کو سہارا دے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس لے گئیں۔ رسول اللہ ﷺ انہیں دیکھ کر سخت آبدیدہ ہو گئے رسول اللہ ﷺ نے ان کی والدہ کے لئے دعائے خیر کی اور اسے اسلام کی طرف دعوت دی اور انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔

رسول اللہ ﷺ کے وصف کے بارے میں قریش کی حیرانی و پریشانی

قریش رسول اللہ ﷺ کے بارے میں اس بات پر حیران اور پریشان تھے کہ وہ آپ ﷺ کو کیا نام اور الزام دیں اور آپ کو کس طرح اپنے مشن سے باز رکھیں۔ یا ان لوگوں کو آپ کی بات سننے سے کیسے روکیں جو دور دور سے آتے تھے۔ قریش کے لوگ ولید بن مغیرہ کے پاس اکٹھے ہوئے۔ جو ان میں عمر رسیدہ شخص تھا۔ اب حج کا موسم قریب تھا۔ ولید نے ان سے کہا کہ اے قریش کے لوگو! حج کا موسم سر پر آن کھڑا ہے۔ عنقریب عرب وفود تمہارے پاس پہنچیں گے۔ ان لوگوں نے تمہارے اس ساتھی یعنی رسول اللہ ﷺ کے دین کے متعلق سن رکھا ہے۔ تم اس کے خلاف ایک رائے پر اتفاق کر لو اور پھر اس میں اختلاف نہ کرو ورنہ تم ایک دوسرے کو جھٹلاؤ گے اور تمہارے باتیں ایک دوسرے کی بات کا رد کریں گی۔ ان کے درمیان بڑا مباحثہ ہوا اور بڑی لے دے ہوئی۔

اس سلسلے میں لوگوں نے جو تجاویز پیش کیں، ولید ان کو ماننے پر راضی نہ ہوا، اس نے ان کی ہر تجویز رد کر دی۔ پھر لوگوں نے اس سے کہا کہ اے ابو عبد شمس! تم خود کیا کہتے ہو۔ اس نے جواب دیا کہ اس سلسلے میں مناسب ترین بات یہ ہے کہ یہ کہو کہ وہ جادوگر ہے جس سے وہ بیٹے اور باپ میں، بھائی بھائی میں، خاوند بیوی میں اور دو

خاندان میں پھوٹ ڈال دیتا ہے۔اس بات پر لوگ منتشر ہو کر چلے گئے۔ پھر لوگوں نے راستوں کے ناکوں پر بیٹھنا شروع کیا۔ جب لوگ حج کو آئے تو یہ لوگ ہر راہ گزار کو رسول اللہ ﷺ سے خوفزدہ کرتے اور اس نے رسول اللہ ﷺ کا معاملہ بیان کرتے۔

رسول اللہ ﷺ کو اذیت دینے میں قریش کی سنگدلی اور اس سلسلے میں ان کی حددرجہ زیادتی

قریش نے ہر قسم کے ہتھکنڈے اور حربے آزمائے اور رسول اللہ ﷺ کو اذیت دینے میں بڑی سنگدلی کا مظاہرہ کیا۔اس سلسلے میں انہوں نے کسی قسم کی قرابت اور رشتے کا پاس نہ کیا بلکہ انسانی حدوں کو بھی پھلانگ گئے۔

ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ مسجد یعنی کعبہ میں سجدے میں تھے اور ان کے آس پاس قریش کے کچھ لوگ تھے۔اسی اثنا میں عقبہ بن معیط ذبح شدہ اونٹوں کی اوجھ یا بچہ دانی اٹھا لایا اور اسے رسول اللہ ﷺ کی پیٹھ پر پھینک دیا۔آپ اس بوجھ تلے سر اوپر نہ اٹھا سکے۔اسی دوران آپ ﷺ کی بیٹی حضرت فاطمہؓ وہاں آئیں اور انہوں نے آپ کی پشت مبارک سے یہ اوجھ ہٹادی اور اوجھ ڈالنے والے کیلئے بد دعا کی۔ نبی کریم ﷺ نے بھی انہیں بد دعا دی۔

ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ حجر کعبہ میں نماز ادا کر رہے تھے کہ یہی بد بخت عقبہ بن ابی معیط آیا اور آپ کی گردن میں کپڑا ڈال کر آپ کا گلا سختی سے گھونٹا۔حضرت ابو بکرؓ نے اسے کندھے سے پکڑا اور نبی اکرم ﷺ سے دور ہٹا دیا اور کہا کہ کیا تم ایک شخص کو اس لئے قتل کرنا چاہتے ہو کہ وہ ربی اللہ کہتا ہے یعنی میرا رب اللہ ہے۔

حضرت حمزہ بن عبدالمطلبؓ کا قبولِ اسلام

ایک دن صفا پہاڑی کے پاس ابو جہل رسول اللہ ﷺ کے پاس سے گذرا تو اس

نے آپ ﷺ کو اذیت دی اور بہت ردو بد اور برا بھلا کہا۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے کوئی جواب نہ دیا۔ اور وہ وہاں سے چلا گیا۔

تھوڑی دیر بعد حضرت حمزہ بن عبد المطلبؓ کندھے سے کمان لٹکائے آئے وہ شکار سے واپس آرہے تھے۔ وہ قریش میں بڑے زور آور اور غیرت مند جوان تھے۔ ان کو عبداللہ بن جرعان کی لونڈی نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ابوجہل کی کارستانی کی اطلاع دے دی۔ حضرت حمزہؓ کو غصہ آیا اور سیدھے مسجد میں داخل ہوئے۔ انہوں نے ابوجہل کو قوم کے لوگوں کے درمیان بیٹھے ہوئے دیکھا وہ اس کی طرف بڑھے۔ جب اس کے سر پر پہنچے تو اس کے سر پر کمان دے ماری اور اسے بری طرح زخمی کر دیا۔ پھر کہا کہ تم رسول اللہ کو گالیاں دیتے ہو جب کہ میں ان کے دین پر ہوں۔ میں بھی وہی کہتا ہوں جو وہ کہتے ہیں۔ ابوجہل خاموش ہو گیا۔ حضرت حمزہؓ نے اسلام قبول کر لیا۔ قریش کو یہ بات یعنی حضرت حمزہؓ کے قریش میں حیثیت اور بہادری و دلاوری کے پیش نظر ان کا اسلام قبول کرنا سخت ناگوار ہوا۔

عقبہ اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان ہونے والی گفتگو

جب قریش نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھیوں کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے۔ عقبہ بن ربیعہ نے قوم سے رسول اللہ ﷺ کے پاس جانے کی اجازت لی تاکہ وہ آپ ﷺ کے ساتھ بات کرے اور آپ کے سامنے کچھ شرائط پیش کرے شاید آپ ﷺ کوئی شرط قبول کریں تو قریش اسے پورا کر دیں اور رسول اللہ ﷺ ان سے کنارہ کشی کر لیں اور تبلیغ دین سے رک جائیں۔ قریش نے اسے اجازت دے دی اور اپنا نمائندہ بنا کر بھیج دیا۔

عقبہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور آپ ﷺ کے قریب آ بیٹھا اور کہنے لگا: اے بھتیجے! تم ہمارے درمیان اپنی حیثیت اور قدر و منزلت سے پوری طرح باخبر ہو تم اپنی

قوم کے سر ایک بہت بڑی مصیبت لے آئے ہو۔ اس کے ذریعے تم نے قوم میں پھوٹ ڈال دی ہے ان کے دانشوروں کو بے وقوف ٹھہرایا ہے' ان کے معبودوں اور ان کے دین کی برائی کی ہے اور ان کے گزرے ہوئے آباء واجداد کو کافر قرار دیا ہے۔ غور سے میری بات سنو' میں تمہارے سامنے کچھ تجاویز رکھتا ہوں' تم ان پر غور کرو۔ ہوسکتا ہے کہ تم ان میں سے کچھ تجاویز قبول کرنے پر آمادہ ہو جاؤ۔

رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا: کہیئے اے ابوالولید! میں سن رہا ہوں۔ عقبہ نے کہا کہ اے بھتیجے! اگر تم اس دین کی تبلیغ کے ذریعے مال لینا چاہتے ہو تو ہم اپنے اموال جمع کر کے تمہیں دیئے دیتے ہیں کہ تم ہم میں سب سے زیادہ مالدار بن جاؤ۔ اور اگر تمہیں سرداری اور شرف کی خواہش ہے تو ہم تم کو اپنا سردار تسلیم کر لیتے ہیں۔ ہم تمہاری مرضی اور تمہارے بغیر کسی بات کا فیصلہ نہ کریں گے۔ اگر تم حکومت چاہتے ہو تو ہم تم کو اپنا بادشاہ بنا لیتے ہیں۔ اور اگر یہ معاملہ کوئی جنات کا اثر ہے جس کا دفاع اور رد تم نہیں کر سکتے تو ہم اس کے لئے طبیب بلاتے ہیں اور اپنا مال خرچ کر کے تمہارا علاج کراتے ہیں تا آنکہ تم شفایاب ہو جاؤ۔

جب عقبہ نے اپنی بات ختم کی تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے کہا کہ اے ابوالولید! کیا آپ اپنی بات ختم کر چکے؟ عقبہ نے کہا جی ہاں! میں اپنی بات کہہ چکا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے کہا: تو اب میری بات سن لیجئے۔ عقبہ نے کہا کہ ہاں! میں سنتا ہوں کہیئے:

اس پر رسول اللہ ﷺ نے سورۂ حٰمٓ سجدہ کی ابتدائی آیات' سجدہ والی آیت تک تلاوت فرمائیں۔ جب عقبہ آپ ﷺ سے قرآنی آیات سن رہا تھا تو وہ بالکل خاموش رہا اور سہارا لینے کے لئے اپنے ہاتھ اپنی پیٹھ کے پیچھے کر لئے اور تلاوت سنتا رہا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے آیتِ سجدہ تلاوت کی تو آپ ﷺ نے سجدہ کیا اور فرمایا: اے ابوالولید! اب آپ نے سن لیا ہے جو کچھ آپ کے کانوں تک پہنچا ہے۔ اب آپ

جانے اور آپ کا کام۔ عقبہ اٹھ کر اپنے ساتھیوں کی طرف لوٹ آیا۔

اس کے ساتھیوں نے ایک دوسرے سے کہا، ہم خدا کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ ابو الولید جو چہرہ لے کر گیا تھا وہ چہرہ لے کر واپس نہیں آیا ہے۔ جب عقبہ ان کے پاس آبیٹھا تو انہوں نے پوچھا کہ اے ابو الولید! کیا کچھ کر آئے ہو؟ اس نے جواب دیا: میں نے ایسا کلام سنا ہے کہ اس جیسا کلام اس سے پہلے کبھی نہیں سنا۔ اللہ کی قسم! یہ کلام نہ تو شعر ہے، نہ جادو اور نہ ہی کہانت ہے۔ اے قریش! میری بات مانو، تم لوگ اس شخص اور اس کے کام کو اپنے حال پر چھوڑ دو۔ انہوں نے کہا کہ اے ابو الولید! تم پر بھی اس کی زبان کا جادو چل گیا ہے۔ عقبہ نے کہا کہ اس معاملے میں میری رائے یہی ہے، جو تم مناسب سمجھو کر لو۔

حبشہ کی طرف مسلمانوں کی ہجرت

جب رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں پر مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹتے دیکھے اور یہ کہ آپ انہیں بچا نہیں سکتے تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: مناسب ہوگا اگر تم حبشہ کے ملک کی طرف نکل جاؤ۔ وہاں ایک بادشاہ ہے جس کے ہاں کسی پر ظلم نہیں ہو سکتا، یہ سچائی کی سرزمین ہے۔ تاوقتیکہ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اس مصیبت سے بچ نکلنے کی کوئی صورت پیدا کرے۔

اس پر مسلمانوں کی ایک جماعت حبشہ کے لئے سفر پر نکل کھڑی ہوئی۔ اسلام میں یہ پہلی ہجرت تھی اور ہجرت کرنے والے دس افراد تھے۔ انہوں نے حضرت عثمان بن مظعون ؓ کو اپنا امیر مقرر کیا۔ اس کے بعد حضرت جعفر بن ابی طالب ؓ بھی مکہ سے نکل گئے۔ اس کے بعد مسلمان مسلسل وہاں جانے لگے یہاں تک کہ یہ لوگ حبشہ میں اکٹھے ہو گئے۔ ان مہاجرین میں سے بعض تو اپنے اہل و عیال ساتھ لے گئے تھے اور

کچھ اکیلے تھے۔ حبشہ پہنچنے والوں کی کل تعداد ۸۳ آدمیوں تک پہنچ گئی۔

قریش کی طرف سے مسلمانوں کا تعاقب

جب قریش نے دیکھا کہ ان لوگوں کو حبشہ کی سرزمین میں امن وسکون اور اطمینان میسّر آ گیا ہے تو انہوں نے عبداللہ ابن ربیعہ اور عمروؓ بن العاص بن وائل کو بھیجا اور ان کے ہاتھ نجاشی اور اس کے درباری پادریوں کے لئے ایسے تحفے جمع کر کے بھیجے جو مکہ کے سامان میں سے سوغات سمجھے جاتے تھے۔ یہ دونوں شخص نجاشی کے پاس پہنچے۔ درباری پادریوں کو تو انہوں نے پہلے ہی تحفے دے کر اپنی طرف مائل کر لیا تھا۔ انہوں نے بادشاہ کے دربار میں بات کی اور کہا کہ بادشاہ کی سرزمین میں ہمارے کچھ سرپھرے لڑکے پناہ گیر ہو کر آ گئے ہیں۔ انہوں نے اپنی قوم کا دین بھی چھوڑ دیا ہے اور آپ کے دین میں بھی داخل نہیں ہوئے ہیں۔ انہوں نے ایک نیا ہی دین ایجاد کیا ہے جسے نہ ہم جانتے ہیں اور نہ آپ جانتے ہیں۔ ہمیں ہماری قوم کے بڑے لوگوں نے آپ کی طرف بھیجا ہے اور ہم ان لڑکوں کے والدین اور ان کے خاندانوں کی طرف سے آپ کے پاس آئے ہیں کہ آپ ان لڑکوں کو انہیں لوٹا دیں وہ ان کی بہتر دیکھ بھال کریں گے۔ بادشاہ کے درباری پادریوں نے بھی کہا کہ ان دو شخصوں نے سچ کہا ہے اے بادشاہ! لہٰذا ان لڑکوں کو حوالے کر دیجئے۔

نجاشی سخت ناراض ہوا اور اس نے ان کی بات ماننے سے انکار کر دیا اور ان لوگوں کو ان دو شخصوں کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا جنہوں نے اس کے پاس اور اس کے ملک میں پناہ لی ہے۔ اس نے اللہ کی قسم کھائی۔ اس نے مسلمانوں کو بلا بھیجا اور اپنے پادریوں کو بھی دعوت دی۔ نجاشی نے مسلمانوں سے پوچھا کہ یہ کیا اور کونسا دین ہے جس کے لئے تم نے اپنی قوم کو چھوڑا اور میرے دین میں بھی داخل نہ ہوئے اور نہ

ہی موجودہ ادیان میں سے کسی اور دین میں داخل ہوئے؟

حضرت جعفر بن ابی طالبؓ کی طرف سے جاہلیت کی تصویر کشی اور اسلام کا تعارف

حضرت جعفر بن ابی طالبؓ اُٹھ کھڑے ہوئے۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے چچازاد بھائی تھے۔ انہوں نے بادشاہ سے کہا:

''اے بادشاہ! ہم دورِ جاہلیت کے لوگ تھے' بت پوجتے تھے مردار کھاتے تھے۔ بے حیائی کے اور شرمناک کام کرتے تھے۔ اور قطع رحمی کرتے تھے۔ حق ہمسایہ کا پاس نہیں کرتے تھے۔ اور ہم میں سے ہر زور آور کمزور کو کھا جاتا تھا۔ ہماری بود و باش اور طرزِ زندگی اس طرح کی تھی۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ہم میں سے ایک رسول ہماری طرف بھیجا۔ ہم اس کے حسب و نسب اور اس کی راست بازی اور امانت داری سے اچھی طرح واقف ہیں۔ انہوں نے ہمیں اللہ کی طرف دعوت دی کہ ہم اس کو واحد تسلیم کریں اور اس کی عبادت کریں اور جن پتھروں اور بتوں کو ہم اور ہمارے آباء و اجداد پرستش کرتے تھے ان کو چھوڑ دیں۔ انہوں نے ہمیں سچ بولنے، امانت داری، صلہ رحمی اور حسن ہمسائیگی نیز حرام کاموں اور خون نہ بہانے کی ہدایت کی۔ انہوں نے ہمیں جھوٹ' فحش کاموں' یتیموں کا مال کھانے اور پاکدامن صورتوں پر بہتان تراشی سے منع کیا۔ انہوں نے ہمیں حکم دیا کہ ہم خدائے واحد کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ انہوں نے ہمیں نماز پڑھنے' زکوٰۃ دینے اور روزے رکھنے کا حکم دیا۔ حضرت جعفرؓ نے نجاشی کے سامنے اسلام کے بہت سے امور بیان کردیئے۔ لہٰذا ہم نے رسول اللہ ﷺ کی تصدیق کی اور اس پر ایمان لے آئے اور ہم نے اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے احکام میں اس کی پیروی کی۔ ہم نے خدائے واحد کی

عبادت کی اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرایا۔ ہم نے حرام باتوں کو حرام سمجھا اور حلال چیزوں کو حلال جانا۔ اس پر ہماری قوم ہماری دشمن ہوگئی۔ انہوں نے ہمیں سخت تکلیفیں دیں اور ہمیں ہمارے دین کے بارے میں آزمائش میں ڈالا تاکہ ہم کو اللہ تعالیٰ کی عبادت سے ہٹا کر دوبارہ بت پرستی کی طرف لے جائیں اور جن خبیث چیزوں کو پہلے حلال جانتے تھے دوبارہ انہیں حلال سمجھیں۔

جب انہوں نے ہم پر سخت زیادتیاں کیں۔ ہم پر ظلم کئے ہم پر ہماری زندگی اجیرن کردی اور ہمارے دین اور ہم میں رکاوٹ بن گئے تو ہم آپ کے ملک کی طرف چل نکلے، ہم نے دوسروں کے مقابلے میں آپ کو پسند کیا اور آپکی ہمسائیگی میں رہنا چاہا۔ ہمیں امید ہے کہ اے بادشاہ! آپ کے پاس رہتے ہوئے ہم پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

نجاشی نے یہ سب کچھ بڑے سکون ووقار اور خاموشی سے سنا۔ پھر کہا: کیا تمہارے پاس اس پیغام میں سے کچھ ہے جو تمہارا ساتھی اللہ کی طرف سے لایا ہے؟

حضرت جعفرؓ نے جواب دیا کہ جی ہاں! ہے۔ نجاشی نے کہا کہ مجھے وہ پڑھ کر سنایئے۔ حضرت جعفرؓ نے سورۂ مریم شروع سے لے کر تلاوت کی۔ نجاشی رو پڑا یہاں تک کہ آنسوؤں سے اس کی داڑھی تر ہوگئی۔ اس کے درباری پادری بھی رو پڑے یہاں تک کہ ان کے ہاتھوں میں ان کے صحیفے آنسوؤں سے تر ہوگئے۔

قریش کے وفد کی نامرادی وناکامی

اس پر نجاشی نے کہا: یقیناً یہ پیغام اور جو پیغام حضرت عیسیٰؑ لائے ہیں ایک ہی چراغ کے پرتو ہیں۔ اس کے بعد وہ قریش کے دو ایلچیوں کی طرف متوجہ ہوا اور ان سے کہا کہ تم دونوں چلے جاؤ، قسم بخدا! میں انہیں ہرگز تمہارے حوالے نہیں کروں گا۔

اگلے روز عمرو بن العاصؓ دوبارہ نجاشی کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ اے بادشاہ!

یہ لوگ حضرت عیسیٰؑ ابن مریم کے بارے میں ایک بہت بڑی نا مناسب بات کہتے ہیں۔ بادشاہ نے مسلمانوں کی طرف متوجہ ہو کر ان سے پوچھا کہ تم حضرت عیسیٰ بن مریم کے بارے میں کیا کہتے ہو؟

حضرت جعفر بن ابی طالبؓ نے جواب دیا کہ ہم ان کے بارے میں وہی کہتے ہیں جو کچھ ہمارے نبی لائے ہیں۔ حضرت عیسیٰؑ خدا کے بندے، اس کے رسول، اس کی روح اور اس کا وہ بول یا کلمہ ہیں جو اللہ نے حضرت کنواری مریمؑ کی طرف القا کیا۔ یہ سن کر نجاشی نے زمین پر ہاتھ مار کر ایک تنکا اٹھایا اور کہا: خدا کی قسم! جو کچھ تم نے کہا ہے حضرت عیسیٰؑ اس تنکے کے برابر بھی اس سے زیادہ نہیں ہیں۔

نجاشی نے مسلمانوں کو بڑی عزت و تعظیم کے ساتھ واپس کیا اور پوری طرح تسلّی اور اطمینان دلایا۔ قریش کے دونوں ایلچی ناکام اور نامراد واپس لوٹے۔

حضرت عمر بن الخطابؓ کا قبولِ اسلام

اللہ تعالیٰ نے حضرت عمرؓ عدوی قرشی کے قبولِ اسلام کے ذریعے اسلام اور مسلمانوں کی تائید کی۔ حضرت عمرؓ بڑے دبدبے والے زور آور شخص تھے۔ رسول اللہ ﷺ کو ان کے قبولِ اسلام کی تمنا تھی۔ اور اس کے لئے آپ اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کرتے تھے۔

ان کے قبولِ اسلام کا واقعہ یہ ہے کہ ان کی ہمشیرہ حضرت فاطمہ بنت الخطابؓ نے اسلام قبول کر لیا اور ان کے خاوند حضرت سعید بن زیدؓ بھی مسلمان ہو گئے تھے وہ حضرت عمرؓ کی ہیبت اور اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ان کی سخت گیری کے مارے ان سے اپنا مسلمان ہونا چھپائے ہوئے تھے۔ حضرت خباب بن الارتؓ حضرت فاطمہؓ کے ہاں آتے جاتے تھے۔ اور انہیں قرآن پڑھاتے تھے۔

ایک دن حضرت عمرؓ گلے میں تلوار لٹکا کر رسول اللہ ﷺ اور ان کے صحابہؓ کی جماعت کی طرف نکل کھڑے ہوئے۔ انہیں بتایا گیا تھا کہ وہ صفا پہاڑی کے قریب ایک گھر میں جمع ہیں۔ راستے میں ان کی ملاقات حضرت نعیم بن عبداللہؓ سے ہوئی۔ وہ ان کے قبیلے بنو عدی سے تعلق رکھتے تھے اور اسلام قبول کر چکے تھے۔ انہوں نے حضرت عمرؓ سے پوچھا کہ اے عمر! کہاں کے ارادے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ اس بے دین محمد کی طرف جانا چاہتا ہوں جس نے قریش میں پھوٹ ڈال دی ہے، اس کے دانشمندوں کو بیوقوف ٹھہرایا ہے، اس کے دین کو برا بھلا کہتا ہے اور اس کے معبودوں کو گالیاں دیتا ہے۔ میں اسے قتل کر دوں گا۔

حضرت نعیمؓ نے ان سے کہا: اے عمر! تیرے نفس نے تجھے دھوکا دیا ہے۔ کیا تو اپنے گھر والوں کی طرف نہیں لوٹ سکتا کہ انہیں سیدھا کرے اور ان کا معاملہ ٹھیک کرے۔ حضرت عمرؓ نے کہا: میرے کون سے گھر والے؟ حضرت نعیمؓ نے جواب دیا کہ تیرا بہنوئی اور چچازاد سعید بن زیدؓ خدا کی قسم! مسلمان ہو چکے ہیں اور انہوں نے محمد ﷺ کے دین کی پیروی اختیار کر لی ہے۔ اس لئے تم ان کی فکر کرو۔

حضرت عمرؓ اپنی بہن اور بہنوئی کی طرف جانے کے لئے واپس لوٹے۔ اس وقت ان کے پاس حضرت خباب بن الارتؓ تھے جن کے پاس صحیفہ تھا جس میں طٰہٰ کی سورۃ تھی جو وہ ان میاں بیوی کو پڑھا رہے تھے۔ جب انہوں نے حضرت عمرؓ کے آنے کی آہٹ سنی تو حضرت خبابؓ ایک چھوٹی کوٹھڑی میں چھپ گئے اور صحیفہ حضرت فاطمہؓ نے اپنے ہاتھ میں لے لیا اور اسے اپنی ران تلے دبا رکھا۔ حضرت عمرؓ گھر میں داخل ہوتے وقت حضرت خبابؓ کی تلاوت سن چکے تھے۔ جب حضرت عمرؓ گھر میں داخل ہوئے تو پوچھا کہ یہ شور و شغب کیسا ہے؟ ان دونوں نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ کیا تم نے کچھ سنا؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں، خدا کی قسم! مجھے پتہ چل گیا ہے کہ تم دونوں نے

دین کے معاملے میں محمد کی پیروی اختیار کر لی ہے۔

حضرت عمرؓ نے اپنے بہنوئی سعید بن زیدؓ کو پکڑ لیا ان کو بچانے کے لئے فاطمہؓ اٹھ کھڑی ہوئیں۔ حضرت عمرؓ نے انہیں مارا اور زخمی کر دیا۔

جب حضرت عمرؓ یہ کر چکے اور ان کی بہن اور بہنوئی نے ان سے کہا کہ ہاں ہم نے اسلام قبول کر لیا ہے اور ہم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لا چکے ہیں۔ تم جو چاہو کر دیکھو۔

جب حضرت عمرؓ نے اپنی بہن کو خون میں لت پت دیکھا تو اپنے کئے پر پشیمان ہو گئے اور توقف کیا۔ پھر اپنی بہن سے کہا کہ مجھے وہ صحیفہ دے دو جو میں نے تمہیں ابھی ابھی تھوڑی دیر پہلے پڑھتے سنا ہے۔ میں دیکھوں تو سہی کہ محمد کیا لے آئے ہیں۔ حضرت عمرؓ پڑھے ہوئے تھے۔ جب حضرت عمرؓ نے یہ بات کہی تو ان کی بہن نے ان سے کہا کہ ہم کو صحیفے کے بارے میں تم سے ڈر لگتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ مت ڈرو، اور انہوں نے اپنے معبود کی قسم کھالی۔ جب حضرت عمرؓ نے یہ کہا تو حضرت فاطمہؓ کو ان کے اسلام لانے کی امید اور خواہش ہوئی۔ انہوں نے بھائی سے کہا کہ بھائی! تم اپنے شرک پر قائم ہونے کی وجہ سے نجس اور ناپاک ہو اور اس صحیفے کو تو پاک اور پاکیزہ شخص کے سوا اور کوئی چھو بھی نہیں سکتا۔

حضرت عمرؓ اٹھے، انہوں نے غسل کیا، فاطمہؓ نے انہیں وہ صحیفہ دے دیا جس میں سورۂ طٰہٰ درج تھی۔ جب حضرت عمرؓ نے اسے شروع سے پڑھا تو کہا کہ یہ کتنا اچھا اور کتنا کرامت والا کلام ہے۔

حضرت خبابؓ نے جب یہ سنا تو کوٹھڑی سے باہر نکل آئے اور حضرت عمرؓ سے کہا کہ اے عمر! اللہ کی قسم! مجھے پوری امید ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنے نبی کی دعوت کے لئے منتخب اور مخصوص کر لیا ہے۔ کل میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے:

اَللّٰهُمَّ اَيِّدِ الاسلام بأبی الحکم بن هشام (یعنی أبا جهل) او بعمر بن الخطّاب، فاللہ فاللہ یا عمرؓ.

اے اللہ! یا تو ابو الحکم بن ہشام یعنی ابو جہل یا عمر بن الخطاب کے ذریعے اسلام کی تائید فرما۔ اللہ اللہ یا عمرؓ (تمہاری خوش نصیبی تمہیں مبارک ہو)

تب حضرت عمرؓ نے اسے کہا: اے خباب! مجھے حضرت محمد ﷺ کے پاس لے چل تا کہ میں ان کے پاس جا کر اسلام قبول کروں۔ حضرت خبابؓ نے کہا کہ وہ صفا پہاڑی کے قریب ایک گھر میں ہیں اور ان کے پاس ان کے صحابہؓ میں سے کچھ لوگ ہیں۔ حضرت عمرؓ نے اپنی تلوار لی' اسے گلے میں لٹکایا اور پھر رسول اللہ ﷺ اور ان کے صحابہؓ کی طرف چل پڑے۔ انہوں نے ان کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ جب انہوں نے دستک کی آواز سنی، رسول اللہ ﷺ کے صحابہؓ میں سے ایک شخص نے اُٹھ کر دروازے کی درز میں سے حضرت عمرؓ کو تلوار لٹکائے دیکھا۔ وہ ڈرتا ہوا رسول اللہ ﷺ کے پاس واپس گیا اور کہا کہ یا رسول اللہ! یہ عمر بن خطاب ہیں اور تلوار حمائل کئے ہوئے ہیں۔ اس پر حضرت حمزہؓ نے کہا کہ اسے اندر آنے کی اجازت دیدو۔ اگر تو وہ نیک نیتی سے آئے ہیں تو ہم ان کی پذیرائی کریں گے اور اگر بری نیت سے آئے ہوں گے تو ہم اسی تلوار سے ان کو قتل کر دیں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "اسے اجازت دے دو"۔ چنانچہ اس آدمی نے حضرت عمرؓ کو اندر آنے کی اجازت دے دی۔

رسول اللہ ﷺ حضرت عمرؓ کی طرف اُٹھ کھڑے ہوئے اور کمرے کے اندر ان سے ملے۔ انہیں کمر سے پکڑ کر یا چادر کا پلّو پکڑ کر اندر سے کھینچ کر پوچھا کہ اے ابن خطاب! کس ارادے سے آئے ہو، اللہ کی قسم! میں دیکھتا ہوں کہ تم اپنے شرک و کفر سے تب تک باز نہیں آؤ گے جب تک اللہ تم پر اپنا غضب نازل نہ کرے۔ حضرت عمرؓ

نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر اور اس کے لائے ہوئے دین پر ایمان لانے آیا ہوں۔

حضرت عمرؓ کے یہ کہنے پر رسول اللہ ﷺ نے اللہ اکبر اس زور سے کہا کہ اس سے صحابہ کرامؓ کے گھروں کو پتہ چل گیا کہ حضرت عمرؓ نے اسلام قبول کرلیا ہے۔

مسلمانوں نے اپنے دلوں میں حضرت عمرؓ کے قبول اسلام سے حوصلہ پایا اور قوت محسوس کی۔ حضرت حمزہؓ اس سے پہلے ہی اسلام لا چکے تھے۔

حضرت عمرؓ نے اپنے قبول اسلام کا اعلان کیا اور یہ خبر قریش میں پھیل گئی۔ قریش حضرت عمرؓ سے لڑے اور وہ قریش سے یہاں تک کہ قریش حضرت عمرؓ کے اسلام سے پھرنے سے مایوس ہو گئے۔

قریش کی طرف سے بنو ہاشم کا مقاطعہ اور بائیکاٹ

اسلام قبائل میں پھیلنے لگا۔ قریش اکٹھے ہوئے اور انہوں نے باہم مشورہ کیا کہ وہ ایک تحریر لکھیں جس میں بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب کے خلاف اس بات کا عہد کریں کہ نہ ان کے ساتھ شادی بیاہ کریں اور نہ ان کے ساتھ خرید و فروخت کریں۔ جب وہ اس بات پر متفق ہو گئے تو انہوں نے ایک صحیفے میں یہ تحریر لکھ دی پھر آپس میں اس کے مطابق عہد و پیمان کیا۔ مزید تاکید کے لئے اس صحیفے کو کعبے کے اندر لٹکا دیا۔

شعب ابی طالب میں

جب قریش یہ کر چکے تو بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب نے ابو طالب کے پاس آ کر پناہ لی اور ان کے ساتھ ان کی گھاٹی میں داخل ہو گئے۔ یہ واقعہ نبوت کے ساتویں سال ہوا بنو ہاشم مین سے ابولہب نکل گیا اور قریش کے ساتھ ہو گیا۔

بنو ہاشم اسی حالت میں رہے تا آنکہ وہ اس محاصرے سے تنگ آ گئے۔ نوبت

یہاں تک پہنچی کہ وہ کیکر کے پتے کھاتے' ان کے بچے بھوک سے بلکتے اور ان کے رونے کی آوازیں دور سے سنائی دیتیں۔ قریش تاجروں اور ان کے درمیان آڑے آتے اور سامان کی قیمت میں کئی گنا اضافہ کر دیتے تا کہ بنو ہاشم کوئی چیز نہ خرید سکیں۔

تین سال تک یہی صورتحال برقرار رہی کہ ان تک کوئی چیز نہ پہنچتی سوائے اس کے کہ ان کے قرابت داروں کی طرف سے کوئی چیز چوری چھپے پہنچ جائے۔ اس کے باجود رسول اللہ ﷺ قوم کو دن رات یا پوشیدہ اور کھلے بندوں دعوت دیتے رہے۔ اور بنو ہاشم قید و بند سہتے صبر کا پیکر بنے رہے۔

صحیفے کے معاہدے کا ٹوٹ جانا اور بائیکاٹ کا اختتام

قریش کے کچھ باضمیر اور غیرت مند لوگ اٹھ کھڑے ہوئے' ان میں سب سے آگے ہشام بن عمرو بن ربیعہ تھے۔ انہیں یہ ظالمانہ عہد و پیمان سخت برا لگا اور اس سے ان کے دل سخت کڑھے۔ ہشام ایک صلح جو اور صلہ رحمی کرنے والا شخص تھا۔ اور اپنی قوم میں قدر و منزلت والا اور صاحب شرف آدمی تھا۔ وہ قریش کے کچھ لوگوں کے پاس گیا اس نے ان میں رقت اور مردانگی محسوس کی۔ اس نے اس صحیفے کو پھاڑ ڈالنے اور اس عہد و پیمان کو ختم کرنے کے لئے ان کے جذبہ محبت و انسانیت کو برانگیختہ کیا۔ جب ان کی تعداد پانچ ہو گئی تو یہ اکٹھے ہوئے انہوں نے یہ صحیفہ پھاڑ ڈالنے کا عہد کیا۔ اگلے دن جب قریش اپنی چوپال میں بیٹھے تھے تو زہیر بن ابو امیہ اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کی والدہ عاتکہ بنت عبدالمطلب تھی۔ اور لوگوں کے سامنے آیا۔

اس نے کہا: اے اہل مکہ! کیا ہم کھانا کھائیں اور کپڑے پہنیں اور بنو ہاشم ہلاک ہوتے رہیں' ان کو خرید و فروخت کی اجازت نہ ہو۔ اللہ کی قسم! میں تب تک آرام سے نہیں بیٹھوں گا جب تک یہ ظالمانہ صحیفہ پھاڑ نہیں دیا جاتا۔

ابوجہل نے بات میں مداخلت کی لیکن اس کا کچھ فائدہ نہ ہوا۔ المطعم بن عدی صحیفہ پھاڑنے کے لئے اٹھا تو دیکھا کہ سوائے "باسمک اللّٰھم" کے ساری تحریر کو دیمک چاٹ گئی ہے۔ نبیؐ نے ابوطالب کو اس بات کی اطلاع دے دی۔ صحیفہ پھاڑ دیا گیا اور اس میں درج عہد و پیمان کی تحریر فرسودہ اور بے اثر ہوگئی۔

حضرت ابوطالب اور حضرت خدیجہؓ کی وفات

حضرت ابوطالب اور حضرت خدیجہؓ کی وفات ایک ہی سال میں ہوئی ان دونوں کی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حسن صحبت، وفا، مدد اور تائید سے تو آپ بخوبی واقف ہیں۔ ابوطالب نے اسلام قبول نہیں کیا۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ پر پے در پے مصیبتوں کا دور شروع ہوا۔

سلیم الفطرت لوگوں کے دلوں پر قرآن کا اثر

طفیل بن عمرو الدوسی مکہ آیا۔ یہ ایک معزز اور شریف شخص تھا، شاعر اور دانشور تھا۔ رسول اللہ ﷺ تک پہنچنے میں قریش اس کے آڑے آئے۔ قریش نے اسے رسول اللہ ﷺ کے قریب ہونے اور ان کی بات سننے سے ڈرایا اور کہا کہ ہمیں تم پر اور تمہاری قوم پر ایسی مصیبت کے آنے کا ڈر ہے جو ہم پر آن پڑی ہے۔ تم ہرگز نہ تو اس سے بات کرنا اور نہ اس سے کچھ سننا۔

حضرت طفیلؓ کا کہنا ہے، بخدا! یہ لوگ میرے پیچھے پڑے رہے یہاں تک کہ میں نے بھی طے کیا کہ رسول اللہ ﷺ کی کوئی بات نہ سنوں گا، نہ ان سے بات کروں گا۔ میں نے اپنے کانوں میں روئی ٹھونس دی۔ اگلی صبح میں مسجد یعنی خانہ کعبہ میں گیا۔ اور رسول اللہ ﷺ کے قریب کھڑا ہوا۔ مشیت الٰہی سے ان کی کچھ باتیں میرے کان میں

پڑیں تو سب سے اچھا کلام سنا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ میری ماں مجھے کھودے یعنی میں مروں یا مرنے کا مقام ہے کہ میں بخدا ایک دانا اور سمجھدار آمی ہوں، شاعر ہوں، مجھ سے حسن و قبح اور اچھائی برائی چھپی نہیں ہے۔ مجھے اس آدمی کا کلام سننے میں کیا چیز مانع ہے۔ اگر تو کلام اچھا ہوا تو قبول کرلونگا ورنہ اگر کلام قبیح ہوا تو چھوڑ دونگا۔

چنانچہ طفیل رسول اللہ ﷺ کے پاس آپ ﷺ کے گھر چلا گیا۔ اور ان سے سارا قصہ بیان کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کے سامنے اسلام پیش کیا اور اسے قرآن کریم پڑھ کر سنایا۔ طفیل نے اسلام قبول کیا اور اسلام کا داعی بن کر اپنی قوم میں واپس چلے گئے۔ انہوں نے اپنے گھر والوں کے ساتھ رہنے سے انکار کر دیا تاوقتیکہ وہ لوگ اسلام قبول نہ کرلیں۔ چنانچہ وہ سب لوگ اسلام میں داخل ہو گئے اور اس طرح ان میں اسلام پھیل گیا۔

طائف کا سفر اور تکلیف واذیت

جب حضرت ابو طالب فوت ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ کو قریش کی طرف سے ایسی بڑی اذیت اور تکلیف پہنچی جس کا وہ ابو طالب کی زندگی میں تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ قریش کے لفنگے لڑکوں میں ایک لڑکا آپ کے سامنے آیا اور اس بد بخت نے آپ ﷺ کے سرِ مبارک پر خاک ڈال دی۔

جب قریش کی طرف سے تکلیفوں اور اذیتوں کا سلسلہ شدّت اختیار کر گیا اور اسلام سے ان کی روگردانی اور بے رغبتی حد سے بڑھ گئی تو رسول اللہ ﷺ طائف کی طرف نکل پڑے تاکہ بنو ثقیف کے مدد لیں اور وہ اسلام میں داخل ہوں۔

جب رسول اللہ ﷺ طائف پہنچے تو آپ نے کچھ لوگوں کے پاس جانے کا ارادہ کیا جن میں بنو ثقیف کے سردار اور اشراف شامل تھے۔ آپ ان کے پاس بیٹھے اور

انہیں اللہ کی طرف دعوت دی۔ ان کا ردِعمل بدترین تھا۔ انہوں نے آپ ﷺ کا مذاق اڑایا اور اپنے لفنگوں اور غلاموں کو آپ ﷺ کے خلاف اکسایا جو آپ کو گالیاں دینے لگے، چیخ و پکار کر کے آوازیں کسنے لگے اور آپ ﷺ پر پتھر مارنے لگے۔ آپ ﷺ نے زخمی حالت میں ایک نخلستان میں پناہ لینے کا ارادہ کیا اور وہاں بیٹھ گئے۔ انہیں طائف میں وہاں کے لوگوں سے مشرکینِ مکہ کی بہ نسبت زیادہ اذیت و مصیبت کا سامنا کرنا پڑا۔ طائف کے لوگ دو رویہ ہو کر آپ ﷺ کے راستے میں بیٹھ گئے۔ جب آپ ﷺ وہاں سے گزرنے لگے تو وہ آپ کو ہر قدم اٹھانے اور رکھنے پر پتھر مارتے گئے یہاں تک کہ انہوں نے آپ ﷺ کو خون آلود کر دیا اور آپ ﷺ کے دونوں قدموں سے خون بہنے لگا۔ آپ ﷺ کے دل اور زبان سے یہ دعا نکلی جس میں آپ ﷺ نے اپنی کمزوری و ناتوانی اور بیچارگی اور لوگوں کے ہاتھوں اپنی اہانت کی شکایت کی۔ آپ ﷺ نے اللہ سے پناہ مانگی اور اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کے لئے دعا مانگی۔ اور فرمایا:

اللّٰھمّ الیک أشکو ضعف قوّتی' وقلّۃ حِیلَتِی وھوانی علی النّاس' یا ارحم الرّاحمین' انتَ رَبّ المستضعفین و انتَ رَبّی' الٰی مَنْ تکلنی؟ الی بعید یتجھّمنی؟ أم الی عدوٍّ ملکتہٗ امری؟ اِن لم یکن بک غضبٌ علیّ، فلا اُبالی، غیر انَّ عافِیَتکَ ھیَ اوسع لی، اعوذ بنور وجھک الّذی اشرقت له الظّلمات، وصلح علی امر الدنیا والآخرۃ، مِن اَن تنزل بی غضبک، أو یحِلَّ عَلَیَّ سخطک، لک العتبی حتی ترضی، ولاحول ولا قوۃ الّا باللہ

اللہ تعالیٰ نے آپ کے پاس ملک الجبال (پہاڑوں پر متعین فرشتے) کو بھیجا جس نے آپ سے طائف کے دونوں طرف کے پہاڑوں کو تہہ کرنے کی اجازت چاہی تا کہ طائف کی بستی ان پہاڑوں کے تلے دب کر تباہ ہو جائے تو رسول اللہ ﷺ نے

فرمایا: بلکہ مجھے توقع ہے کہ ان کی نسل سے ایسے لوگ پیدا ہوں جو خدائے واحد کی عبادت کریں اور کسی کو اللہ کے ساتھ شریک نہ ٹھہرائیں۔

جب عتبہ بن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ نے رسول اللہ ﷺ کو اور جو کچھ آپ پر بیتی اسے دیکھا تو ان کے اندر مروّت کا جذبہ جاگ اٹھا۔ انہوں نے اپنے ایک نصرانی غلام جس کا نام عداس تھا کو بلایا اور اس سے کہا کہ انگور کا ایک خوشہ لے لو اور اسے اس طبق میں ڈال کر اس شخص کے پاس لے جاؤ، اس سے کہو کہ اسے کھالے۔ عداس نے اسکی تعمیل کی اور وہ رسول اللہ ﷺ کا کلام سن کر اور آپ ﷺ کے حسن اخلاق سے متاثر ہو کر مسلمان ہو گیا۔

رسول اللہ ﷺ طائف سے مکہ نکل پڑے۔ آپ ﷺ کی قوم مخالفت، دشمنی، تمسخر اور استہزاء میں پہلے سے بھی زیادہ سخت ہو گئی۔

اسراء، معراج اور فرضیت نماز

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کو مسجدِ حرام اور مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ لے جایا گیا۔ پھر وہاں سے نزدیک و دور جہاں اللہ نے چاہا آپ کو سیر کرائی، آسمانوں میں پھرایا۔ آیات اور نشانیاں دکھائیں اور انبیاء کرامؑ سے ملاقات کرائی۔

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی، لَقَدْ رَأٰی مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰی (النجم ۱۷،۱۸)	نگاہ نہ تو ہٹی اور نہ بڑھی۔ انہوں نے اپنے رب کی قدرت کے بڑے بڑے عجائبات دیکھے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کی کریمانہ مہمان نوازی، آپ ﷺ کو تسلی و اطمینان اور دلجمعی حاصل ہوئی اور طائف میں آپ کے ساتھ جو ذلت آمیز سلوک ہوا تھا اس کی تلافی ہو گئی۔

جب اگلی صبح ہوئی تو آپ ﷺ قریش کے پاس چلے گئے اور انہیں رات والے واقعے کی اطلاع دی۔ انہوں نے اسے ماننے سے انکار کیا۔ انہوں نے اسے تعجب انگیز سمجھا اور جھٹلایا اور آپ کا تمسخر اڑایا۔ البتہ حضرت ابو بکرؓ نے یہ سن کر کہا کہ قسم بخدا گر آپ نے یہ کہا ہے تو سچ فرمایا ہے۔ تمہیں اس پر کیا تعجب ہے؟ اللہ کی قسم! وہ تو مجھے بتاتے ہیں کہ ان کے پاس آسمان سے زمین پر رات دن کے کسی وقت میں وحی آتی ہے۔ میں تو اس واقعہ کی تصدیق کرتا ہوں یہ تمہارے تعجب سے دور کی بات ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر اور آپ ﷺ کی امت پر پچاس نمازیں فرض کیں۔ رسول اللہ ﷺ ان میں تخفیف کی استدعا کرتے رہے تا آنکہ اللہ تعالیٰ نے دن رات میں پانچ نمازیں فرض کر دیں۔ جو انہیں ایمان و احتساب کے ساتھ ادا کرے گا اسے پچاس نمازوں کا اجر و ثواب ملے گا۔

قبائل پر رسول اللہ ﷺ کی اپنی ذات کی پیش کش

حج کے موقعوں پر رسول اللہ ﷺ نے قبائل کے سامنے اپنا آپ پیش کرنا شروع کر دیا۔ انہیں اسلام کی دعوت دینے لگے اور ان کو اس بات کی دعوت دیتے رہے کہ وہ دشمنوں کے خلاف آپ ﷺ کا دفاع کریں آپ فرماتے تھے: اے فلاں قبیلے کے لوگو! میں اللہ کی طرف سے تمہاری طرف رسول ہوں اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم اسی کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ اور اس کے سوا تم جن شریک بتوں کی پرستش کرتے ہو انہیں چھوڑ دو، اللہ پر ایمان لاؤ، صدقہ و خیرات دو اور میرا دفاع کرو تا کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جس غرض کے لئے بھیجا گیا ہوں، اسے واضح کروں۔

جب رسول اللہ ﷺ اپنی بات کہہ کر فارغ ہوتے تو ابولہب کھڑا ہو کر کہتا کہ اے

فلاں قبیلے کے لوگو! یہ شخص تمہیں لات اور عزیٰ کی عقیدت سے گلا خلاصی کرانے اور اپنے حلیف جنات کو چھوڑ کر اپنی لائی ہوئی بدعت اور گمراہی کی طرف دعوت دیتا ہے اس کی بات مت مانو اور نہ اس کی بات سنو۔

انصار میں اسلام کا آغاز

رسول اللہ ﷺ حج کے موسم میں نکل پڑے۔ جب وہ مقام عقبہ کے پاس تھے تو ان سے انصار میں سے خزرج کے لوگوں کی ایک ٹولی ملی۔ آپ ﷺ نے ان کو خدائے عزّ وجل کی طرف دعوت دی انکے سامنے اسلام پیش کیا اور انہیں قرآن پڑھ کر سنایا۔

یہ لوگ مدینہ میں یہود کے پڑوس میں رہتے تھے اور یہود کو یہ کہتے ہوئے سنتے تھے کہ ایک نبی کے ظہور کا وقت قریب آ پہنچا ہے۔ انہوں نے ایک دوسرے سے کہا کہ اے لوگو! جان لو بخدا یہ وہی نبی ہے جس سے یہود تم کو ڈرایا کرتے ہیں۔ کہیں وہ تم سے بازی نہ لے جائیں۔ اس کی دعوت کو قبول کرو اور اس کی تصدیق کرو۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے اپنی قوم کو چھوڑ دیا۔ ان میں جس قدر عداوت اور برائی ہے شاید ہی کسی دوسری قوم میں ہو۔ ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں آپ ﷺ کے ذریعے متحد کر دے۔ ہم ان پر یہ دعوت پیش کرتے ہیں اور ان کو آپ ﷺ کے دین کی پیش کش کرتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ نے ان کو آپ کے دستِ مبارک پر اکٹھا کر دیا تو آپ ﷺ سے زیادہ طاقت ور اور کوئی نہ ہوگا۔

اسکے بعد یہ لوگ واپس اپنے علاقوں میں چلے گئے وہ ایمان لائے اور انہوں نے آپ ﷺ کی تصدیق کی۔ جب وہ مدینہ پہنچے تو انہوں نے اپنے بھائیوں سے رسول اللہ ﷺ کا ذکر کیا اور انہیں اسلام کی دعوت دی۔ یہاں تک کہ ان میں اسلام پھیل گیا۔ انصار کے گھروں میں سے کوئی گھر ایسا نہ رہا جس میں رسول اللہ ﷺ کا ذکر نہ ہوتا ہو۔

بیعت عقبہ اُولیٰ

اگلا سال آیا، انصار کے بارہ آدمی حج پر آئے انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کی اور عقبہ کے مقام پر آپ ﷺ سے پہلی بیعت کی، توحید کا اقرار کیا۔ چوری، زنا، قتل اولاد اور معروف کاموں میں اطاعت کا اقرار اور عہد کیا۔

جب یہ لوگ جانے لگے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے ساتھ حضرت مصعب بن عمیرؓ کو بھیج دیا اور اسے حکم دیا کہ وہ انہیں قرآن پڑھائیں، اسلام سکھائیں اور دین سکھائیں۔ حضرت مصعبؓ کو مدینہ میں المقری کہا جانے لگا۔ وہ وہاں اسعد بن زرارہ کے ہاں اُترے۔ وہ انہیں نماز پڑھاتے تھے۔

مدینہ میں اسلام کی اشاعت

انصار کے اوس اور خزرج کے گھرانوں میں اسلام پھیلنے لگا۔ سعد بن معاذؓ اور اُسید بن حضیرؓ نے اسلام قبول کیا۔ یہ دونوں اپنی اپنی قوم کے سردار تھے۔ ان کا تعلق اوس کے قبیلے بنی عبدالاشہل سے تھا۔ یہ حضرات پہلے سے مسلمان ہونے والوں کی حکمت عملی مہربانی و شفقت اور حضرت مصعب بن عمیرؓ کی دعوت کے باعث مسلمان ہوگئے۔ آخر میں بنو عبدالاشہل کا سارا قبیلہ مسلمان ہوگیا۔ انصار کا ایسا کوئی گھر باقی نہ رہا جس میں مسلمان مرد اور عورتیں نہ ہوں۔

بیعت عقبہ ثانیہ

حضرت مصعب بن عمیرؓ اگلے سال مکہ واپس آگئے اور انصار کے کچھ مسلمان بھی اپنی قوم کے حاجیوں کے ساتھ سفر پر نکل پڑے۔ ان کی قوم کے لوگ ابھی تک مشرک تھے۔ جب یہ لوگ مکہ پہنچے تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عقبہ میں ملاقات کا وقت

مقرر کیا۔ جب یہ لوگ حج سے فارغ ہو گئے' رات کی ایک تہائی وقت گزر چکا ہو گا جب یہ لوگ عقبہ کی گھاٹی میں اکٹھے ہوئے۔ تعداد میں یہ لوگ ۷۳ آدمی تھے۔ ان میں دو عورتیں بھی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ آپ کے ساتھ آپ کے چچا عباس بن عبدالمطلبؓ تھے۔ وہ ابھی تک اپنی قوم ہی کے دین پر تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے بات کی اور قرآن کی تلاوت فرمائی' اللہ سے دعا کی اور اسلام کی ترغیب دی۔ پھر فرمایا: میں اس بات پر تم سے بیعت لیتا ہوں کہ تم میرا دفاع اپنے بیوی بچوں کے دفاع کی طرح کرو گے۔ ان لوگوں نے آپ ﷺ سے بیعت کی۔ انہوں نے آپ سے اس بات کا بھی پختہ عہد لیا کہ آپ ﷺ ان کو چھوڑ کر اپنی قوم میں واپس نہیں آئیں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس بات کا ان سے وعدہ کیا اور فرمایا کہ: ''میں تمہارا ہوں اور تم میرے ہو''۔ جس کے خلاف تمہاری جنگ ہوگی، میں بھی ان سے برسرِ پیکار رہوں گا اور جن سے تمہاری صلح ہوگی، میں بھی ان کے ساتھ صلح کرونگا۔

رسول اللہ ﷺ نے ان میں سے بارہ نقیب منتخب کئے، نو خزرج میں سے اور تین اوس میں سے۔

مدینہ کی طرف ہجرت کا اذن

جب انصار کے اس خاندان نے رسول اللہ ﷺ سے اسلام، ان کی اور ان کے پیروکاروں کی مدد کرنے پر بیعت کی تو مسلمانوں کی کچھ تعداد نے ان کے ہاں جا کر پناہ لی۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہؓ کو اور جو مسلمان لوگ آپ ﷺ کے ساتھ مکہ میں تھے' مدینہ نکل جانے اور اپنے بھائیوں کے ساتھ جا ملنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ عزوجل نے تمہارے لئے کچھ بھائی بند اور گھر بنا دیئے کہ تم وہاں جا کر امن سے رہو۔ چنانچہ لوگ گروہوں کی شکل میں ایک دوسرے کے پیچھے نکل کھڑے ہوئے۔

رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مکہ سے نکلنے اور مدینہ کی طرف ہجرت کا اذن ملنے کے انتظار میں مکہ میں ٹھہرے رہے۔

مکہ سے مسلمانوں کی ہجرت کوئی آسان اور سہل بات نہ تھی جسے سن کر قریش خوشی سے اور ہلکے پیٹوں برداشت کر لیتے بلکہ وہ تو مکہ سے مدینہ جانے کے راستے میں رکاوٹیں کھڑی کر رہے تھے اور ہجرت کرنے والوں کو طرح طرح کی آزمائش سے دوچار کررہے تھے۔ مہاجرین کے ذہن سے مشرکین کی بدسلوکی کی یہ سوچ الگ نہیں ہوسکتی تھی۔ لیکن وہ مکہ میں رہنے کو بھی ترجیح نہیں دیتے تھے۔ ان میں بعض تو مجبوراً بیوی بچوں کو مکہ میں چھوڑ رہے تھے اور اکیلے ہی سفر پر نکل جاتے تھے جیسا کہ حضرت ابوسلمہؓ نے کیا اور بعض لوگ اپنی عمر بھر کی کمائی سے دستبردار ہو کر نکل کھڑے ہوتے جیسا کہ حضرت صہیبؓ نے کیا۔

حضرت عمر بن الخطاب، حضرت طلحہ، حضرت حمزہ، حضرت زید بن حارثہ، عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت زبیر بن العوام، حضرت ابوحذیفہ اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہم اور کچھ دوسرے لوگوں نے ہجرت کی اور مکہ میں محبوس و مجبور لوگوں کے علاوہ حضرت علی بن ابی طالبؓ اور حضرت ابوبکر بن ابی قحافہؓ کے بغیر اور کوئی نہ رہا۔

رسول اللہ ﷺ کے خلاف قریش کی آخری سازش اور اس ارادے میں ان کی نامرادی

جب قریش نے دیکھا کہ مدینہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھی اور انصار پیدا ہو گئے اور ان پر قریش کا کوئی بس نہیں چلتا تو انہیں رسول اللہ ﷺ کے مدینہ کی طرف نکل جانے کا خوف لاحق ہوا اور انہیں اس بات کا پتہ چل گیا کہ اگر ایسا ہو گیا تو پھر ان کے لئے کوئی چارۂ کار نہ رہے گا۔ چنانچہ وہ دارالندوہ میں جمع ہو گئے یہ قصی بن کلاب کا

گھر تھا۔ قریش اس گھر کے بغیر کسی جگہ کسی بات کا کوئی فیصلہ نہ کرتے تھے۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں یہاں مشورہ کرنے لگے کہ کیا کریں۔ اس اجتماع میں قریش کے اکابر اور اشراف شریک ہوئے۔

بالآخر ان کی رائے یہ قرار پائی کہ ہر قبیلے میں سے ایک ایک جوان بہادر مضبوط اور صاحب نسب آدمی لیا جائے اور وہ رسول اللہ ﷺ پر حملہ کریں اور اکٹھے ہو کر یکبار ایک ہی وار میں نعوذ باللہ آپ ﷺ کا کام تمام کریں۔ اس طرح رسول اللہ ﷺ کے خون کا بدلہ قبائل میں تقسیم ہوگا اور بنو عبد مناف اپنی پوری قوم کے خلاف جنگ نہیں کر سکیں گے۔ اسی رائے پر قوم منتشر ہو کر چلی گئی اور وہ اس فیصلے پر متفق ہوئے۔

اللہ نے اپنے رسول کو اس سازش کی اطلاع دے دی۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی بن ابی طالبؓ کو حکم دیا کہ وہ آپ ﷺ کی چادر اوڑھ کر آپ ﷺ کے بستر پر سوئیں اور فرمایا کہ تمہیں کوئی ناگوار بات پیش نہیں آئے گی۔

قوم قریش رسول اللہ ﷺ کے دروازے پر جمع ہوگئی اور حملہ کرنے کے لئے تیار تھی۔ آپ ﷺ نے مٹھی بھر مٹی ہاتھ میں لی، اللہ تعالیٰ نے دشمنوں کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا۔ آپ ﷺ یہ مٹی ان کے سروں پر ڈالتے گئے اور سورۂ یٰس کی آیات اس قول خداوندی تک تلاوت فرماتے گئے: فَاَغْشَيْنَاهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ۔

دشمنوں کی جماعت کے پاس ایک آنے والا آیا اور کہا کہ تم یہاں کس کا انتظار کر رہے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم محمد کے انتظار میں ہیں اس نے ان سے کہا کہ اللہ نے تمہیں نامراد کر دیا۔ قسم بخدا وہ تو نکل گئے اور اپنی ضرورت یعنی منزل کو چل دیئے۔ وہ اوپر چڑھے، انہوں نے بستر میں ایک شخص سویا ہوا پایا۔ انہیں اس بات کا کوئی شک نہ ہوا کہ یہ شخص رسول اللہ نہیں۔ جب صبح ہوئی اور حضرت علیؓ بستر سے کھڑے ہوئے تو انہیں بہت سخت خجالت ہوئی اور کھسیانے ہو کر وہاں سے واپس چل دیئے۔

رسول اللہ ﷺ کی ہجرت مدینہ

رسول اللہ ﷺ حضرت ابو بکرؓ کے پاس شریف لائے اور ان سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے مکہ سے نکلنے اور ہجرت کی اجازت دے دی ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا کہ ''ساتھ'' یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا کہ ''آپ ساتھ ہوں گے''۔ حضرت ابو بکرؓ خوشی سے رو پڑے۔ حضرت ابو بکرؓ نے دو سواریاں پیش کیں جو انہوں نے اس سفر کے لئے تیار کر رکھی تھیں۔ آپ نے عبداللہ بن اُریقط کو اجرت پر ساتھ لے لیا تا کہ وہ راستے کی رہنمائی کرے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ کو مکہ میں پیچھے رہ جانے کا حکم دیا تا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جمع لوگوں کی امانتیں انہیں واپس پہنچا دیں۔ مکہ میں ایسا کوئی نہ تھا جس کے پاس کوئی چیز ہو اور جس کی حفاظت کا اسے خطرہ ہو تو وہ اپنی چیز رسول اللہ ﷺ کے پاس بطور امانت نہ رکھتا ہو۔ لوگ آپ کی صداقت و امانت کے پیش نظر ایسا کرتے تھے۔

غارِ ثور میں

رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ چھپتے چھپاتے مکہ سے نکلے، حضرت ابو بکرؓ نے اپنے بیٹے عبداللہ کو حکم دیا کہ وہ مکہ میں ان دونوں کے بارے میں لوگوں کی باتوں کی سن گن رکھے کہ لوگ ان کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ انہوں نے اپنے غلام عامر بن فہیر کو حکم دیا کہ وہ دن کو ان کی بکریاں چرایا کرے اور رات کے وقت بکریوں کو ان کے پاس لایا کرے۔ حضرت اسماء بنت ابو بکرؓ ان کے لئے کھانا لاتی تھیں۔

رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ نے غار ثور کا رخ کیا اور رسول اللہ ﷺ سے پہلے حضرت ابو بکرؓ غار ثور میں داخل ہو گئے۔ انہوں نے غار کو دیکھا بھالا مبادا غار میں ایسی کوئی موذی چیز ہو جو رسول اللہ ﷺ کو اذیت دے۔ اس کے بعد انہوں نے رسول اللہ

ﷺ کو اندر بلایا۔ اسی دوران اللہ تعالیٰ نے ایک مکڑی بھیج دی جس نے غار اور غار کے دہانے پر واقع درخت کے درمیان جالا تن دیا جس سے رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ اس کی اوٹ میں ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے دو جنگلی کبوتروں کو حکم دیا وہ پھڑ پھڑاتے ہوئے آئے اور مکڑی کے جالے اور درخت کے بیچ آ رہے۔

مشرکوں نے رسول اللہ ﷺ کا پیچھا کیا۔ جب وہ کوہِ ثور پر پہنچے تو انہیں اشتباہ ہو گیا۔ وہ پہاڑ پر چڑھے اور غار کے پاس سے گزرے تو انہوں نے دیکھا کہ غار کے دروازے پر مکڑی کا جالا تنا ہوا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگر یہاں اس غار میں کوئی داخل ہوا ہوتا تو دروازے پر مکڑی کا جالا تنا ہوا نہ ہوتا۔

لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا

جب رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ غار کے اندر تھے تو حضرت ابوبکرؓ کو مشرکوں کے آثار نظر آئے اور کہا: یا رسول اللہ! ان میں سے اگر کسی ایک نے بھی پاؤں اونچا کیا تو ہم ان کو نظر آ جائیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارا ان دو آدمیوں کے بارے میں کیا خیال ہے جن کا تیسرا خود اللہ ہے۔ اسی کے متعلق قول خداوندی ہے:

ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي	آپ دو میں سے دوسرے تھے جب
الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا	آپ دونوں غار میں تھے جب آپ
تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا	اپنے ہمراہی سے کہہ رہے تھے کہ تو غم
(التوبة ٤٠)	نہ کر یقیناً اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

رسول اللہ کے پیچھے سراقہ کا سوار ہو کر نکلنا اور اس کے ساتھ پیش آنے والا ماجرا

قریش نے آپ ﷺ کے ہاتھ سے نکل جانے کے بعد آپ کو تلاش کر کے واپس

لانے والے کے لئے دوسواونٹنیوں کا انعام مقرر کیا۔ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ تین راتیں غار میں رہے۔ اس کے بعد چل پڑے' ان کے ساتھ عامر بن فہیر تھا۔ یہ مشرکوں کا بدرقہ تھا جس کو رسول اللہ نے اجرت پر ساتھ لیا تھا۔ وہ آپ کو ساحلی راستہ سے لے آیا۔

دوسواونٹوں کے لالچ نے سراقہ بن مالک بن جُعشم کو رسول اللہ ﷺ کا پیچھا کرنے اور آپ کو قریش کے حوالے کرنے پر آمادہ کیا۔ چنانچہ وہ گھوڑے پر سوار ہو کر آپ ﷺ کا پیچھا کرنے دوڑتا ہوا چلا۔ اس کا گھوڑا بدکا اور اس نے ٹھوکر کھائی اور وہ گھوڑے سے گر گیا۔ اس نے پیچھے ہٹنے سے انکار کیا اور آپ کے تعاقب میں پھر گھوڑے پر سوار ہوا۔ گھوڑے نے دوبارہ ٹھوکر کھائی اور وہ گھوڑے سے نیچے گرا۔ لیکن وہ اب بھی باز نہ آیا اور تعاقب جاری رکھنے کے لئے دوبارہ گھوڑے پر سوار ہوا۔ جب اسے یہ لوگ نظر آگئے اور اس نے انہیں دیکھ لیا تو گھوڑے نے تیسری مرتبہ ٹھوکر کھائی اور اس کے دونوں پاؤں زمین میں دھنس گئے اور سراقہ گھوڑے سے گر پڑا۔ اور ان کے پیچھے آندھی کی طرح دھواں اٹھا۔

جب سُراقہ نے یہ کچھ دیکھا تو جان لیا کہ رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کی حمایت و حفاظت میں ہیں۔ اور لامحالہ وہ غالب ہو کر رہیں گے تو اس نے انہیں آواز دی اور کہا کہ میں سراقہ بن جُعشم ہوں۔ میرا انتظار کیجئے میں آپ سے کچھ بات کروں گا۔ اللہ کی قسم! آپ کو میری طرف سے کوئی گزند نہیں پہنچے گی۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا کہ سراقہ سے پوچھو' وہ ہم سے کیا چاہتا ہے؟ سُراقہ نے جواب دیا کہ مجھے ایک تحریر دیجئے جو میرے اور آپ کے درمیان ایک نشانی رہے۔ چنانچہ عامر بن فہیر نے اسے کسی رقعہ پر تحریر لکھ دی۔

سراقہ کے ہاتھوں میں کسریٰ کے کنگن

رسول اللہ ﷺ نے سراقہ سے کہا: سراقہ تیری اس وقت کیا شان ہوگی جب تو کسریٰ کے دونوں کنگن اپنے ہاتھوں میں پہنے گا؟ یہی ہوا۔ جب ایران کی فتح کے بعد حضرت عمرؓ کے پاس کسریٰ کے دو کنگن، ہار اور اس کا تاج لائے گئے تو حضرت عمرؓ نے سراقہ کو بلا بھیجا اور اسے وہ دو کنگن پہنائے۔

سراقہ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں زادِ راہ کا سامان پیش کیا لیکن رسول اللہ ﷺ نے یہ قبول نہیں کیا۔ اور اسکے علاوہ اور کچھ نہ فرمایا کہ "ہم سے پوشیدہ ہو جاؤ"۔

ایک مبارک شخص

آپ اپنے اس سفر میں اُمِ معبد الخزاعیۃ کے پاس سے گزرے۔ اس کے پاس ایک بکری تھی جو کمزوری کی وجہ سے دوسری بکریوں سے پیچھے رہ گئی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے دستِ مبارک سے اس کے تھنوں کو چھوا اور بسم اللہ پڑھ کر دعا کی تو بکری نے دودھ دیا۔ آپ ﷺ نے اس عورت کو دودھ پلایا اور آپ کے ساتھیوں نے پیا۔ جب وہ پیٹ بھر کر پی چکے تو پھر آپ ﷺ نے خود نوش فرمایا آپ ﷺ نے بکری سے دوبارہ اتنا دودھ دوہا کہ برتن بھر گیا۔

جب اُمِ معبد کا خاوند ابو معبد گھر لوٹا اور اس نے ماجرا پوچھا تو ام معبد نے کہا کہ قسم بخدا ہمارے پاس سے ایک بابرکت آدمی گزرا۔ اس کی باتیں اس طرح کی تھیں، اس طرح اس نے بڑی خوبصورتی سے آپ کا وصف بیان کیا تو ابو معبد نے کہا کہ میری رائے میں یہ شخص قریش کا وہی شخص ہے جس کی قریش کو تلاش ہے۔

بدرقہ انہیں لے کر برابر چلتا رہا یہاں تک کہ اس نے انہیں قبا پہنچا دیا۔ جو مدینہ کے اطراف میں واقع ہے۔ یہ ۱۲ ربیع الاوّل، پیر کے دن کی بات ہے یہ دن اسلامی کیلنڈر کا آغاز بنا۔

مدینہ شریف میں

مدینہ میں رسول اللہ ﷺ کے استقبال کا منظر

انصار نے رسول اللہ ﷺ کے مکہ معظمہ سے نکلنے کی خبر سن لی وہ عید کے چاند کے انتظار سے بھی زیادہ بیقراری کے ساتھ آپ ﷺ کا انتظار کرنے لگے۔ وہ صبح فجر کی نماز پڑھ کر مدینہ کے اطراف میں جا نکلتے اور رسول اللہ ﷺ کا انتظار کرتے رہتے۔ تب تک وہاں سے نہ ہلتے جب تک کہ سورج انہیں سائے میں جانے پر مجبور نہ کر دیتا۔ یعنی کڑکتی دھوپ تک وہ انتظار کرتے رہتے۔ پھر وہ اپنے گھروں کے اندر داخل ہوتے۔ ان دنوں گرمی کا موسم تھا اور سخت گرمی تھی۔

رسول اللہ ﷺ اس وقت پہنچے جس وقت لوگ گھروں میں داخل ہو چکے تھے۔ یہود دیکھ رہے تھے کہ انصار کیا کر رہے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کو جس شخص نے سب سے پہلے دیکھا وہ ایک یہودی تھا۔ وہ چیخ کر بلند آواز سے پکارا اور انصار کو رسول اللہ ﷺ کے پہنچنے کی اطلاع دی۔ انصار رسول اللہ ﷺ کی طرف بڑھے۔ آپ ﷺ ایک کھجور کے درخت کے سائے میں بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کے ساتھ حضرت ابو بکرؓ تھے۔ وہ آپ ﷺ ہی کی عمر کے تھے۔ انصار کے اکثر لوگوں نے رسول اللہ کو پہلے نہیں دیکھا تھا۔ لوگوں کا ہجوم ہو گیا۔ وہ آپ ﷺ میں اور حضرت ابو بکرؓ میں تمیز نہ کر سکتے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ نے اس بات کو بھانپ لیا۔ چنانچہ وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنی

چادر سے آپ ﷺ پر سائے کیے رہے۔ اس سے لوگوں کو حقیقت کا پتہ چل گیا۔
آپ ﷺ کی تشریف آوری پر مسلمانوں نے خوشی کے مارے اللہ اکبر کا نعرہ مارا۔ انہیں رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری پر جو خوشی اور مسرت ہوئی ساری عمر نہ ہوئی تھی۔ یہاں تک کہ عورتیں بچے اور لونڈیاں بھی کہتیں کہ یہ رسول اللہ ہیں۔ آپ تشریف لے آئے ہیں۔ یہ رسول اللہ ہیں۔ آپ تشریف لے آئے ہیں۔ انصار کی لڑکیاں خوشی اور سرور کے عالم میں یہ شعر پڑھتی تھیں:

اَشْرقَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا مِنْ ثَنِيَّاتِ الوَدَاع
وَجَبَ الشُّكْر عَلَيْنَا مَا دَعَا لِلّٰهِ دَاع
اَيها المبعوث فينا جئت بالأمر المطاع

حضرت انس بن مالکؓ کا کہنا ہے کہ جو اس وقت ابھی کمسن لڑکے تھے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی مدینہ میں تشریف آوری کا منظر دیکھا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کی ہمارے ہاں تشریف آوری کے دن سے زیادہ اچھا اور روشن دن کبھی نہیں دیکھا۔

مسجد قبا اور مدینہ میں پہلا جمعہ

رسول اللہ ﷺ قباء میں چار دن قیام پذیر رہے۔ اور وہاں ایک مسجد کی بنیاد رکھی۔

رسول اللہ ﷺ حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے گھر میں

رسول اللہ ﷺ مدینہ کی طرف نکل پڑے۔ راستہ میں لوگ یکے بعد دیگرے گروہوں کی شکل میں ملتے گئے اور آپ ﷺ کی اونٹنی کی مہار پکڑ کر آپ سے اپنے ہاں اقامت کی درخواست کرتے رہے۔ آپ ﷺ فرماتے کہ "اس کا راستہ چھوڑ دو یہ مأمور ہے" یعنی اسے جہاں ٹھہرنے کا اللہ کی طرف سے حکم ہے وہاں ٹھہرے گی۔ یہ صورت حال کئی دفعہ پیش آئی۔ تا آنکہ بنی مالک بن نجار کا گھر آ گیا۔ اونٹنی اس جگہ بیٹھ

گئی جہاں ان دنوں مسجد نبوی کا دروازہ ہے۔ ان دنوں یہ جگہ مربد یعنی کھجوریں سکھانے کی جگہ تھی یہ لوگ رسول اللہ کے ننھیالی رشتہ دار تھے۔

رسول اللہ ﷺ اونٹنی سے نیچے اترے۔ حضرت ابوایوب (خالد بن زید النجاری) نے آپ کی سواری کا سامان اٹھایا اور اپنے گھر کے اندر رکھا اور رسول اللہ انہی کے ہاں اُترے۔ حضرت ابوایوبؓ نے آپ کی مہمان نوازی اور تعظیم و اکرام میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ خود مکان کی نچلی منزل میں آ گئے۔ حضرت ابوایوبؓ کو یہ بات ناگوار گزری کہ وہ خود اوپر والی منزل میں رہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابوایوبؓ! ہمارے لئے اور ہمارے پاس آنے والوں کیلئے یہ زیادہ مناسب ہے کہ ہم نچلی منزل میں رہیں

مسجد نبوی اور گھروں کی تعمیر

رسول اللہ ﷺ نے دو لڑکوں کو بلایا اور مربد کے بارے میں ان سے خریدنے کے لئے سودا کرنا چاہا تا کہ آپ ﷺ وہاں مسجد تعمیر کریں۔ ان دونوں لڑکوں نے جواب دیا کہ اے اللہ کے رسول! ہم یہ زمین آپ کو ہبہ کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے بطور ہبہ یہ زمین لینے سے انکار فرمایا۔ آپ نے ان سے یہ زمین قیمتاً خریدی اور وہاں مسجد بنائی۔

مسجد کی تعمیر میں رسول اللہ ﷺ نے خود کام کیا آپ اینٹیں اٹھاتے رہے، مسلمان آپ ﷺ کی اقتداء کرتے رہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے:

اَللّٰھُمَّ اِنَّ الْاَجْرَ اَجْرَ	اے اللہ! آخرت کا اجر ہی حقیقی اجر
الْاٰخِرَۃَ فَارْحَمِ الْاَنْصَارَ	ہے۔ اے اللہ! انصار اور مہاجرین پر
وَالْمُھَاجِرَۃَ	رحم فرما۔

مسلمان خوش و خرم اور مسرور تھے اور سعادت محسوس کرتے تھے، شعر پڑھتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ حضرت ابوایوب انصاریؓ کے گھر میں سات ماہ تک رہے تا آنکہ آپ ﷺ کی مسجد اور آپ ﷺ کیلئے گھر تعمیر ہو گئے تو آپؐ اپنے گھر میں منتقل ہو گئے۔

مہاجرین رسول اللہ ﷺ سے آملے۔ انمیں سے مکہ میں کوئی شخص بھی نہ رہا۔ انصار کے گھروں میں سے کوئی گھر ایسا نہ بچا جسکے رہنے والوں نے اسلام قبول نہ کیا ہو

مہاجرین اور انصار کے مابین مواخاۃ

رسول اللہ ﷺ نے مہاجرین اور انصار میں بھائی چارہ قائم کیا رسول اللہ ﷺ نے ان کے درمیان باہمی ہمدردی و غمگساری کے لئے ان میں مواخاۃ قائم کی۔ انصار ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر مہاجرین کے ساتھ مواخاۃ اور بھائی چارہ قائم کر رہے تھے یہاں تک کہ نوبت قرعہ اندازی تک پہنچ گئی۔ انصار مہاجرین کو اپنے گھروں' ساز و سامان' مال و دولت' زمین اور مال مویشی میں اختیار دے رہے تھے اور انہیں اپنے آپ پر ترجیح دے رہے تھے۔

انصاری مہاجر بھائی سے کہتا کہ میرے مال کا نصف دیکھ اور لے لے، تو مہاجر اسے کہتا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے مال و اہل میں برکت دے۔ مجھے منڈی کا راستہ بتا دو' انصار کی طرف سے ایثار و قربانی کا مظاہرہ ہو رہا تھا تو مہاجرین کی طرف سے پاک دامنی و پاکیزگی اور عزت نفس کا اظہار۔

انصار و مہاجرین کے درمیان رسول اللہ ﷺ کی دستاویز اور یہود کے ساتھ معاہدہ

رسول اللہ ﷺ نے انصار اور مہاجرین کے درمیان مواخاۃ کی دستاویز تحریر کی اس میں یہود کے ساتھ مصالحت کا معاہدہ کیا کہ وہ اپنے دین پر رہیں گے۔ اپنے اموال اور جائیدادوں کے مالک ہوں گے اور ان کے ساتھ کچھ باہم شرائط طے کیں۔

اذان کی ابتداء

رسول اللہ ﷺ کو جب مدینہ میں اطمینان نصیب ہوا اور اسلام کا نظام مستحکم ہوا۔ لوگ نماز کیلئے بغیر کسی بلاوے کے آپ کے پاس نماز کے اوقات میں آتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کو اعلان اور بلاوے کے وہ طریقے پسند نہ آئے جو یہود اور نصاریٰ کے ہاں مروج تھے جس میں بوق یعنی بگل، ناقوس یعنی نرسنگا اور آگ روشن کرنا شامل تھے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اذان کے شرف سے نوازا۔ بعض صحابہؓ نے خواب میں طریق اذان دیکھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس طریقے کو مقرر فرمایا اور مسلمانوں کو بلانے کیلئے اذان کی ابتداء ہوگئی اذان دینے کیلئے حضرت بلالؓ بن رباح الحبشی کو مقرر کیا گیا۔ وہ موذن رسول اللہ ﷺ بن گئے اور قیامت تک کیلئے امام المؤذنین قرار پائے۔

مدینہ میں منافقین کا ظہور

مدینہ میں اسلام تیزی سے پھیلنے لگا۔ یہود کے بعض احبار اور علماء نے بھی اسلام قبول کیا مثلاً عبداللہ بن سلامؓ۔ اس سے یہود میں اور اس شخص کے دل میں حسد کی لہر دوڑ گئی جو مدینہ کی حکومت کے خواب دیکھ رہے تھے، اپنی تاجپوشی، اختیار و اقتدار اور بلا شرکت غیرے حکومت کے خواب دیکھ رہے تھے۔ مثلاً عبداللہ بن اُبی بن سَلُول، اس شخص کے لئے ان سب باتوں کی پوری تیاری ہو چکی تھی کہ اسلام آیا اور لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہونے لگے تو جس کسی کے دل میں مرض تھا اور حکمرانی و اقتدار کی ہوس یا خواہش تھی، اسے حسد ہونے لگا۔ ان میں کچھ اعلانیہ دشمن تھے اور کچھ در پردہ پوشیدہ اور چھپے ہوئے منافق تھے۔

تحویلِ قبلہ

رسول اللہ ﷺ اور مسلمان بیت المقدس کے قبلے کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھتے

تھے اور یہ صورت حال سولہ ماہ تک قائم رہی۔ مدینہ آنے کے بعد رسول اللہ کی خواہش تھی کہ قبلہ کعبہ شریف کی طرف موڑا جائے۔ مسلمان عرب تھے، کعبہ کی محبت ان کی گھٹی میں پڑی تھی اور ان کے رگ وپے میں پیوست تھی۔ وہ کسی دوسرے گھر کو کعبہ کے برابر نہیں سمجھتے تھے اور نہ ہی کسی قبیلے کو حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ کے قبیلے کے برابر جانتے تھے۔ ان کا دل چاہتا تھا کہ قبلہ کعبہ کی طرف موڑا جائے۔ بیت المقدس کو قبلہ بنانے میں مسلمان محنت اور مشقت سمجھتے تھے۔ لیکن انہوں نے اسے بسر وچشم قبول کرلیا تھا۔ انہوں نے یہ کہا تھا:

آمَنَّا بِهٖ كُلٌّ مِنْ عِنْدِ رَبِّنَا	ہم ایمان لائے، سب کچھ ہمارے رب کی طرف سے ہے

وہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اور اللہ کے اوامر کی فرمانبرداری کے بغیر اور کچھ نہ جانتے تھے، اس بات کا لحاظ کئے بغیر کہ یہ کام ان کی خواہشات کے مطابق ہے یا نہیں اور ان کی روایات کے موافق ہے یا نہیں۔

جب اللہ تعالیٰ نے انہیں تقویٰ اور اللہ کے احکام کی فرماں برداری میں آزمالیا، تو اس نے اپنے رسول اور مسلمانوں کو کعبہ کی طرف پھیر دیا۔ قرآن کریم میں ہے:

كَذٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ اُمَّةً وَسَطًا لِتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا، وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِيْ كُنْتَ عَلَيْهَا اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ، وَاِنْ	ہم نے تم کو ایک ایسی جماعت بنا دیا جو ہر سو اعتدال پر ہے تاکہ تم مخالف لوگوں کے مقابلہ میں گواہ ہو اور تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ گواہ ہوں اور جس سمت قبلہ پر آپ رہ چکے ہیں (یعنی بیت المقدس) وہ تو محض اس لئے تھا تاکہ ہم جان لیں کہ کون رسول کی اتباع اختیار کرتا ہے اور کون پیچھے ہٹتا ہے اور یہ

كَانَتْ لَكَبِيْرَةً اِلَّا عَلَى الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ ۝ — قبلے کا بدلنا منحرف لوگوں پر بڑا بھاری ہے مگر جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت فرمائی ہے۔

مسلمانوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کی اطاعت کرتے ہوئے کعبہ کی طرف منہ پھیر لیا۔ اور کعبہ قیامت تک کے لئے مسلمانوں کا قبلہ قرار پایا۔ مسلمان جہاں کہیں بھی تھے انہوں نے کعبہ کی سمت اپنا رخ موڑ دیا۔

مدینہ میں مسلمانوں کے ساتھ قریش کی شرارت اور چھیڑ چھاڑ

مدینہ میں جب اسلام جڑیں پکڑ گیا اور قریش کو یہ پتہ چل گیا کہ مسلمان پھل پھول رہے ہیں، ہر روز اسلام کی قوت و طاقت اور نشر و اشاعت میں اضافہ ہو رہا ہے تو اس وقت انہوں نے مسلمانوں کے خلاف دشمنی اور جنگ کے لئے آستینیں چڑھا لیں دوسری طرف اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو صبر، عفو اور درگزر کی تلقین کر رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا کہ:

كُفُّوْا اَيْدِيَكُمْ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ — تم اپنے ہاتھ روکے رکھو اور نماز قائم کرو

قتال کا حکم

جب اسلام کی شان و شوکت بڑھی اور بازو مضبوط ہو گئے تو انہیں قتال کی اجازت دے دی گئی لیکن قتال ان پر فرض قرار نہیں دیا گیا، چنانچہ ارشاد ہوا:

اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا. وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرٌ — اب لڑنے کی ان لوگوں کو اجازت دے دی گئی جن سے کافروں کی طرف سے لڑائی کی جاتی ہے اور اس وجہ سے کہ ان پر بہت ظلم ہوا ہے اور بیشک اللہ

ان کی مدد پر قادر ہے۔

سرایا ءاور غزوۂ ابواء

رسول اللہ ﷺ نے قبائل کی طرف اور اطراف میں فوجی دستے اور جماعتیں بھیجنا شروع کر دیا۔ ان میں زیادہ تر جنگ کی نوبت نہیں آتی تھی، صرف معمولی جھڑپیں ہوتی تھیں۔ اس کا یہ فائدہ ہوا کہ اس سے مشرکین کے دلوں پر رعب پڑ گیا اور اس سے اسلام کی شان و شوکت اور دبدبہ کا اظہار ہوتا رہا۔

رسول اللہ ﷺ نے بذات خود غزوۂ ابواء کی لڑائی لڑی۔ یہ پہلا غزوہ تھا جو آپ نے خود کیا۔ اس کے بعد جھڑپوں اور غزوات کا سلسلہ شروع ہوا۔

رمضان کے روزوں کی فرضیت

ہجرت کے دوسرے سال روزے فرض کئے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے حکم نازل فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ

(البقرة ۱۸۳)

اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے جس طرح تم سے پہلی امتوں پر فرض کئے گئے تھے اس توقع پر کہ تم (روزے کی بدولت رفتہ رفتہ) متقی بن جاؤ۔

دوسرا حکم نازل ہوا:

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ أُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَى وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ

(البقرہ ۱۸۵)

ماہ رمضان جس میں قرآن مجید اتارا گیا ہے جو لوگوں کے لئے ذریعہ ہدایت، واضح دلائل اور حق و باطل کو الگ الگ کرنے والا ہے جو کوئی تم میں سے اس ماہ میں موجود ہو وہ اس کے روزے رکھے۔

بدر کا فیصلہ کن معرکہ

رمضان سنہ ۲ ہجری میں بدر کا بڑا معرکہ پیش آیا اس غزوہ کو اللہ تعالیٰ نے 'یوم الفرقان' کا نام دیا چنانچہ ارشاد باری ہے:

اِنْ کُنْتُمْ آمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَا اَنْزَلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا یَوْمَ الْفُرْقَانِ یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعَانِ (الانفال: ٤١)

اگر تم اللہ پر یقین رکھتے ہو اور اس چیز پر جس کو ہم نے اپنے بندے محمد ﷺ پر فیصلہ کے دن نازل کیا جس دن دونوں جماعتیں باہم مقابل ہوئیں۔

اس غزوہ کی پوری تفصیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو پتہ چل گیا کہ ابوسفیان شام سے قریش کے لئے ساز و سامان لے کر ایک بہت بڑے قافلے کے ساتھ آ رہا ہے۔ اس قافلے میں قریش کے اموال اور تجارتی سامان تھا۔ مسلمانوں اور مشرکین قریش کے درمیان حالت جنگ برقرار تھی۔ قریش اسلام کے خلاف اور مسلمانوں کی قوت کو کمزور کرنے کے لئے اموال اور اپنا سارا سرمایہ خرچ کر رہے تھے۔ ان کے فوجی دستے مدینہ کی مسجدوں اور چراگاہوں تک یلغار کرتے پہنچ رہے تھے۔

جب رسول اللہ ﷺ نے سنا کہ ابوسفیان یہ قافلہ لے کر شام سے آ رہا ہے جو اسلام کا بدترین دشمن تھا تو رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو ابوسفیان کی طرف نکلنے کی ترغیب دی۔ لیکن اس کام کے لئے کوئی بڑی تیاری یا اہتمام نہیں کیا کیونکہ معاملہ تجارتی قافلے کا تھا۔ فوج کا نہ تھا۔ ابوسفیان کو رسول اللہ ﷺ کے اس کی طرف نکلنے کا پتہ چل گیا اور

اطلاع مل گئی۔ اس نے مکہ پیغام بھیجا کہ اس کی مدد کے لئے اور اسے مسلمانوں سے بچانے کیلئے چارہ کریں۔ لوگوں تک ابوسفیان کی مدد کی فریاد پہنچ گئی۔ وہ پوری طرح تیار تھے وہ فوراً اٹھے۔ ابولہب کے سوا ان کے سب اشراف اور بڑے بڑے سرداروں میں کوئی بھی پیچھے نہ رہا۔ سب شریک ہوئے، ابولہب نے اپنے بدلے دوسرا آدمی دیا۔

انصار کا ردِّ عمل اور ان کی جاں نثاری

جب رسول اللہ ﷺ کو قریش کے خروج کی اطلاع ملی تو آپ نے صحابہؓ یعنی انصار سے مشورہ کیا کیونکہ انہوں نے اس بات پر آپ ﷺ سے بیعت کی تھی کہ وہ اپنے علاقے میں آپ کا دفاع کریں گے۔ جب آپ نے مدینہ سے نکلنے کا ارادہ کیا تو اپنی تیاری اور ساز و سامان کا جائزہ لینا چاہا۔ آپ ﷺ نے مہاجرین سے بات کی، انہوں نے ارادے کو سراہا۔ آپ نے ان سے دوبارہ مشورہ پوچھا تو انہوں نے بات کی اور اس ارادے کو سراہا۔ آپ نے تیسری مرتبہ مشورہ طلب کیا تو انصار نے بھانپ لیا کہ اشارہ ان کی طرف ہے۔ حضرت سعد بن معاذؓ نے فوراً جواب دیا۔ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! معلوم ہوتا ہے آپ ﷺ کا اشارہ ہماری طرف ہے۔ شاید آپ کو اس بات کا خدشہ ہے کہ انصار اپنے آپ کو اس بات کا پابند نہیں سمجھتے کہ وہ اپنی حدود سے باہر آپ کی مدد کریں۔ میں ان کی طرف سے جواب دیتا ہوں۔ آپ جس طرف چاہیں سفر کا ارادہ فرمائیں، جس کے ساتھ رشتہ جوڑنا چاہیں جوڑ لیں اور جس سے رشتہ منقطع کرنا چاہیں کر لیں۔ ہمارے اموال جس قدر چاہیں لے لیں اور جو چاہیں ہمیں عطا کریں۔ ہمارے لئے آپ ﷺ کا ہم سے لیا ہوا مال، ہمارے لئے چھوڑے ہوئے مال سے کہیں زیادہ محبوب ہوگا۔ آپ ہم کو جو حکم دینا چاہیں دے دیں، ہم آپ کے حکم کی تعمیل کریں گے۔ قسم بخدا اگر آپ یمن کی سرحد برک الغماد تک بھی چل نکلیں تو ہم

لازماً آپ کے ساتھ چلیں گے۔ اللہ کی قسم! اگر آپ ہمیں لے کر اس سمندر میں اُتریں تو ہم آپ کے ساتھ سمندر میں کود پڑیں گے۔

حضرت مقدادؓ نے آپ سے کہا: ہم آپ سے وہ کچھ نہ کہیں گے جو حضرت موسیٰؑ کی قوم نے حضرت موسیٰ سے کہا تھا کہ:

اِذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا اِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ.

آپ اور آپ کا رب چلے جائیں اور دونوں جنگ کریں، ہم تو یہیں بیٹھے رہیں گے۔

ہم تو آپ کے دائیں بائیں اور آپ کے سامنے اور پیچھے ہر طرف سے ہو کر لڑینگے۔

جب رسول اللہ ﷺ نے یہ سنا تو آپ کا چہرۂ مبارک چمک اٹھا۔ اور اپنے ساتھیوں کی باتیں سن کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا: ''چل پڑو اور خوش خبری پاؤ'' یعنی تمہیں فتح کی بشارت نصیب ہو۔

جہاد کے لئے لڑکوں کا ایک دوسرے سے مقابلہ اور شوقِ شہادت

جب مسلمان بدر کی طرف بڑھے تو عمیر بن ابی وقاصؓ نام کا ایک لڑکا نکلا۔ اس کی عمر سولہ برس کی تھی۔ اسے اس بات کا خدشہ تھا کہ نبی کریم ﷺ اسے بچہ سمجھ کر جہاد میں شرکت کے لئے قبول نہ کریں گے۔ وہ کوشش کرتا تھا کہ کوئی اسے دیکھنے نہ پائے' وہ چھپتا پھرتا تھا۔ اس کے بڑے بھائی سعد بن ابی وقاصؓ نے چھپنے کا سبب پوچھا تو اس نے جواب دیا کہ مجھے ڈر ہے کہیں رسول اللہ ﷺ مجھے واپس نہ کر دیں اور میں جہاد میں نکلنا چاہتا ہوں۔ ہو سکتا ہے اللہ مجھے شہادت نصیب کرے، صورت حال بھی یہی تھی۔

رسول اللہ ﷺ نے چاہا کہ اسے واپس لوٹا دیں کیوں کہ وہ ابھی جوان نہیں ہوا تھا۔ عمیر رو پڑا۔ رسول اللہ ﷺ کا دل پسیج گیا اور اسے اجازت دے دی اور عمیر غزوہ میں شہید ہو گیا۔

مسلمانوں اور کافروں کے درمیان تعداد اور سامان جنگ کا فرق

رسول اللہ ﷺ تین سو تیرہ آدمیوں کے ساتھ جلد ہی اور تیزی سے نکلے۔ آپ ﷺ کے پاس دو گھوڑے اور ستر اونٹ تھے۔ ایک ایک اونٹ پر دو دو تین تین آدمی باری باری سوار ہوتے۔ ان میں سپاہی اور سالار کا کوئی امتیاز نہ تھا۔ نہ افسر اور ماتحت میں کوئی فرق تھا۔ انہی میں خود رسول اللہ ﷺ، حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ اور بڑے بڑے صحابہؓ تھے۔

عمومی جھنڈا مصعب بن عمیرؓ کو دیا گیا۔ مہاجرین کا جھنڈا حضرت علی بن ابی طالبؓ کے حوالے ہوا۔ اور انصار کا جھنڈا حضرت سعد بن معاذؓ کو دیا گیا۔

جب ابوسفیان کو مسلمانوں کے نکلنے کا پتہ چل گیا تو اس نے رفتار سست کر دی اور ساحل سمندر کے ساتھ ہو چلا۔ جب اس نے دیکھا کہ وہ خطرے سے بچ نکلا ہے اور قافلہ بھی بچ گیا تو اس نے قریش کو لکھا کہ اب تم واپس چلے جاؤ۔ تم تو صرف قافلے کو بچانے کے لئے نکلے تھے اب تم واپسی کی تیاری کرو۔ ابو جہل جنگ کے سوا کسی بات پر راضی نہ ہوا۔ قریش کی تعداد ہزار سے زیادہ تھی۔ ان میں قریش کے بڑے بڑے سردار اور شہسوار اور بہادر دلاور تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ یہ رہا مکہ جس نے تمہاری طرف اپنے جگر گوشے پھینک دیئے ہیں۔

رات کے ایک حصے میں رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہؓ پانی کی طرف بڑھے اور انہوں نے حوض بنائے۔ رسول اللہ ﷺ نے پانی پر آنے والے کفار کو بھی پانی پینے کی اجازت دی۔

اس رات خدائے عزوجل نے بارش کر دی۔ کافروں کی طرف سے تو موسلا دھار بارش برسی، جس سے ان کے لئے آگے بڑھنا مشکل ہو گیا۔ بارش مسلمانوں کے لئے بارانِ رحمت ثابت ہوئی جس سے گرد و غبار بیٹھ گیا اور ریت سخت ہو گئی اور مسلمانوں

کے قدم جم گئے اور ان کے دل مطمئن ہو گئے۔قول خداوندی ہے:

وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُم مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُم بِهِ وَيُذْهِبَ عَنكُمْ رِجْزَ الشَّيْطَٰنِ وَلِيَرْبِطَ عَلَىٰ قُلُوبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْأَقْدَامَ	اور تم پر آسمان سے پانی برسادیا تھا، تاکہ اس پانی کے ذریعے سے تمہیں پاک کرے اور تم سے شیطانی وسوسہ کو دور کرے اور تمہارے دلوں کو مضبوط کرے اور تمہارے پاؤں جمادے۔

معرکہ کے لئے تیاری

رسول اللہ ﷺ کے لئے ایک چھپر سا بنایا گیا جو میدان جنگ سے بلند ایک ٹیلہ پر تھا جہاں سے میدانِ جنگ کا نقشہ دیکھا جاسکتا تھا۔آپ ﷺ میدانِ جنگ پر چلے پھرے اور اپنے دستِ مبارک سے اشارہ کرتے گئے کہ ان شاء اللہ یہ فلاں فلاں شخص کے قتل ہونے کی جگہ ہے، ہر مقتول اسی جگہ قتل ہوا جہاں رسول اللہ ﷺ نے اشارہ کر کے جگہ متعین کی تھی' کوئی بھی اس جگہ سے اِدھر اُدھر نہیں ہوا۔

جب مشرک آگے بڑھے دونوں فوجوں نے ایک دوسرے کو دیکھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''یا اللہ! یہ قریش ہیں جو اپنے فخر اور گھمنڈ کے ساتھ تیرے ساتھ جنگ کرنے اور تیرے رسول کی تکذیب کرنے آئے ہیں''۔

یہ جمعہ کی رات تھی اور ۱۷ رمضان۔ جب صبح ہوئی تو قریش کے فوجی دستے آگے بڑھے دونوں فوجوں نے صف بندی کی۔

دعا اور گریہ وزاری

رسول اللہ ﷺ نے صفیں سیدھی کیں اور چھپر کی طرف واپس تشریف لے گئے' چھپر میں داخل ہو گئے۔حضرت ابو بکرؓ ان کے ساتھ تھے۔رسول اللہ ﷺ نے کثرت

سے دعا گریہ وزاری شروع کردی۔ آپ نے اللہ سے مدد چاہی جس کے حکم کو کوئی رد نہیں کرسکتا اور نہ اس کے فیصلے کو بدل سکتا ہے۔ اللہ کے ہاں سے مدد کے سوا اور کوئی مدد نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اللہ سے عرض کی: ''اے اللہ! اگر تو نے آج اس چھوٹی سی جماعت کو ہلاک کردیا تو اسکے بعد روئے زمین پر کبھی بھی تیری عبادت و پرستش نہ ہوگی''۔ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو زور زور سے پکارنا شروع کیا اور کہتے گئے: ''اے اللہ! تو نے محمد سے جو وعدہ فرمایا ہے' اسے پورا کر' اے اللہ! تیری مدد''۔ آپ اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھاتے یہاں تک کہ آپ کی ردائے مبارک آپ کے کندھوں سے سرک جاتی۔ حضرت ابوبکرؓ آپ کو تسلی دیتے اور انہیں آپ کی کثرت گریہ وزاری پر ترس آتا۔

یہ دو فریق ہیں جنہوں نے اپنے رب کے بارے میں جھگڑا کیا

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ لوگوں کی طرف نکلے' انہیں قتال پر جوش دلایا۔ دشمن کی طرف سے عتبہ بن ربیعہ اور اس کا بھائی شیبہ بن ربیعہ اور بیٹا الولید نکلے۔ جب دونوں صفوں کے وسط میں پہنچے تو مبارزت طلب کی' یعنی روبرو اور انفرادی مقابلہ کی دعوت دی۔ ان کے مقابلے کے لئے تین انصار نوجوان نکلے' دشمنوں نے پوچھا کہ تم کون ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم انصار ہیں۔ انہوں نے کہا کہ تم شریف مدمقابل ہو لیکن ہمارے مقابلے میں ہمارے رشتہ دار یعنی ہمارے چچا زادوں کو بھیجو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عبیدہ بن الحارث! (ابن المطلب بن عبد مناف) اٹھو' اے حمزہ! تم اٹھو اور اے علی! تم اٹھو۔ انہوں نے اکفاء کرام کہہ کر حکم کی تعمیل کی۔

حضرت عبیدہؓ جو قوم کے عمر رسیدہ تھے' نے عتبہ کا مقابلہ کیا۔ حضرت حمزہ شیبہ کے مدمقابل ہوئے اور حضرت علیؓ نے تو اپنے مدمقابل جنگ بازوں کو مہلت ہی نہ دی اور فوراً دونوں کو قتل کردیا۔ البتہ حضرت عبیدہ اور عتبہ نے ایک دوسرے پر دو دو وار کیئے۔

دونوں نے ایک دوسرے کو زخمی کر دیا۔ حضرت حمزہؓ اور حضرت علیؓ نے اپنی اپنی تلواروں سے عتبہ پر حملہ کیا اور اسے قتل کر دیا۔ اور حضرت عبیدہؓ کو زخمی حالت میں اٹھا لائے۔ وہ شہید ہو گئے۔

فریقین کا گتھم گتھا اور گھمسان کی لڑائی

لوگوں کا ہجوم ہو گیا اور دونوں فریق ایک دوسرے کے قریب ہو گئے۔ مشرکین بھی قریب ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جنت کی طرف بڑھو جس کی وسعت آسمانوں اور زمین کے برابر ہے''۔

پہلا شہید

عمیر بن الحمام انصاریؓ اٹھے اور کہا: یا رسول اللہ! کیا جنت کی وسعت آسمانوں اور زمین کے برابر ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! عمیرؓ نے کہا: بخ بخ یعنی بس بس یا رسول اللہ!' آپ ﷺ نے پوچھا: تم یہ لفظ کیوں کہتے ہو؟ عمیرؓ نے جواب دیا: کچھ نہیں یا رسول اللہ!، سوائے اس کے اور کوئی بات نہیں کہ میری تمنا ہے میں اہل جنت میں سے بن جاؤں۔ آپ نے فرمایا: تو تم اہل جنت میں سے ہو۔ عمیرؓ نے اپنے تھیلے سے کھجوریں نکالیں اور کھانے لگے پھر کہا اگر میں یہ کھجوریں کھانے تک زندہ رہا تو یہ ایک لمبی عمر ہوگی یعنی اس میں بڑا وقت لگے گا۔ اس نے باقی ماندہ کھجوریں پھینک دیں اور جنگ میں کود پڑا اور لڑتے لڑتے شہید ہو گیا۔ یہ پہلا شہید تھا۔

لوگ صف بستہ ثابت قدمی سے اللہ کے ذکر میں مشغول تھے رسول اللہ ﷺ نے سخت جنگ کی۔ آپ ﷺ دشمن کے سب سے قریب تھے اور اس دن لڑنے میں سب سے زیادہ سخت تھے۔ اللہ کے فرشتے خدا کی رحمت و نصرت لے کر آئے اور انہوں نے مشرکین سے جنگ کی۔

اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے دشمنوں سے قتل میں سگے بھائیوں کی مسابقت

جوانوں نے شہادت اور سعادت کے حصول میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کی اور یہ مسابقت دوستوں اور سگے بھائیوں کے درمیان تھی۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا کہنا ہے کہ میں جنگ بدر میں صف میں کھڑا تھا۔ میں نے اپنے دائیں اور بائیں ہاتھ دو کمسن نوجوانوں کو دیکھا۔ مجھے ان کے وہاں پہنچنے کا یقین نہیں آرہا تھا کہ وہ وہاں کیسے پہنچے۔ اتنے میں ان میں سے ایک نے دوسرے سے پوشیدہ مجھ سے پوچھا کہ مجھے ابوجہل دکھایئے؟ میں نے اس سے پوچھا کہ تم اس کا کیا کرو گے؟ اس نے جواب دیا کہ میں نے اللہ سے عہد کیا ہے کہ اگر مجھے وہ نظر آیا تو میں اسے قتل کروں گا یا اس کے تعاقب میں مر جاؤں گا۔ دوسرے بچے نے بھی اپنے ساتھی سے پوشیدہ طور پر وہی بات کہی۔ مجھے ان کے درمیان حائل ہونا پسند نہیں آیا۔ میں نے ان دونوں کو اشارہ سے ابوجہل دکھا دیا۔ ان دونوں نے ابوجہل پر بازوں کی طرح حملہ کیا اور اسے مار ڈالا۔ جب ابوجہل قتل ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ ابوجہل اس امت کا فرعون ہے۔

فتح مبین

جب جنگ مسلمانوں کی فتح اور اور مشرکین کی شکست پر منتج ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا اور فرمایا: اس ذات کا شکر ہے جس نے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا، اپنے بندے کی مدد کی اور اکیلے دشمنوں کے جتھوں کو شکست دی۔ خدائے بزرگ و برتر نے سچ فرمایا:

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ — اور تحقیق اللہ تعالیٰ نے بدر میں تمہاری

وَاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (آل عمران ۱۲۳) مدد فرمائی حالانکہ تم بے سروسامان تھے سو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو تا کہ تم شکر گزار رہو۔

آپ نے مقتولین کو ایک کنویں میں پھینکنے کا حکم دیا۔ چنانچہ مقتولین کنویں میں ڈالے گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے وہاں کھڑے ہو کر فرمایا: اے کنویں والو! کیا تم نے اللہ کے کئے ہوئے وعدے کو سچ پایا؟ میں نے تو اپنے ساتھ کئے ہوئے اللہ کے وعدے کو سچ پالیا۔

بدر کی جنگ میں کفار کے بڑے بڑے سرداروں میں سے ستر قتل ہوئے اور اتنے ہی قید ہوئے اور مسلمانوں میں سے قریش کے چھ اور انصار کے آٹھ افراد شہید ہوئے۔

رسول اللہ ﷺ نے جنگی قیدیوں کو صحابہؓ پر تقسیم فرمادیا اور انہیں قیدیوں سے اچھا سلوک کرنے کی تلقین فرمائی۔

جنگ بدر کا اثر

رسول اللہ ﷺ فتح و کامرانی کے ساتھ واپس مدینہ تشریف لے گئے مدینہ اور اس کے نواح میں آپ کے دشمن خوف زدہ ہو گئے۔ اہل مدینہ میں سے بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ مکہ میں مشرکین کے گھروں میں صف ماتم بچھ گئی۔ مقتولین پر گریہ و بکا کا ایک طوفان مچا۔ دشمنوں کے دلوں پر رُعب چھا گیا۔

قیدیوں کے فدیہ میں مسلمان بچوں کی تعلیم

رسول اللہ ﷺ نے قیدیوں کو معاف فرمادیا اور ان کی جان بخشی کردی اور ان سے فدیہ لینا قبول کرلیا۔ جس قیدی کے پاس کچھ نہ تھا۔ اسے آپ نے ازراہِ احسان رہا کردیا۔ قریش نے جب قیدیوں کا فدیہ بھیج دیا تو آپ نے قیدیوں کو رہا فرمادیا۔

قیدیوں میں سے کچھ قیدی ایسے تھے جن کے پاس فدیہ کی ادائیگی کے لئے کچھ نہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے لئے فدیہ کے بدلے یہ شرط رکھی کہ وہ انصار کے بچوں کو لکھنا سکھا دیں، ہر قیدی دس بچوں کو لکھنا سکھا دے۔ حضرت زید بن ثابتؓ اسی طرح کتابت سیکھنے والوں میں سے تھے۔

بنو قینقاع پہلا یہودی قبیلہ تھا جس نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کئے ہوئے عہد و پیمان کو توڑا اور آپ کے خلاف جنگ کی اور مسلمانوں کو اذیت دی۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کا پندرہ راتوں تک محاصرہ کئے رکھا تا آنکہ وہ آپ کے حکم پر اپنے قلعوں سے نیچے اتر آئے۔ ان کے لئے ان کے حلیف رئیس المنافقین عبد اللہ بن اُبی نے سفارش کی تھی۔ چنانچہ اس کی سفارش پر رسول اللہ ﷺ نے یہود کو رہا کر دیا۔ یہ سات سو جنگجو تھے یہ لوگ سنار اور تاجر پیشہ تھے۔

غزوۂ اُحد

حمیت جاہلیت اور انتقام

جب جنگِ بدر میں قریش کے بڑے بڑے سردار مارے گئے اور ان کی تھوڑی سی بچی کچی تعداد واپس مکہ پہنچی تو ان پر مصیبت کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ جن کے باپ' بیٹے اور بھائی اس جنگ میں مارے گئے تھے، وہ ابوسفیان کے پاس گئے اور اس سے بات کی۔ اس تجارتی قافلے میں جن کا مال تجارت تھا' انہوں نے اس مال کو مسلمانوں کے خلاف جنگ میں استعمال کرنے کے لئے مانگا۔ چنانچہ تاجروں نے وہ مال دے دیا۔ قریش رسول اللہ ﷺ کے خلاف جنگ کے لئے متفق اور اکٹھے ہو گئے، شاعروں نے لوگوں کو شعروں کے ذریعے بھڑکایا۔ لوگوں کو غیرت اور شرم دلائی۔

قریش نصف شوال ہجرت کے تیسرے سال اپنے نوجوانوں اور اپنے زیر اثر قبائل کو لے کر نکلے۔ قریش کے سردار اپنی بیویوں کو ساتھ لے کر نکلے اور آگے بڑھے یہاں تک کہ مدینہ کے سامنے آن اُترے۔

رسول اللہ ﷺ کی اپنی رائے یہ تھی کہ مسلمان مدینہ کے اندر ہی مقیم رہیں اور انہیں وہیں چھوڑ دیں۔ اگر قریش ان پر حملہ آور ہوں تو مدینہ کے اندر ہی ان کے ساتھ جنگ کریں۔ آپ ﷺ کو مدینہ سے باہر نکلنا پسند نہ تھا۔ عبداللہ بن ابی کی بھی یہی رائے تھی جو رسول اللہ ﷺ کی تھی۔ مسلمانوں میں کچھ ایسے لوگ بھی تھے جنہیں جنگِ بدر میں

شریک جہاد ہونے کا موقع نہیں ملا تھا' انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! ہمیں دشمنوں کے مقابلے کے لئے باہر لے چلئے، وہ ہمیں بزدل اور کمزور نہ سمجھیں۔

وہ رسول اللہ ﷺ سے اسی طرح اصرار کرتے رہے یہاں تک کہ آپ اپنے گھر میں داخل ہوئے اور زرہ بکتر پہنی۔ جن لوگوں نے باہر نکل کر لڑنے کی تجویز دی تھی وہ نادم اور پشیمان ہوئے۔ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! ہم نے آپ کو آپ کی مرضی کے خلاف مجبور کیا ہے، ہمیں یہ نہیں کرنا چاہئے تھا۔ اگر آپ چاہیں تو تشریف رکھیں یعنی مدینہ سے باہر نہ نکلیں' آپ پر اللہ کا درود و سلام ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی پیغمبر کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ زرہ بکتر پہننے کے بعد بغیر لڑے اسے اُتارے۔

رسول اللہ ﷺ اپنے ساتھ ایک ہزار صحابہؓ لے کر نکلے جب وہ مدینہ اور اُحد کے درمیان والے موڑ پر پہنچے تو عبداللہ بن اُبی ایک تہائی لوگوں کو ساتھ لے کر آپ سے الگ ہو گیا۔ اس نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ان لوگوں کی بات مانی اور میری بات نہیں مانی۔

اُحد کے میدان میں

رسول اللہ ﷺ چل دیئے اور جبل اُحد کی ایک گھاٹی میں اُترے اُحد کا پہاڑ مدینہ سے تقریباً تین کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ آپ نے اپنی پیٹھ اور فوج جبلِ اُحد کی طرف رکھی اور فرمایا کہ تم میں سے تب تک کوئی شخص لڑائی شروع نہ کرے جب تک ہم اسے لڑنے کا حکم نہ دیں۔ رسول اللہ ﷺ نے لڑائی کی تیاری کر لی۔ آپ ﷺ کے پاس سات سو آدمی تھے۔ تیراندازوں کے دستے پر حضرت عبداللہ بن جبیرؓ کو امیر مقرر فرمایا۔ تیراندازوں کی تعداد پچاس تھی۔ آپ نے انہیں حکم دیا کہ وہ تیروں کے ذریعے گھڑ سواروں کو روکیں تاکہ وہ پیچھے سے نہ آ جائیں۔ جنگ کا نتیجہ چاہے کچھ ہو ان تیر

اندازوں کو آپ نے اپنے مرکز پر رہنے کا حکم دیا۔ اوران سے کہا کہ وہ اپنے مرکز کو کسی حال میں بھی نہ چھوڑیں۔ چاہے وہ دیکھیں کہ فوج کو پرندے نوچ رہے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک زرہ بکتر پر دوسری زرہ بکتر لی۔ آپ نے جھنڈا حضرت مصعب بن عمیرؓ کے حوالے کیا۔

ہم عمر نوجوانوں کے درمیان مسابقت

جنگِ اُحد میں رسول اللہ ﷺ کے پاس کم سن لڑکوں کی ایک جماعت آئی۔ آپ نے ان میں سے سمرہ بن جندب اور رافع بن خدیج کو واپس لوٹا دیا یہ لڑکے پندرہ پندرہ سال عمر کے تھے۔ ابو رافع نے اپنے بیٹے کی سفارش کی اور عرض کی کہ میرا بیٹا رافع تیر انداز ہے چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے اسے شریکِ جہاد ہونے کی اجازت دے دی۔

سمرہ بن جندب کو آپ کے سامنے پیش کیا گیا، وہ رافع کا ہم عمر تھا رسول اللہ ﷺ نے اسے کم سن ہونے کی بناء پر واپس کر دیا۔ سمرہ نے عرض کیا کہ آپ نے رافع کو اجازت دے دی اور مجھے واپس لوٹا دیا۔ اگر میں اس سے کشتی کروں تو میں اسے پچھاڑ دوں گا۔ چنانچہ ان دونوں کے درمیان کشتی ہوئی' سمرہ نے رافع کو پچھاڑ دیا۔ لہٰذا اسے بھی اجازت مل گئی۔ اور وہ نکلا اور جنگِ اُحد میں شریک ہوا۔

معرکہ جنگ

لوگوں کی مڈبھیڑ ہوگئی۔ لوگ ایک دوسرے کے قریب ہوئے، ہند بنت عقبہ عورتوں کے درمیان کھڑی ہوگئی۔ عورتیں مردوں کے پیچھے دف اٹھا کر بجانے لگیں اور انہیں جنگ پر ابھارنے لگیں۔ لوگوں نے لڑائی شروع کر دی حتیٰ کہ جنگ کا بازار گرم ہوگیا۔ حضرت ابودجانہؓ جنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے تلوار لی تھی اور آپ سے وعدہ کیا

تھا کہ وہ اس تلوار کا حق ادا کرے گا نے جنگ شروع کی۔ وہ لوگوں کے اندر گھس گئے انہیں جو شخص ملا اسے قتل کرتے گئے۔

حضرت حمزہ بن عبد المطلبؓ نے سخت جنگ کی اور دشمنوں کے بہت بہادر قتل کر دیئے۔ ان کے سامنے کوئی چیز نہ ٹھہرتی تھی۔ جبیر بن مطعم کا ایک حبشی غلام ان کی گھات میں تھا۔ وہ اپنا ایک حربہ پھینکتا تھا جس کا وار کم ہی خطا ہوتا۔ جبیر نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ اگر وہ حضرت حمزہؓ کو قتل کر دے تو وہ اسے آزاد کر دے گا۔ حضرت حمزہؓ نے جبیر کا چچا طعیمہ جنگِ بدر میں قتل کر دیا تھا۔ ابو سفیان کی بیوی ہند بھی اسے اسی طرح اکساتی رہی کہ وہ حضرت حمزہؓ کو قتل کرے تا کہ وہ اپنا کلیجہ ٹھنڈا کرے۔ وحشی نے اپنے حربے سے حضرت حمزہؓ پر حملہ کر دیا اس نے حضرت حمزہؓ پر تاک کر حربہ پھینکا۔ حربہ حضرت حمزہؓ کے لگ کر ان کی ٹانگوں میں سے نکل گیا اور وہ شہید ہو کر گر پڑے۔

حضرت مصعب بن عمیرؓ رسول اللہ ﷺ کے دفاع میں لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ اور مسلمانوں کے سر پر ایک آزمائش آ گئی اور کڑے امتحان کا وقت آ گیا۔

مسلمانوں کا غلبہ

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر اپنی نصرت اور مدد نازل کی اور اپنا وعدہ سچا کر دکھایا۔ یہاں تک کہ انہوں نے مشرکین کو میدان جنگ سے پسپا کر دیا۔ مشرکین کی شکست یقینی تھی۔ عورتیں پائنچے چڑھا کر بھاگ کھڑی ہوئیں۔

حالات نے مسلمانوں کے خلاف پلٹا کیسے کھایا

مسلمان اسی حالت میں تھے کہ جب مشرکین کو شکست ہو گئی۔ وہ پسپا ہو گئے یہاں تک کہ وہ اپنی عورتوں تک پہنچ گئے۔ جب تیر اندازوں نے یہ صورتِ حال دیکھی تو وہ میدانِ جنگ کی طرف متوجہ ہوئے، انہیں فتح کا پورا یقین ہو گیا۔ انہوں نے

ساتھیوں سے کہا کہ اے ساتھیو! مالِ غنیمت! ان کے امیر نے انہیں رسول اللہ ﷺ کا عہد یاد دلایا لیکن انہوں نے کچھ نہ سنا اور یہ خیال کیا کہ اب مشرکین کی واپسی کا کوئی امکان نہیں ہے۔ چنانچہ انہوں نے مورچہ چھوڑ دیا اور دشمن کے گھڑسوار دستہ کے لئے مسلمانوں کا عقب خالی کر دیا۔ مشرکوں کے علم بردار لوگ مارے گئے تھے یہاں تک اب جھنڈے کے قریب آنے تک کی کسی کو جرأت نہ ہوتی تھی۔ مشرکوں نے مسلمانوں پر عقب سے حملہ کیا اور کسی نے پکار کر کہا کہ سن لو! محمد قتل کر دیئے گئے۔ تب مسلمان پیچھے ہٹے اور مشرکوں نے ایک زوردار حملہ کیا اور موقع سے فائدہ اٹھایا۔ یہ دن سخت آزمائش کا دن تھا۔ دشمن نے رسول اللہ ﷺ کو تنہا پا کر ان پر حملہ کیا۔ آپ کو ایک پتھر لگا۔ آپ پہلو کے بل گرے اور آپ کے اگلے دانت ٹوٹ گئے چہرہ زخمی ہو گیا اور ہونٹ بھی زخمی ہو گیا۔ آپ کے چہرے سے خون بہنے لگا۔ آپ خون پونچھ رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ بھلا وہ قوم کیسے فلاح پا سکتی ہے جس نے اپنے نبی کا چہرہ خون آلود کر دیا اور نبی انہیں ان کے خدا کی طرف آنے کی دعوت دے رہا تھا۔

مسلمانوں کو رسول اللہ ﷺ کی جگہ کا پتہ نہ تھا کہ وہ کہاں ہیں۔ حضرت علی بن ابی طالبؓ نے آپ کا دست مبارک پکڑا اور حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ نے اسے بلند کر کے سیدھا کھڑا کیا۔ حضرت مالک بن سنان نے آپ ﷺ کے چہرے کا خون چوس لیا اور نگل لیا۔

یہ صورت حال فرار کی تھی بلکہ صرف ایک وقتی گردش تھی جس کی طرف فوج مجبور ہو کر لڑی۔ اس کے بعد دوبارہ حملہ شروع کر دیا۔

اس معرکے میں مسلمانوں کو جو تکلیف اور مشقت اٹھانی پڑی، اور جو جانی نقصان اٹھانا پڑا اور جو شہادت نصیب ہوئی جو اسلام اور مسلمانوں کے لئے ایک قوت اور رسول اللہ ﷺ اور دین کے لئے ایک قوت کا باعث بنی، یہ سارا کچھ محض تیراندازوں

کی غلطی کا نتیجہ تھا اور رسول اللہ ﷺ کی ہدایات اور آخری لمحے تک جگہ نہ چھوڑنے کے حکم کی خلاف ورزی کا نتیجہ تھا۔ نیز یہ اس بات کا نتیجہ تھا کہ ان تیراندازوں نے اس محاذ کو خالی کر دیا تھا جہاں رسول اللہ ﷺ نے انہیں تعینات کیا تھا۔ اسی سلسلے میں قولِ خداوندی ہے:

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗۤ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ حَتّٰۤى اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِى الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ. مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ، ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ، وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ، وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ.
(آل عمران:۱۵۲)

اور یقیناً اللہ تعالیٰ نے تم سے اپنے وعدے کو سچا کر دکھایا تھا جس وقت کہ تم ان کفار کو بہ حکم خداوندی قتل کر رہے تھے یہاں تک تم خود ہی کمزور ہو گئے اور حکم میں باہم اختلاف کرنے لگے اور اس کے بعد کہ اس نے تم کو تمہاری دل چاہی بات دکھا دی تھی تم کہنے پر نہ چلے تم میں سے بعض تو وہ تھے جو دنیا چاہتے تھے اور بعض تم میں سے وہ تھے جو آخرت کے طلبگار تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے آئندہ کے لئے اپنی نصرت کو بند کر دیا اور پھر تم کو ان کفار سے ہٹا دیا تاکہ تمہاری آزمائش فرمائے اور یقین جانو کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو معاف کر دیا اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والے ہیں۔

محبت اور جاں نثاری کے نادر مناظر

ابوعبیدہ بن الجراحؓ نے رسول اللہ ﷺ کے چہرے سے زرہ بکتر کی چبھی ہوئی دو کڑیوں میں سے ایک کڑی اپنے دانتوں سے کھینچ کر نکالی تو ان کا اپنا ایک دانت ٹوٹ گیا۔ جب دوسری کڑی کھینچ نکالی تو دوسرا دانت بھی ٹوٹ گیا۔ اس طرح ان کے دو

دانت ٹوٹ گئے۔ حضرت ابودُجانہؓ رسول اللہ ﷺ کے اوپر ڈھال بنے رہے اور تیران کی پیٹھ پر برستے رہے اور وہ آپ کے اوپر جھکے رہے۔ جب انکی پیٹھ پر تیروں کی کثرت ہوگئی تو حضرت سعد بن اَبی وقاصؓ نے آپ کی طرف سے تیراندازی شروع کی۔ رسول اللہ ﷺ انہیں تیر پکڑاتے اور فرماتے: ''میرے ماں باپ تم پر قربان! تیر چلاتے جاؤ''۔

حضرت قتادہ بن نعمانؓ کی آنکھ پھوٹ گئی اور آنکھ کا ڈیلا ان کے رخسار پر آن گرا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے واپس اسی کی جگہ پر رکھا، یہ آنکھ بالکل صحیح اور سالم ہوگئی اور اس کی نظر تیز ہوگئی۔ مشرکوں نے آپ ﷺ تک پہنچنے کا قصد کیا۔ مشرک وہ کچھ چاہتے تھے جسے مشیت الٰہی نے پورا نہ ہونے دیا۔ آپ کے درمیان تقریباً دس آدمی آگئے اور سب کے سب شہید ہوگئے۔ طلحہ بن عبیداللہؓ نے ان کے سامنے بڑی پامردی دکھائی۔ اور آپ کے اوپر اپنے ہاتھوں سے ڈھال بنا رکھی۔ اس سے ان کی انگلیوں کے پورے کٹ گئے اور آپ کا ہاتھ شل ہوگیا۔ رسول اللہ ﷺ نے وہاں ایک چٹان پر چڑھنا چاہا لیکن زخموں اور کمزوری کے باعث ایسا نہ کرسکے۔ طلحہؓ نیچے بیٹھے اور آپ ان پر چڑھ کر اوپر چٹان پر گئے۔ نماز کا وقت ہوا تو آپ نے بیٹھ کر نماز ادا کی۔

جب لوگ شکست کھا گئے، انس بن النضرؓ نہیں ہارے جو رسول اللہ ﷺ کے خادم حضرت انس بن مالکؓ کے چچا تھے وہ آگے بڑھے تو ان سے سعد بن معاذؓ کی ملاقات ہوئی۔ انہوں نے پوچھا: اے ابوعمر کہاں جا رہے ہو؟ حضرت انس نے جواب دیا۔ جنت کی خوشبو کا استقبال کرنے، اے سعد! میں اسے اُحد کے ورے (پار) پاتا ہوں۔

حضرت انس بن النضرؓ مہاجرین اور انصار کے کچھ لوگوں کے پاس سے گزرے۔ وہ ہاتھ چھوڑ کر بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے ان سے کہا: تم بیٹھے کیا کر رہے ہو؟ تو

انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ تو قتل ہو چکے ہیں۔ تو حضرت انسؓ نے ان سے کہا کہ تم رسول اللہ ﷺ کے بعد زندہ رہ کر کیا کرو گے؟ اٹھو اور اس مقصد کے لئے کٹ مرو جس مقصد کے لئے رسول اللہ ﷺ نے جان دے دی ہے۔ اس کے بعد وہ دشمنوں کے مدمقابل ہوئے اور لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔

حضرت انسؓ کا کہنا ہے کہ اس روز انہیں ستر چوٹیں لگی تھیں۔ ان کی لاش کو ان کی بہن کے سوا اور کوئی نہ پہچان سکا۔ اس نے بھی انہیں ان کی انگلی کی پور سے پہچان لیا۔

حضرت زیاد بن السکن نے پانچ انصار کو ساتھ لے کر رسول اللہ ﷺ کی مدافعت میں جنگ کی۔ دشمن ایک کو شہید کرتے تو دوسرا سامنے آتا۔ زیادؓ زخموں سے چور ہو کر گر گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اسے میرے قریب لاؤ۔ انہیں رسول اللہ ﷺ کے قریب کیا گیا تو آپ نے انہیں اپنے قدم مبارک سے سہارا دیا۔ انہوں نے اسی طرح جان دے دی کہ ان کا رخسار رسول اللہ ﷺ کے قدم مبارک پر تھا۔

زہے مرگ خوش نصیبے کہ رخش بہ پائی پاکت
بنہادہ جاں سپارد بکمال دلربائی

عمرو بن الجموح ایک پاؤں سے معذور تھے۔ ان کے چار جوان بیٹے تھے جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک جہاد رہتے تھے۔ جب آپ نے اُحد کی طرف جانیکی تیاری کی تو عمروؓ نے آپ کے ساتھ نکلنے کی خواہش کی۔ انکے بیٹوں نے ان سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو رخصت دے رکھی ہے، آپ معذور ہیں۔ اگر آپ گھر بیٹھے رہے، ہم آپکی طرف سے کافی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ سے جہاد کی فرضیت ساقط کر دی ہے۔

حضرت عمروؓ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور عرض کی کہ میرے بیٹے مجھے آپ کے ہمراہ جہاد میں نکلنے سے روک رہے ہیں۔ اللہ کی قسم! میں شہید ہونا چاہتا ہوں۔ میں اسی لنگڑے پن کے ساتھ جنت میں جانا چاہتا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے جواب

دیا کہ اللہ تعالیٰ نے تو تم پر سے جہاد کی فرضیت ساقط کر دی ہے۔ آپ نے ان کے بیٹوں سے کہا تم انہیں جہاد سے کیوں روکتے ہو، تمہیں ان کے جہاد پر جانے میں کیا اعتراض ہے؟ شاید اللہ تعالیٰ انہیں شہادت نصیب کرے۔ چنانچہ عمرو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلے اور اُحد کے دن شہید ہو گئے۔

حضرت زید بن ثابتؓ کا کہنا ہے کہ اُحد کے دن رسول اللہ ﷺ نے مجھے سعد بن الربیعؓ کو تلاش کرنے بھیجا اور فرمایا: اگر تمہیں وہ ملیں تو انہیں میرا اسلام کہو اور ان سے کہو کہ رسول اللہ پوچھتے ہیں کہ تم اپنے کو کیسا پاتے ہو؟ حضرت زید بن ثابتؓ کہتے ہیں کہ میں انہیں شہیدوں کی لاشوں میں تلاش کرتا رہا تا آنکہ میں ان کے پاس آ گیا۔ وہ آخری سانس لے رہے تھے۔ ان کے جسم میں نیزے، تلواروں اور تیروں کے ستر زخم لگے ہوئے تھے۔ میں نے ان سے کہا: اے سعد! رسول اللہ ﷺ نے تم پر سلام بھیجا ہے اور پوچھا ہے کہ مجھے بتاؤ کہ تم کس حالت میں ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ رسول اللہ ﷺ پر بھی سلام ہو، رسول اللہ ﷺ سے عرض کرنا کہ مجھے جنت کی خوشبو آ رہی ہے۔ اور میری قوم انصار سے کہنا کہ اگر رسول اللہ ﷺ تک دشمن پہنچ گئے اور تم میں سے ایک آنکھ بھی جھپکتی رہی تو اللہ کے نزدیک تمہارا کوئی عذر قابلِ قبول نہ ہوگا۔ اسی وقت انکی روح پرواز کر گئی۔

اس دن یعنی جنگِ اُحد کے دن حضرت عبداللہ بن جحشؓ نے دُعا مانگی:

”اے اللہ! مجھے تیری قسم ہے، چاہتا ہوں کہ کل دشمن سے ملوں، وہ میرا پیٹ چاک کرے اور میرا مثلہ کرے یعنی میرے کان اور میری ناک کاٹ ڈالے اور تو مجھ سے پوچھے یہ کس کیلئے ہوا؟ تو میں جواب دوں کہ اے اللہ! یہ تیری راہ میں ہوا“۔

مسلمانوں کی اپنے مرکز کی طرف واپسی

جب مسلمانوں کو رسول اللہ ﷺ کی موجودگی کا پتہ چل گیا تو وہ آپ کے ساتھ اٹھ

کھڑے ہوئے۔ اور رسول اللہ ﷺ بھی آپ کے ساتھ گھاٹی کی طرف چل پڑے۔ اُبی بن خلف کے ساتھ آپ کا سامنا ہوا تو اس نے کہا کہ اگر تم بچ گئے تو میرا بچنا محال ہے۔ رسولِ اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "اسے چھوڑ دو" رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہؓ میں سے کسی سے حربہ (نیزہ) لیا پھر اس کے سامنے ہوئے آپ نے اس کی گردن میں ایسا نیزہ مارا کہ وہ پچھنی کھاتا ہوا اپنے گھوڑے سے کئی چکر کھا کر گرا۔

حضرت علی بن ابی طالبؓ نکلے۔ انہوں نے اپنی مشک میں پانی بھرا اور آپ کے چہرۂ مبارک سے خون دھوڈالا۔ حضرت فاطمہؓ خون دھورہی تھیں اور حضرت علیؓ برتن سے پانی ڈال رہے تھے۔ حضرت فاطمہؓ نے جب دیکھا کہ پانی خون سے زیادہ نہیں ہے یعنی خون دھونے کے لئے کافی نہیں ہے تو انہوں نے چٹائی کا ایک ٹکڑا لیا اور اسے جلایا اور وہ زخموں کے ساتھ چمٹا دیا اس سے خون بہنا رُک گیا۔

حضرت عائشہؓ بنتِ ابوبکرؓ اور اُمِ سلیم اپنی پیٹھ پر مشکیزوں میں پانی لاد کر لاتی رہیں، اسے لوگوں کے مونہوں میں ڈالتی رہیں یعنی پلاتی رہیں۔ پھر لوٹ جاتیں اور پانی بھر کر لاتی تھیں اور لوگوں کو پلا کر مشکیزے خالی کر کے واپس لوٹتی رہیں۔ اُمِ سلیم ان کے مشکیزے پانی سے بھرتیں۔

ہند بنت عتبہ اور اس کے ساتھ کی عورتوں نے مقتول شہداء کا مثلہ کرنا شروع کر دیا۔ ان کے کان اور ناک کاٹ ڈالتیں۔ اس نے حضرت حمزہؓ کا کلیجہ نکالا اور اسے چبایا۔ وہ اسے نگل نہ سکی تو اسے اُگل دیا۔

ابوسفیان جب وہاں سے جانے لگا تو پہاڑ پر چڑھ کر زور سے چیخ کر بولا کہ جنگ پانسے پلٹتی ہے اور ادلے کا بدلہ ہوتا ہے۔ ھُبل زندہ باد۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے عمر! اٹھو اور اسے جواب میں اللہ اعلیٰ و اجل کہو۔ معاملہ برابری کا نہیں ہے۔ ہمارے مقتول شہید ہیں اور جنت میں ہیں، جبکہ تمہارے مقتول دوزخ کی آگ میں۔

ابوسفیان نے کہا: ''ہمارا عزیٰ ہے، تمہارا کوئی عزیٰ نہیں'' نبی کریم نے فرمایا کہ اسے جواب دو، صحابہؓ نے پوچھا کہ کیا جواب دیں؟ آپ نے فرمایا کہو: ''اللہ ہمارا دوست اور مولیٰ ہے اور تمہارا کوئی مولیٰ اور دوست نہیں ہے''۔ جب ابوسفیان چلا گیا تو مسلمان بھی چلے گئے۔ ابوسفیان نے جاتے ہوئے کہا: ''ہمارا مقابلہ اگلے سال بدر میں ہوگا''۔ رسول اللہ نے صحابہؓ میں سے ایک صحابی سے کہا کہ اسے کہو کہ ہاں منظور ہے۔ ہمارے اور تمہارے درمیان یہ بات پکی رہی۔

لوگ اپنے شہداء کی تدفین سے فارغ ہوئے تو رسول اللہ ﷺ حضرت حمزہؓ پر بڑے دُکھی ہوئے۔ حضرت حمزہ آپ ﷺ کے چچا اور رضاعی بھائی تھے اور آپ کی طرف سے بڑے جنگجو بہادر تھے۔

ایک مؤمن خاتون کا صبر

حضرت صفیہ بنت عبدالمطلبؓ اُنہیں دیکھنے آگے بڑھیں۔ حضرت حمزہؓ اس کے سگے بھائی تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے بیٹے زبیرؓ بن العوام سے فرمایا کہ تم صفیہؓ سے ملو اور انہیں واپس لوٹا دو تا کہ وہ اپنے بھائی کی حالت نہ دیکھے۔ حضرت زبیرؓ نے ان سے کہا کہ اے اماں! رسول اللہ ﷺ کا حکم ہے کہ آپ لوٹ جائیں۔ حضرت صفیہؓ نے پوچھا کہ وہ کیوں؟ مجھے پتہ چل گیا ہے کہ میرے بھائی کا مثلہ کیا گیا ہے۔ یہ اللہ کی راہ میں ہوا ہے۔ میں ان شاء اللہ یقیناً اور ہر حال میں ضبط اور صبر کروں گی۔ چنانچہ وہ بھائی کی لاش پر آئیں اور انہیں دیکھا۔ ان پر صلوٰۃ وسلام بھیجا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور ان کیلئے مغفرت کی دعا کی۔ پھر رسول اللہ ﷺ کے حکم سے انہیں دفن کیا گیا۔

حضرت مصعب بن عمیرؓ اور شہدائے اُحد کی تدفین

رسول اللہ کے علم بردار حضرت مصعب بن عمیرؓ شہید ہو گئے جو اسلام سے پہلے

قریش کے ناز و نعمت میں پلے نوجوانوں میں سے تھے۔ انہیں ایک ایسی چادر میں کفن دیا گیا کہ اگر سر ڈھانکتے تو دونوں پاؤں ننگے ہو جاتے اور اگر دونوں پاؤں کو ڈھانکا جاتا تو سر ننگا ہو جاتا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ "چادر سے ان کا سر ڈھانک دو اور پاؤں پر اذخر کی گھاس ڈال دو"۔

رسول اللہ ﷺ اُحد کے شہداء سے دو دو آدمیوں کو ایک ہی کپڑے میں اکٹھا کرتے اور پوچھتے کہ ان میں سے قرآن کس کو زیادہ یاد تھا۔ جب کسی ایک کی طرف اشارہ کیا جاتا تو اسے پہلے قبر میں اتارا جاتا۔ آپ نے فرمایا کہ "قیامت کے دن میں ان پر گواہ رہوں گا"۔ اس کے بعد آپ نے ان کو خون سمیت دفن کرنے کا حکم دیا۔

رسول اللہ ﷺ کے لئے عورتوں کا ایثار

مسلمان مدینہ لوٹ آئے وہ قبیلہ دینار کی ایک عورت کے پاس سے گزرے اس کا خاوند اس کا بھائی اور اس کا والد تینوں اللہ کے رسول کے ہمراہ جہاد میں شہید ہو چکے تھے۔ جب لوگوں نے اس سے تعزیت کی تو اس خاتون نے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کا کیا ہوا؟ تو لوگوں نے کہا: اے فلاں! وہ خیریت سے ہیں۔ وہ بحمد للہ ویسے ہی ہیں جیسے تم انہیں چاہتی ہو کہ ہوں۔ خاتون نے کہا کہ مجھے ان کی زیارت کرا دو تا کہ میں انہیں دیکھوں۔ رسول اللہ ﷺ کی طرف اشارہ کر کے اُسے دکھائے گئے تو اس خاتون نے کہا کہ آپ ﷺ کے بعد تو ہر مصیبت بہت معمولی ہے۔ یعنی آپ سلامت ہیں تو کسی اور مصیبت کی پرواہ نہیں۔

رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کی طرف سے دشمن کا تعاقب اور رسول اللہ ﷺ کی مدد کیلئے مسلمانوں کی جانثاری و جانفروشی

مشرکوں نے ایک دوسرے کو ملامت کی اور کہنے لگے کہ تم نے کچھ بھی نہیں کیا۔ تم

نے مسلمانوں کا زور اور ان کا دبدبہ تو توڑ دیا، اور اس کے بعد تم نے انہیں چھوڑ دیا اور ان کا قلع قمع نہیں کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے مشرکین کے تعاقب کرنے کا حکم دیا۔ جنگ اُحد کے اگلے دن جب صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ کے مؤذن نے اعلان کر کے لوگوں کو مشرکین کے تعاقب میں نکلنے کو کہا۔ نیز اس بات کا اعلان کیا کہ اس تعاقب میں صرف وہ لوگ نکلیں جو کل اُحد کی لڑائی میں ہمارے ساتھ تھے۔ مسلمانوں میں سے کوئی ایسا نہ تھا جو سخت زخمی نہ ہوا ہو۔ چنانچہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چل نکلے اور ان میں سے کوئی بھی پیچھے نہ رہا۔ یہ لوگ حمراء الاسد تک گئے۔ یہ جگہ مدینہ سے آٹھ میل کے فاصلے پر ہے۔ رسول اللہ ﷺ اور مسلمان وہاں پیر، منگل اور بدھ تک رہے اس کے بعد مدینہ لوٹ آئے۔ جنگ اُحد میں ۷۰ مسلمان شہید ہوئے اور جن میں اکثریت انصار کی تھی اور مشرکوں میں سے ۲۲ آدمی قتل ہوئے۔

جاں سے بھی زیادہ عزیز

ہجرت کے تیسرے سال قبیلہ عضل اور قبیلہ قارہ نے رسول اللہ ﷺ سے کچھ مسلمان مانگے جو انہیں اسلام کی تعلیم دیں۔ رسول اللہ ﷺ نے صحابہؓ میں سے چھ آدمی ان کے ساتھ بھیجے جن میں عاصم بن ثابتؓ خبیب بن عدیؓ اور زید بن الدسنہؓ تھے۔ قبیلے والوں نے ان کے ساتھ غداری اور دھوکا کیا اور ان میں سے بہت سوں کو شہید کر دیا۔

قریش نے حضرت زیدؓ کو قتل کرنے کے لئے اسے حرم سے نکالا۔ قریش کا ایک گروہ اکٹھا ہو گیا۔ ان میں ابوسفیان ابن حرب بھی تھا۔ ابوسفیان نے حضرت زیدؓ سے کہا کہ اے زید! میں تجھے اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں۔ کیا تم چاہو گے کہ اس وقت ہمارے پاس تمہاری جگہ محمد ہوں اور تم اپنے اہل وعیال میں بسلامت ہو؟ انہوں نے

جواب دیا: قسم بخدا! مجھے یہ قطعاً پسند نہیں کہ جس جگہ اس وقت میں ہوں، وہاں محمد ہوں اور انہیں ایک کانٹا بھی چبھے جس سے ان کو تکلیف ہو۔ اور میں اپنے اہل و عیال میں بیٹھا رہوں۔ ابوسفیان نے کہا کہ میں نے دنیا میں کسی کو دوسرے کے ساتھ ایسی محبت نہیں دیکھی جیسی محبت، محمد ﷺ کے صحابہؓ کو ان کے ساتھ ہے۔ اس کے بعد انہوں نے حضرت زیدؓ کو قتل کر دیا۔

اور حضرت خبیبؓ کو جب پھانسی پر لٹکانے کے لئے لائے تو انہوں نے مشرکین سے کہا کہ مناسب سمجھو تو مجھے دو رکعت نماز ادا کرنے دو، انہوں نے انہیں نماز کی اجازت دے دی۔ اور کہا کہ جاؤ پڑھ لو۔ انہوں نے دو رکعت نماز ادا کی۔ نماز مکمل کی اور اچھی طرح ادا کی۔ پھر لوگوں کے پاس آئے اور کہا: قسم بخدا! اگر تم یہ شک اور گمان نہ کرتے کہ میں نے قتل ہونے کے ڈر سے نماز لمبی کر دی، میں اور زیادہ نماز پڑھتا۔ انہوں نے اس موقع پر دو شعر بھی پڑھے:

فلست ابالی حین اقتل مسلما
علی ای شق کان فی اللہ مصرعی
وذلک فی ذات الالہ وان یشأ
یبارک علی اوصال شلو ممزع

ترجمہ:

راہ حق میں سرفروشی ہی اگر ٹھہری وفا
غم ہے کیا پھر کون سے پہلو سے میں نیچے گروں
ذات باری کے لئے ہے یہ جو چاہے ذات پاک
حصہ ہر اپنے بدن کا برکتوں سے میں بھروں

☆

بئر معونہ

رسول اللہ ﷺ نے عامر بن مالک کی طلب پر صحابہؓ کی ایک جماعت کو روانہ فرمایا۔ یہ لوگ مسلمانوں کے چیدہ چیدہ ستر افراد تھے۔ یہ لوگ چل پڑے یہاں تک کہ یہ بئر معونہ جا اُترے۔ ان پر بنو سلیم۔ عصیہ' رعل اور ذکوان قبائل نے دھوکے سے ہلّہ بول دیا اور ان پر گھیرا ڈال دیا۔ جب صحابہؓ نے یہ صورت حال دیکھی تو انہوں نے تلواریں سونت لیں اور لڑتے لڑتے سب شہید ہو گئے۔ صرف کعب بن زیدؓ بچ گئے جو غزوۂ خندق تک زندہ رہے اور غزوہ خندق میں شہید ہو گئے۔

مقتول کی بات جس نے قاتل کو مسلمان کر دیا

اس جھڑپ میں حرام بن ملحان شہید ہو گیا' اسے جبار بن سلمٰی نے قتل کیا۔ جبار کے مسلمان ہونے کا سبب حرام کی ایک بات تھی جو اس نے جان دیتے وقت کہی تھی۔ جبار کا کہنا ہے: ''اسلام کی طرف جس چیز نے مجھے دعوت دی وہ تھی کہ میں نے اُس دن ان کے ایک شخص کو اس کے دو کندھوں کے درمیان نیزہ مارا تو میں نے نیزے کے پھل کی طرف دیکھا جب نیزہ اس کے سینے سے نکلا تو میں نے اسے کہتے سنا: ''فزت ورب الکعبہ یعنی رب کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہوا یا میں نے فلاح پائی''۔ میں نے اپنے دل میں کہا، وہ کیا کامیاب ہوا، کیا میں نے اس شخص کو قتل نہیں کیا۔ میں نے اس کے بعد لوگوں سے یہ بات کہنے کا مطلب پوچھا تو انہوں نے کہا کہ اس کی مراد شہادت تھی۔ میں نے کہا کہ اللہ کی قسم! وہ واقعی کامیاب ہوا۔ پس یہی بات جبار کے قبولِ اسلام کا باعث بنی۔

قبیلہ بنو نضیر کی جلاوطنی

رسول اللہ ﷺ بنو نضیر کی طرف روانہ ہوئے یہ یہود کا بڑا زبردست قبیلہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ ان سے بھی عامر کے دو مقتولوں کی دیت کے بارے میں تعاون حاصل کرنے گئے تھے یا حاصل کرنا چاہتے تھے۔ بنی نضیر اور بنی عامر کے درمیان معاہدہ تھا یعنی وہ ایک دوسرے کے حلیف تھے۔ انہوں نے بڑی چکنی چپڑی باتیں کیں اور اچھائی یا بھلائی کا وعدہ کیا۔ لیکن وہ دل میں غدار اور دھوکے سے قتل کرنے کی نیت کئے ہوئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ ان کے گھروں میں سے ایک گھر کی دیوار کے ساتھ لگ کر بیٹھے ہوئے تھے۔ یہود میں سے بعض نے اپنے کسی آدمی سے کہا: تمہیں یہ شخص یعنی رسول اللہ ﷺ کبھی بھی اس حالت میں نہ ملے گا۔ کون شخص اس گھر پر چڑھے اور اوپر سے اس شخص پر ایک بھاری پتھر گرائے اور ہمیں اس سے نجات دلائے۔ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صحابہؓ کی ایک جماعت موجود تھی جن میں حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ بھی تھے۔

رسول اللہ ﷺ کے پاس آسمان سے یہود کی اس سازش کی اطلاع آئی۔ رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اور مدینہ لوٹ آئے۔ آپ نے ان کے خلاف جنگ کی تیاری کی اور ان پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ لوگوں کو ساتھ لے کر نکل پڑے یہاں تک ان کے ہاں آن پہنچے۔ یہ ربیع الاول ہجرت کے چوتھے سال کی بات ہے۔ آپ نے ان کا چھ رات تک محاصرہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اپنی خونریزی سے ہاتھ روکنے اور اس شرط پر جلا وطن کرنے کے لئے کہا کہ اسلحہ کے علاوہ وہ اونٹوں پر جس قدر مال لے جاسکیں لے جائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ تجویز مان لی۔ چنانچہ انہوں نے اتنا سامان ساتھ لے لیا

جتنا اونٹ اٹھا سکتے تھے۔

- رسول اللہ ﷺ نے ان کے اموال مہاجرین اولین میں تقسیم کر دیئے۔

غزوۂ ذات الرقاع

ہجرت کے چوتھے سال رسول اللہ ﷺ نے نجد کے علاقے پر حملہ کیا۔ آپ روانہ ہوئے تا آنکہ ایک نخلستان میں جا اترے۔ آپ ﷺ کے ساتھ صحابہؓ بھی نکلے۔ آپ کے پاس چھ اونٹ تھے۔ اونٹوں کے کھروں میں سوراخ ہو گئے اور ان کے ناخن گر گئے۔ صحابہؓ نے ان کے کھروں پر دھجیاں لپیٹ دیں، اسی لئے اسے غزوہ ذات الرقاع کہتے ہیں۔

لوگ ایک دوسرے کے قریب اور آمنے سامنے ہوئے لیکن لڑائی کی نوبت نہ آئی۔ لوگ ایک دوسرے سے خائف رہے یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ نے نمازِ خوف پڑھائی۔

غزوۂ خندق یا غزوۂ احزاب

ہجرت کے پانچویں سال شوّال کے مہینے میں غزوۂ خندق یا غزوۂ احزاب واقع ہوا۔ یہ ایک فیصلہ کن معرکہ تھا۔ مسلمانوں پر ایسی مشقت اور آزمائش کا وقت آیا کہ ایسا وقت پہلے کبھی نہ آیا تھا۔ اسی غزوہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِذْ جَاؤُاکُمْ مِّنْ فَوْقِکُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْکُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَاؕ هُنَالِکَ ابْتُلِیَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِیْدًا

اور وہ وقت یاد کیجئے جب دشمن تمہارے اوپر سے، نیچے سے غرض ہر طرف سے تمہارے اوپر چڑھ آئے۔ آنکھیں پتھرا گئیں اور دل حلق تک آ گئے یعنی کلیجے منہ کو آ گئے اور تم اللہ تعالیٰ کے بارے میں طرح طرح کے گمان کرنے لگے اس وقت مسلمانوں کو مبتلائے آزمائش کیا گیا اور انہیں سخت جھٹکا دیا گیا۔

اس غزوہ کا سبب یہود بنے۔ بنونضیر اور بنو وائل کے کچھ لوگ نکلے وہ قریش مکہ کے پاس گئے، اور انہیں رسول اللہ ﷺ کے خلاف جنگ کی دعوت دے آئے۔ قریش پہلے جنگ کا مزہ چکھ چکے تھے اور وہ جنگ کی آگ کی تپش ان کو پہلے لگ چکی تھی وہ جنگ سے کترا رہے تھے۔ لیکن یہودی وفد نے انہیں سبز باغ دکھائے اور جنگ کو ان کے سامنے معمولی اور آسان معاملہ بنا کے دکھایا اور کہا کہ ہم (نعوذ باللہ) اسلام کی بیخ کنی تک تمہارے ساتھ ہیں۔ قریش اس پیش کش سے خوش ہوئے اور یہود کی دعوت پر

پھولے نہ سمائے۔ اور اس کام کے لئے اکٹھے ہو گئے اور جنگ کی تیاری کی یہود نے قبائل کا دورہ کیا اور ان کے سامنے مدینہ پر حملہ کرنے کا منصوبہ رکھا اور اس منصوبے پر قریش کی موافقت کا یقین دلایا۔

یہ لوگ بعض شرائط پر متفق ہو گئے۔ قریش کے چار ہزار جنگجو اور غطفان کے چھ ہزار جنگجو جمع ہو گئے ان کی تعداد دس ہزار ہو گئی۔ انہوں نے فوج کی قیادت ابوسفیان بن حرب کے سپرد کی۔

دانائی مؤمن کی گمشدہ میراث ہے

مسلمانوں نے مدینہ کے اندر قلعہ بند ہو کر مدینے کے دفاع کرنے کا فیصلہ کیا۔ مسلمانوں کے فوج تین ہزار جنگجوؤں سے زیادہ نہ تھی۔

اس موقع پر حضرت سلمان فارسیؓ نے مدینہ کے گرد خندق کھودنے کا مشورہ دیا۔ اور کہا: یارسول اللہ: ایران میں جب ہمیں دشمن کے سواروں کا خوف لاحق ہوتا تھا تو ہم اپنے گرد خندق کھودتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت سلمانؓ کا مشورہ قبول فرمایا اور مدینے کی کھلی اطراف جہاں سے دشمن کے اندر گھس آنے کا امکان تھا' سے خندق کھودنے کا حکم دیا۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہؓ میں یہ کام یوں تقسیم کیا کہ دس دس آدمیوں کے ذمّے چالیس چالیس ہاتھ یا گز خندق کھودنے کا کام سپرد ہوا۔

مسلمانوں کے درمیان باہم ہمدردی اور مساوات کی روح اور جذبہ

خندق کھودنے میں رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو اجر و ثواب کی ترغیب دلائی۔ مسلمانوں نے آپ کے ساتھ ہو کر کام شروع کیا۔ چنانچہ کام پورے زور و شور سے شروع ہوا۔ سردی سخت تھی۔ خوراک اور رسد کا سامان بھی برائے نام تھا بلکہ نہ ہونے

کے برابر تھا۔

حضرت ابوطلحہؓ کا کہنا ہے کہ ہم نے رسول اللہﷺ سے بھوک کی شکایت کی اور اپنے ننگے پیٹ دکھائے جن پر ایک ایک پتھر بندھا ہوا تھا۔ رسول اللہﷺ نے بھی پیٹ سے کپڑا اٹھایا ان کے شکمِ مبارک پر دو پتھر بندھے تھے۔

مسلمان خوش تھے۔ اللہ کی حمد کرتے اور رجزیہ اشعار پڑھتے تھے۔ نہ کوئی شکایت کرتے اور نہ ہی تھکان کا اظہار کرتے۔

حضرت انسؓ کا کہنا ہے کہ رسول اللہﷺ خندق کی طرف تشریف لائے اور مہاجر اور انصار شدید سردی میں صبح کو خندق کھود رہے تھے۔ ان کے پاس یہ کام کرنے کے لئے غلام نہ تھے۔ جب رسول اللہﷺ نے ان کی بھوک اور تھکان دیکھی تو فرمایا:

اَللّٰھُمَّ اِنَّ الْعَیْشَ عَیْشُ الْآخِرَۃ
فَاغْفِرِ الْاَنْصَارَ وَالْمُھَاجِرَۃ
یا الٰہی زندگی ہے زندگیٔ آخرت
کر مہاجر اور انصاری گروہ کی مغفرت

نحن الذین بایعوا محمداً
علی الجھاد مابقینا ابداً
دست در دستِ محمد دادہ ایم
طاعتش ما تا ابد آمادہ ایم

خندق کھودتے وقت ایک بہت بڑی چٹان نکل آئی جس پر کدال کام نہ کرتے تھے۔ صحابہؓ نے آپ سے اس کی شکایت کی۔ جب رسول اللہﷺ نے چٹان دیکھی تو اپنے ہاتھ میں کدال پکڑا اور بسم اللہ کہہ کر چٹان پر چوٹ لگائی اور تہائی چٹان توڑ دی۔ آپ نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا اور فرمایا: مجھے شام کی چابیاں عطا کی گئیں۔ اللہ کی قسم! مجھے وہاں کے سرخ محلات نظر آرہے ہیں، ان شاء اللہ۔ آپ نے دوبارہ چوٹ لگائی

اور ایک تہائی چٹان توڑ دی۔ آپ نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا اور فرمایا کہ مجھے فارس کی چابیاں عنایت کی گئیں، اللہ کی قسم! میں مدائن کا قصرِ ابیض دیکھ رہا ہوں۔ آپ ﷺ نے پھر بسم اللہ پڑھ کر تیسری چوٹ لگائی اور چٹان کا باقی ماندہ حصہ ٹوٹ گیا۔ آپ نے فرمایا مجھے یمن کی چابیاں دی گئیں۔ میں اس وقت اس جگہ سے صنعاء کے دروازے دیکھ رہا ہوں۔

غزوۂ خندق میں معجزات نبوی ﷺ

رسول اللہ ﷺ کے ہاتھوں اس وقت معجزات کا ظہور ہوا جب خندق کی بعض جگہوں میں مسلمانوں پر کوئی سخت اور کڑا وقت آیا یعنی جہاں کہیں سخت زمین آئی یا کوئی بہت بڑی سخت چٹان نکل آئی۔ آپ نے پانی کا ایک برتن منگوایا اس میں اپنا لعابِ دہن ڈالا اور پھر اللہ تعالیٰ سے جو چاہا دعا مانگی۔ اس کے بعد یہ پانی اس سخت ترین زمین یا چٹان پر انڈیل دیا اور یہ سخت زمین یا چٹان ریت کے ڈھیر کی طرح نرم ہوگئی۔

اِذْ جَآؤُكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ

قریش اور غطفان اپنے ماتحت لشکر لے کر نکلے اور مدینہ کے سامنے آن اترے۔ ان کی تعداد دس ہزار تھی۔ رسول اللہ ﷺ اور مسلمان تین ہزار کی تعداد میں نکلے۔ آپ اور آپ کی قوم یعنی حملہ آوروں کے درمیان خندق حائل تھی۔

مسلمانوں اور بنو قریظہ کے درمیان عہد و پیمان تھا۔ بنی نضیر کے سردار حیی بن اخطب نے ان کو عہد و پیمان توڑنے پر اکسایا۔ بنو قریظہ نے تھوڑے سے تردد و تامل کے بعد یہ عہد و پیمان توڑ ڈالا رسول اللہ ﷺ نے معاملہ کی تحقیق کی اور ان کی عہد شکنی اس آڑے وقت آپ پر سخت گراں گزری۔ خوف و ہراس بڑھ گیا۔ بعض منافقین کا نفاق بھی ظاہر ہوگیا۔ رسول اللہ ﷺ نے انصار کی مشکلات کا لحاظ کرتے ہوئے ارادہ

کیا کہ مدینہ کے پھلوں کی تہائی پر غطفان سے صلح کی جائے۔ کیونکہ جنگ کے نقصان کا زیادہ حصہ انہیں کو برداشت کرنا پڑتا تھا۔

پھر جب آپ نے سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ کی دشمن کے مقابلے میں ثابت قدمی' استقامت' ڈٹ جانے کی عزیمت اور جھکنے سے انکار کی قوت دیکھی تو اپنا ارادہ بدل دیا۔ انہوں نے آپ سے کہا کہ ہم اور یہ یعنی بنو غطفان شرک میں اکٹھے تھے یعنی ہم بھی مشرک تھے اور وہ بھی۔ ہم اکٹھے بتوں کی پرستش کرتے تھے۔ نہ اللہ کی عبادت کرتے تھے نہ اسے پہچانتے تھے تو اس زمانے میں یہ لوگ مدینہ کے ایک کھجور کا طمع یا لالچ کرنے کی جسارت نہ کرتے تھے سوائے اس کے کہ بطور مہمان نوازی یا خرید کر کے لے جائیں۔ تو کیا اب جب کہ اللہ نے ہمیں اسلام سے سرفراز کیا اور نوازا اور ہمیں اپنی طرف ہدایت دی، نیز آپ کو اور ہمیں عزت وغلبہ عطا کیا، اس وقت ہم ان کو اپنے اموال دیں۔ اللہ کی قسم! ہمیں اس قسم کے معاہدے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ہم تلوار کے سوا اور کچھ نہیں دیں گے تاوقتیکہ اللہ تعالیٰ ہمارے اور ان کے درمیان فیصلہ کرے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بس اب فیصلہ تمہاری بات پر ہوگا۔

اسلام اور جاہلیت کے شہسوار

رسول اللہ ﷺ اور مسلمان مدینہ کے اندر مقیم رہے اور دشمن ان کا محاصرہ کئے ہوئے تھا۔ دونوں کے درمیان جنگ نہیں ہو رہی تھی۔ سوائے اس کے کہ قریش کے گھڑ سوار اپنے گھوڑے دوڑاتے آتے اور خندق دیکھ کر وہاں رُک جاتے۔ جب انہوں نے خندق کو دیکھا تو کہا: اللہ کی قسم! یہ تو ایسی چال ہے جس سے عرب نا آشنا تھے۔

اس کے بعد انہوں نے خندق میں ایک تنگ جگہ تلاش کر لی اور گھوڑوں کو مار مار کر خندق پار کرانے کی کوشش کی۔ انہوں نے وہاں سے خندق پار کر لی اور اب یہ سوار

مدینے کے اندر دوڑنے لگے۔ ان میں مشہور شہسوار عمرو بن عبدِ وُدّ تھا جو ایک ہزار شہسواروں کے برابر شمار کیا جاتا تھا۔ جب وہ کھڑا ہوا تو اس نے اعلان کیا کہ مجھ سے لڑنے کے لئے کون آتا ہے تو اس کے سامنے لڑنے کے لئے حضرت علی بن ابی طالبؓ آئے انہوں نے عمرو بن عبدوُدّ سے کہا کہ تم نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ اگر کوئی قریشی تجھے دو باتوں کی طرف دعوت دے گا تو ضرور انہیں قبول کرے گا۔ عمرو بن عبدِود نے کہا کہ ہاں! میں نے یہ عہد کیا ہے۔ حضرت علیؓ نے اسے کہا کہ تو پھر میں تمہیں اللہ اس کے رسول اور اسلام کی طرف دعوت دیتا ہوں۔

عمرو نے جواب دیا کہ مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ حضرت علیؓ نے کہا کہ پھر میں تمہیں لڑائی کی دعوت دیتا ہوں۔ تو عمرو نے کہا کہ کیوں؟ بھتیجے واللہ میں تمہیں قتل نہیں کرنا چاہتا۔ حضرت علیؓ نے اس سے کہا: لیکن میں تو تمہیں قتل کرنا چاہتا ہوں۔ اس پر عمرو گرم ہوا، اپنے گھوڑے سے نیچے کود آیا اور گھوڑے کی ٹانگیں کاٹ کر اسے بیکار کر دیا اور اس کے چہرے پر مارا۔ اس کے بعد وہ حضرت علیؓ کی طرف مڑا۔ دونوں میں لڑائی ہوئی ایک دوسرے پر وار کئے۔ بالآخر حضرت علیؓ نے اسے قتل کیا۔

ماں اپنے بیٹے کو لڑائی اور شہادت پر اُبھارتی ہے

ام المؤمنین حضرت عائشہؓ کا کہنا ہے کہ وہ بنی حارثہ کے قبیلے میں دوسری مسلمان عورتوں کے ساتھ تھیں یہ پردے کے احکام نازل ہونے سے پہلے کی بات ہے۔ سعد بن معاذ وہاں سے گزرے ان کے بدن پر چھوٹی زرہ بکتر تھی جس سے ان کا سارا بازو باہر نکلا ہوا تھا۔ وہ رجز پڑھتے جا رہے تھے۔ ان کی ماں نے ان سے کہا: بیٹے جلدی سے جا مل۔ اللہ کی قسم تو نے دیر کر دی۔ حضرت عائشہؓ نے کہا کہ میں نے اس عورت سے کہا کہ اے امِ سعد! اللہ کی قسم! کاش سعد کی زرہ بکتر اس سے ذرا بڑی ہوتی۔

حضرت عائشہؓ کو زرہ بکتر چھوٹے ہونے کے سبب حضرت سعدؓ کے بارے میں اندیشہ تھا۔ اتنے میں حضرت سعد بن معاذؓ کو ایک تیر آلگا اور بازو کی ایک رگ کٹ گئی۔ انہوں نے غزوہ بنی قریظہ میں شہادت پائی۔

اللہ تعالیٰ کی آسمانی اور زمینی فوجیں

مشرکوں نے مسلمانوں کو اس طرح گھیر لیا جس طرح کسی کو فوجی دستوں کے قلعے میں بند کیا جائے۔ انہوں نے تقریباً ایک مہینہ محاصرہ جاری رکھا اور باہر ہر طرف سے قبضہ کر لیا۔ آزمائش اور زیادہ سخت ہوگئی۔ نفاق ظاہر ہوگیا۔ بعض لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے مدینہ جانے کی اجازت طلب کر لی اور کہا کہ ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں' حالانکہ بات ایسی نہ تھی۔ وہ تو صرف بھاگنے کا بہانہ ڈھونڈ تے تھے۔

اس دوران رسول اللہ ﷺ اور مسلمان جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے بیان کیا' خوف وسختی کے عالم میں تھے کہ اچانک نعیم بن مسعود غطفانی آپ کے پاس آگئے۔ انہوں نے کہا: یارسول اللہ! میں مسلمان ہو چکا ہوں لیکن میری قوم کو میرے قبول اسلام کا پتہ نہیں چلا ہے۔ مجھے جو چاہیں حکم دیجئے۔ رسول اللہ نے فرمایا: کہ تم ہم میں واحد آدمی ہو' ان لوگوں کو کسی طرح ہم سے دور کرو' جنگ ایک دھوکہ ہے۔

حضرت نعیم بن مسعودؓ بنو قریظہ کے پاس چلے گئے اور ان سے بات کی۔ انہیں ان کے موقف کے بارے میں شک وشبہ میں ڈال دیا اور ان کے دل میں قریش اور غطفان کی دوستی اور ولاء کے بارے میں شبہات پیدا کر دیئے کیونکہ وہ مدینہ کے شہری نہ تھے۔ اس کے ساتھ انہیں مہاجرین اور انصار کے ساتھ دشمنی کی طرف توجہ دلا دی جو مدینہ کے رہنے والے ہیں۔ اور ہمیشہ ان کے پڑوسی ہیں۔ حضرت نعیمؓ نے انہیں مشورہ دیا کہ وہ تب تک قریش اور غطفان کا ساتھ دے کر لڑائی میں شریک نہ ہوں جب تک

ان میں سے بطور یرغمال کچھ اشراف نہ لیں یہ اشراف ان یہود کے پاس بطور ضمانت ہوں گے۔ بنو قریضہ نے نعیمؓ سے کہا کہ تم نے صحیح مشورہ دیا۔

اس کے بعد نعیمؓ وہاں سے نکل کر قریش کے پاس آ گئے۔ ان کے ساتھ ہمدردی اور خیر خواہی کا اظہار کیا اور انہیں بتایا کہ یہود اپنے کیئے پر پشیمان ہیں اور یہ کہ وہ عنقریب قریش سے ان کے کچھ اشراف بطور یرغمال طلب کریں گے۔ یہ معاہدہ کی ضمانت کے طور پر ہوگا۔ اور انہیں وہ نبی کریم ﷺ اور ان کے صحابہؓ کے حوالے کر دیں گے اور ان کو قتل کر دیں گے اس کے بعد نعیم غطفان کی طرف گئے اور ان کے ساتھ وہ باتیں کہیں جو انہوں نے قریش سے کہی تھیں۔ اب دونوں فریق محتاط ہو گئے اور ان کے دل یہود کی طرف سے میلے ہو گئے۔ اور اس طرح احزاب یعنی ان مخالف دھڑوں میں پھوٹ پڑ گئی اور ہر فریق دوسرے سے خوف محسوس کرنے لگا۔

جب ابوسفیان اور غطفان کے سرداروں نے فریقین کے درمیان فیصلہ کن جنگ کرنے کا مطالبہ کیا تو یہود نے سستی کا مظاہرہ کیا اور ان سے بطور یرغمال آدمی طلب کیئے۔ قریش اور غطفان کو نعیم بن مسعودؓ کی کہی ہوئی بات کا یقین ہو گیا اور وہ یہود کا مطالبہ پورا کرنے سے رُک گئے۔ اسی طرح یہود کو بھی نعیم بن مسعود کی بات سچی معلوم ہوئی۔ اس طرح وہ ایک دوسرے سے الگ اور بد دل ہو گئے اور ان کا گٹھ جوڑ ٹوٹ گیا اور ان کا اتحاد پارہ پارہ ہو گیا۔

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے نبی کے لئے ایک کارنامہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان جتھوں پر آندھی کا جھکڑ چلا دیا' سردی کی شدید ٹھنڈی راتیں تھیں۔ ان کے چولہوں پر ان کی ہانڈیاں الٹ گئیں اور ان کے خیمے اُکھڑ گئے۔ ابوسفیان نے اُٹھ کر کہا: اے معشر قریش! قسم بخدا! تم اچھی جگہ نہیں آئے چارہ اور مویشی دونوں تباہ ہو گئے ہیں۔ بنو قریظہ نے ہم سے وعدہ خلافی کی ہم کو ان کی طرف سے ناگوار اطلاعات ملی ہیں اور

ناروا سلوک ہوا ہے۔ اور آندھی سے ہمارا جو حال ہو رہا ہے تم دیکھ رہے ہو۔ نہ تو ہانڈیاں چولھوں پر ٹکتی ہیں اور نہ آگ سلگتی ہے۔ اور نہ ہی ہمارے خیمے کھڑے رہتے ہیں پس کوچ کرو میں بھی کوچ کرتا ہوں۔

ابوسفیان اپنے اونٹ کی طرف چل پڑا جو بندھا ہوا تھا۔ وہ اونٹ پر بیٹھا اور اسے مارا، وہ عقال سمیت ہی اٹھ کھڑا ہوا۔

غطفان کو قریش کی کارروائی کا علم ہوا تو انہوں نے بھی وطن واپسی کے لئے رختِ سفر باندھ لیا۔ رسول اللہ ﷺ کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔ حضرت حذیفہ بن یمان نے آپ کو اطلاع دی۔ انہیں رسول اللہ ﷺ نے بطور جاسوس ان جتھوں یعنی احزاب کی طرف بھیج دیا تھا تاکہ وہ دیکھ آئیں، دشمن نے کیا کیا۔ پھر اسے واپس آنے کی ہدایت کی تھی۔ حضرت حذیفہؓ نے رسول اللہ ﷺ کو آنکھوں دیکھا حال بتا دیا۔ جب صبح ہوئی تو حذیفہ مدینہ چلے گئے اور مسلمان بھی وہاں سے چلے گئے۔ اور ہتھیار اتار کر رکھ دیئے۔ خدائے بزرگ و برتر نے سچ فرمایا:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ رِیْحًا وَّ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرًا (الاحزاب ۹)	اے ایمان والو! اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کا احسان یاد کرو جب تم پر بہت سے لشکر چڑھ آئے پھر ہم نے ان پر ایک آندھی بھیجی اور ایسی فوج بھیجی جو تم کو دکھائی نہ دیتی تھی اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو دیکھتے تھے۔

نیز ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِغَیْظِهِمْ لَمْ یَنَالُوْا خَیْرًا	اور اللہ تعالیٰ نے کافروں کو ان کے غصہ میں بھرا لوٹا دیا کہ ان کی مراد پوری نہ

وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزاً (الاحزاب ۳۳:۲۵)	ہوئی اور جنگ میں اللہ تعالیٰ مومنوں کی طرف سے آپ ہی کافی ہو گیا اور اللہ تعالیٰ بڑی قوت والا بڑا زبردست ہے

جنگ ختم ہوگئی۔ اس کے بعد قریش مسلمانوں کے خلاف لڑنے کے لئے نہیں لوٹے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَنْ تَغْزُوْكُمْ قُرَيْش بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذا وَلٰكِنَّكُمْ تَغْزُوْنَهُمْ	اس سال کے بعد قریش ہرگز تمہارے خلاف جنگ نہیں کریں گے جبکہ تم ان سے جنگ کرو گے۔

خندق کی جنگ میں مسلمانوں میں سے سات شہید ہو گئے اور مشرکوں میں سے چار قتل ہوئے۔

غزوۂ بنی قریظہ

مدینہ پہنچ کر رسول اللہ ﷺ نے مہاجرین اور انصار کے درمیان ایک دستاویز یا تحریر لکھ دی تھی، اس میں آپ نے یہود کے ساتھ بھی عہد و پیمان کیا تھا۔ آپ نے انہیں ان کے دین اور جائیدادوں پر بدستور بحال اور قابض رکھا تھا اور ان کے ساتھ کچھ باہم شرائط طے ہوئی تھیں۔ ان شرائط میں یہ درج تھا: اس عہد و پیمان کی تحریر دونوں کے خلاف جنگ کرنے والوں کے مقابلے میں فریقین ایک دوسرے کی مدد کرینگے اور یہ کہ فریقین کے درمیان خیر خواہی، ہمدردی اور گناہ چھوڑ کر نیکی اور بھلائی کا تعلق رہیگا اور یثرب یعنی مدینہ پر حملہ کرنیوالوں کے خلاف ایک دوسرے کی مدد لازمی ہوگی۔

بنی نضیر کے سردار حُیی بن اخطب بنو قریظہ کو عہد شکنی کرانے اور قریش کی طرفداری کرانے میں کامیاب ہوگیا حالانکہ بنو قریظہ کے سردار کعب بن اسد القرظی نے کہا تھا کہ میں نے محمد کی طرف سے سچ اور وفا کے سوا اور کچھ نہیں دیکھا لیکن اس کے باوجود اس نے عہد شکنی کی اور رسول اللہ ﷺ اور اس کے درمیان جو عہد و پیمان اور معاہدہ ہوا تھا اس سے دستبرداری کا اعلان کیا۔ جب عہد شکنی کی یہ اطلاع رسول اللہ ﷺ تک پہنچی تو آپ نے اوس کے سردار سعد بن معاذ کو بھیجا، یہ بنو قریظہ کے حلیف تھے۔ ان کے ساتھ کچھ اور لوگ بھیجے تا کہ اس اطلاع کی تحقیق اور تصدیق کریں۔ انہوں نے بنو قریظہ کو اس اطلاع سے بھی زیادہ بری حالت میں پایا۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ کون ہوتے ہیں۔ ہمارے اور محمد کے درمیان کوئی عہد و پیمان نہیں ہے۔ بنو قریظہ نے مسلمانوں پر حملہ کرنیکی تیاری شروع کر دی۔ اور اسی طرح مسلمان فوج پر

عقب سے حملہ کرنیکی تیاری کرنے لگے۔ یہ صورتحال سامنے سے حملہ کرنے اور میدان جنگ میں لڑنے سے زیادہ خطرناک اور سخت تھی۔ قرآن میں اسی طرف اشارہ ہے:

اِذْ جَاءُوْكُمْ مِنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ — جب وہ تمہارے اوپر اور تمہارے نیچے سے حملہ کرنے کیلئے آئے۔

یہ صورت حال مسلمانوں پر سخت گراں گزری۔

بنی قریظہ کی طرف روانگی

جب رسول اللہ ﷺ اور مسلمان خندق سے واپس مدینہ چلے گئے اور ہتھیار رکھ دیئے تو جبریل امین آئے اور کہا: یارسول اللہ! کیا آپ نے ہتھیار رکھ دیئے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! تو جبرئیل نے عرض کیا: لیکن فرشتوں نے تو ابھی تک ہتھیار نہیں اُتارے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بنی قریظہ کی طرف جانے کا حکم دیتے ہیں۔ میں ان کی طرف جارہا ہوں اور انہیں ہلا کر رکھ دوں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک مؤذن کو لوگوں میں اعلان کرنے کے لئے کہا۔ جو شخص یہ اعلان سن رہا ہو وہ اطاعت شعار ہو، وہ نماز عصر بنی قریظہ کے ہاں جا کر پڑھے یہاں نہ پڑھے۔

رسول اللہ ﷺ بنی قریظہ کے ہاں اُترے' پچیس ۲۵ رات تک ان کا محاصرہ کئے رکھا۔ وہ محاصرہ سے تنگ آگئے اور ان کے دلوں پر مسلمانوں کا رعب چھا گیا۔

اللہ کے معاملے میں حضرت سعدؓ کی ملامت سے بے خوفی

بنو قریظہ رسول اللہ ﷺ کے حکم پر اپنے قلعہ سے نیچے اُتر آئے اوس نے ان کی سفارش کی۔ خزرج سے الگ ہو کر اوس بنی قریظہ کے حلیف تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے بنی اوس! کیا تم اس پر راضی ہو کہ تمہارا کوئی آدمی ان کا حکم بنے اور فیصلہ کرے؟ انہوں نے کہا ہاں! ہم اس پر راضی ہیں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پھر یہ

شخص سعد بن معاذؓ ہوگا۔ آپ نے حضرت سعدؓ کو بلا بھیجا۔ حضرت سعد سے ان کے قبیلے والوں نے کہا کہ اے ابو عمرو! اپنے حلیفوں سے نیکی کا سلوک کرنا۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ معاملہ آپ کے سپرد کیا ہے تاکہ آپ ان سے بھلائی کریں۔ جب انہوں نے کثرت سے یہ بات کہی تو حضرت سعدؓ نے کہا کہ اب سعد کے لئے وقت آیا ہے کہ اللہ کے معاملے میں کسی ملامت کی پرواہ نہ کرے۔ حضرت سعدؓ نے فیصلہ کیا کہ ان کے مرد قتل کئے جائیں۔ ان کے اموال تقسیم کیئے جائیں اور ان کے بچے اور عورتیں غلام، لونڈیاں بنائے جائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعدؓ سے فرمایا کہ ''تم نے اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا''۔

یہ فیصلہ بنی اسرائیل کے جنگی قوانین کے مطابق تھا اور تورات میں درج احکام کے موافق تھا۔ بنی قریظہ کے معاملے میں حضرت سعد بن معاذؓ کا فیصلہ نافذ کیا گیا۔

اب مسلمان عقب سے حملے سے اور اندرونی خلفشار سے محفوظ ہو گئے۔

خزرج نے سلام بن ابی الحقیق کو قتل کر دیا تھا جس نے احزاب یعنی جتھے تیار کئے تھے۔ اور اوس اس سے پہلے کعب بن الاشرف کو قتل کر چکے تھے۔ جو رسول اللہ ﷺ کی دشمنی میں پیش پیش تھا۔ اور آپ کے خلاف دشمنوں کو اُکساتا تھا۔ اس طرح مسلمان ان سرغنوں سے نجات پا گئے جو مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرتے تھے اور مخالفانہ تحریکوں کی قیادت کرتے تھے۔ اب مسلمانوں کو چین اور سکون نصیب ہوا۔

ظالم سے درگزر اور محروم کے لئے عطاو بخشش

رسول اللہ ﷺ نے سواروں کا ایک دستہ نجد کی طرف روانہ کیا۔ وہ قبیلہ بنی حنیفہ کے سردار ثمامہ بن آثال کو گرفتار کر کے لائے اور اسے مسجد نبوی کے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا۔

رسول اللہ ﷺ اس کے پاس سے گزرے تو ثمامہ سے پوچھا کہ کیا کہتے ہو؟ یا

تیرے پاس کہنے کو کیا ہے؟ اس نے جواب دیا: یا محمد! اگر تم مجھے قتل کروگے تو ایک خونی کو قتل کرو گے اور اگر احسان کرو گے تو ایک قدر شناس اور شکر گزار پر احسان کرو گے۔ اگر مال چاہتے ہو تو جس قدر چاہو مال دیا جائے گا۔ آپ نے اس کا جواب سنا اور اسے چھوڑ کر چلے گئے۔ رسول اللہ ﷺ دوبارہ اس کے پاس سے گزرے اور پہلی مرتبہ والا سوال دہرایا۔ ثمامہ نے بھی وہی جواب دیا جو پہلے دیا تھا۔ اس کے بعد آپ تیسری مرتبہ ثمامہ کے پاس گئے تو حکم فرمایا کہ ثمامہ کو رہا کر دو۔

ثمامہ مسجد کے پاس ہی ایک نخلستان میں گیا۔ غسل کیا پھر آپ کے پاس آیا اور اس نے اسلام قبول کیا اور کہا: اللہ کی قسم! روئے زمین پر آپ کے چہرے سے زیادہ مجھے کسی چہرے سے نفرت نہیں تھی اور اب یہی چہرہ میرے لئے تمام چہروں سے محبوب ہو گیا ہے۔ اللہ کی قسم! روئے زمین پر آپ کے دین سے زیادہ کسی دین سے نفرت نہ تھی اور اب یہی دین مجھے تمام ادیان سے زیادہ محبوب ہے۔ آپ کے سوار مجھے اس وقت پکڑ لائے ہیں جس وقت میں عمرہ ادا کرنے جا رہا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے خوشخبری دی اور اسے عمرہ ادا کرنے کا حکم دیا۔

ثمامہ جب قریش کے ہاں پہنچا تو قریش نے اس کے کہا کہ اے ثمامہ! کیا تم بے دین ہو گئے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ نہیں۔ اللہ کی قسم! میں تو محمد پر ایمان لایا ہوں۔ خدا کی قسم! اب تمہیں یمامہ سے گندم کا ایک دانہ بھی نہیں پہنچے گا تاوقتیکہ رسول اللہ ﷺ اس کی اجازت نہ دیں۔ یمامہ مکہ کا دیہاتی علاقہ تھا (جہاں سے مکہ کو اناج آتا تھا)۔

ثمامہ اپنے علاقے میں چلا گیا اور مکہ کو اناج کی رسد بند کر دی۔ جب قریش تنگ آ گئے تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو لکھا اور قرابت داری کا واسطہ دے کر ثمامہ کو اناج کی واگذاری کیلئے اجازت دینے کی استدعا کی۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی استدعا منظور کر لی۔

صلح حدیبیہ

رسول اللہ ﷺ کا خواب اور مسلمانوں کی مکہ میں داخل ہونے کی تیاری

رسول اللہ ﷺ نے خواب میں دیکھا کہ آپ مکہ میں داخل ہوئے اور بیت اللہ کا طواف کیا۔ آپ ﷺ نے قیام مدینہ کے دوران صحابہؓ کو اس کی خبر دی۔ صحابہؓ اس خوشخبری سے بہت خوش ہوئے۔ مکہ اور کعبہ کی زیارت کئے ہوئے انہیں ایک عرصہ گزر گیا تھا۔ ان کے دل کعبہ کا طواف کرنے کے لئے بڑے مشتاق تھے۔

مہاجرین مکہ جانے کے لئے سخت بے قرار تھے کیونکہ وہ وہیں پیدا ہوئے تھے اور پلے بڑھے تھے۔ انہیں مکہ سے بہت محبت تھی لیکن اب ان دونوں کے درمیان ایک خلیج حائل تھی۔ جب رسول اللہ ﷺ نے انہیں اپنا خواب بتایا تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مکہ کے لئے سفر کو نکلنے کی تیاری کی۔ شاذ و نادر ہی کوئی شخص اس تیاری سے پیچھے رہ گیا ہو۔

ایک عرصے کے بعد مکہ کو روانگی

رسول اللہ ﷺ ہجرت کے چھٹے سال ذوالقعدہ میں عمرہ کی نیت سے مکہ کو روانہ ہوئے۔ آپ ﷺ کی نیت جنگ کی نہ تھی۔ آپ ﷺ کے ساتھ قربانی کے جانور تھے۔ آپ ﷺ نے عمرہ کے لئے احرام باندھا تا کہ لوگوں کو معلوم ہو کہ آپ ﷺ بیت اللہ کی زیارت کے لئے اور اس کی تعظیم و تقدیس کے لئے نکلے ہیں۔

اس دوران رسول اللہ ﷺ نے اپنا ایک جاسوس آگے بھیجا تا کہ آپ کو قریش کے ردعمل سے مطلع کرے۔ جب رسول اللہ ﷺ عسفان کے مقام پر پہنچے تو جاسوس نے آ کر اطلاع دی کہ میں نے کعب بن لوئیؑ کو اس حال میں چھوڑا کہ اس نے آپ ﷺ کا مقابلہ کرنے کے لئے ایک بڑی جماعت اکٹھی کر لی ہے اور وہ آپ ﷺ کے ساتھ لڑنا چاہتے ہیں اور آپ کو بیت اللہ سے روکنا چاہتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ وہاں سے چل دیئے حدیبیہ کے آخری کنارے جا کر پڑاؤ ڈالا، جہاں تھوڑا سا پانی تھا۔ صحابہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے پیاس کی شکایت کی۔ آپ نے اپنے ترکش سے ایک تیر نکالا اور صحابہؓ کو حکم دیا کہ یہ تیر کنویں میں ڈال دیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے پانی اُبل پڑا اور صحابہؓ سیر ہو کر وہاں سے لوٹے۔

قریش رسول اللہ ﷺ کے ان کے ہاں اترنے سے خوف زدہ ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے چاہا کہ اپنے صحابہؓ میں سے کچھ لوگوں کو ان کے پاس بھیجیں، رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان بن عفانؓ کو بلایا اور ان کو قریش کے پاس بھیجا اور ان سے قریش کو یہ اطلاع دینے کے لئے کہا کہ ہم لڑائی کرنے نہیں آئے ہیں۔ ہم تو صرف عمرہ ادا کرنے آئے ہیں۔ آپ نے حضرت عثمانؓ سے قریش کو اسلام کی طرف دعوت دینے کے لئے کہا۔ آپ نے حضرت عثمانؓ کو حکم دیا کہ وہ مکہ میں مومن مردوں اور عورتوں کے پاس جا کر انہیں فتح کی خوشخبری دیں۔ اور انہیں بتائیں کہ اللہ تعالیٰ مکہ میں اپنے دین کو غلبہ عطا کرنیوالا ہے۔ تا کہ کسی شخص کو اپنا ایمان چھپانے کی ضرورت نہ رہے۔

حضرت عثمانؓ روانہ ہوئے۔ مکہ پہنچ کر وہ ابوسفیان اور قریش کے بڑے بڑے سرداروں کے پاس گئے اور ان تک رسول اللہ ﷺ کا پیغام پہنچایا۔

حضرت عثمانؓ نے جب رسول اللہ ﷺ کا پیغام پہنچا دیا تو انہوں نے حضرت عثمانؓ سے کہا کہ تم اگر چاہو تو بیت اللہ کا طواف کر لو۔ حضرت عثمانؓ نے جواب دیا کہ میں

رسول اللہ ﷺ کے بغیر طواف نہیں کرسکتا۔

بیعتِ رضوان

رسول اللہ ﷺ کو یہ اطلاع ملی کی حضرت عثمانؓ قتل کردیئے گئے تو آپ نے صحابہؓ کو بیعت کے لئے بلایا۔ مسلمان رسول اللہ ﷺ کے پاس دوڑے آئے' آپ اس وقت درخت کے نیچے تھے۔ صحابہؓ نے آپ ﷺ کے ہاتھ پر اس بات کے لئے بیعت کی کہ وہ جنگ سے راہ فرار اختیار نہیں کریں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے خود اپنا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ یہ عثمانؓ کا ہاتھ ہے۔ لہٰذا یہ بیعت رضوان کیکر کے ایک درخت کے نیچے ہوئی۔

اسی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ	اللہ تعالیٰ اہل ایمان سے راضی ہوا جب وہ لوگ درخت کے نیچے آپ کی بیعت کرتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ اور قریش کے درمیان چار ایلچی آئے اور گئے۔ آپ ہر ایک سے یہی کہتے رہے کہ ہم کسی سے جنگ کرنے نہیں آئے بلکہ ہم تو صرف عمرہ کرنے آئے ہیں۔ لیکن قریش اپنے عناد اور انکار پر اڑے رہے۔

ان ایلچیوں میں سے ایک عروۃ بن مسعود الثقفی تھے جب وہ اپنے ساتھیوں کے پاس واپس گئے تو ان سے کہا: "اے قوم! میں سفیر بن کر بادشاہوں کے پاس گیا ہوں کسریٰ قیصر اور نجاشی کے دربار میں گیا ہوں' اللہ کی قسم! میں نے کسی بادشاہ کے ساتھیوں کو اپنے بادشاہ کی اس قدر عزت و تعظیم کرتے نہیں دیکھا جس قدر محمد کے صحابہ محمد کی کرتے ہیں"۔ اس نے اپنے ساتھیوں کو آنکھوں دیکھا حال سنادیا۔

معاہدۂ صلح، اس کی حکمت اور بردباری

اس کے بعد قریش نے سہیل بن عمرو کو بھیجا جب رسول اللہ ﷺ نے اسے آتے دیکھا تو فرمایا کہ قریش نے صلح کا ارادہ کیا ہے جو اس شخص کو بھیجا ہے۔ اس نے کہا کہ: ''ہمارے اور اپنے درمیان ایک دستاویز لکھیے۔ رسول اللہ ﷺ نے کاتب بلوایا، کاتب حضرت علیؓ تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: لکھو ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' اس پر سہیل نے اعتراض کیا کہ لفظ الرحمٰن ہم نہیں جانتے کہ یہ کیا ہے۔ اس کے بدلے یوں لکھو: ''باسمک اللّٰھم''، جیسے تم پہلے لکھا کرتے تھے۔ مسلمانوں نے کہا کہ اللہ کی قسم! ہم یہ نہیں لکھیں گے۔ ہم صرف بسم اللہ الرحمن الرحیم ہی لکھیں گے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ باسمک اللّٰھم ہی لکھیئے۔

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اب لکھو: ''یہ وہ فیصلہ ہے جو محمد رسول اللہ نے کیا''۔

اس پر سہیل نے کہا کہ ''واللہ! اگر ہم جانتے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو ہم آپ کو بیت اللہ سے قطعاً نہ روکتے۔ اور نہ آپ کے خلاف جنگ کرتے''۔ بلکہ اس کے بعد ''محمد بن عبداللہ'' لکھیے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں بے شک وشبہ اللہ کا رسول ہوں یہ الگ بات ہے کہ تم نے میری تکذیب کی۔ پھر فرمایا کہ لکھو: ''محمد بن عبداللہ'' آپ نے حضرت علیؓ کو رسول اللہ کا لفظ مٹانے کو کہا تو حضرت علیؓ نے جواب دیا: نہیں واللہ میں تو یہ نہ مٹاؤں گا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے اس لفظ کی جگہ دکھادو۔ حضرت علیؓ نے آپ کو جگہ دکھادی تو آپ نے یہ لفظ مٹادیا۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ رسول اللہ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ تم ہمارے اور بیت اللہ کے درمیان سے ہٹو کہ ہم اس کا طواف کریں۔

اس پر سہیل نے کہا کہ واللہ! عرب یہ کہیں گے کہ ہم دب گئے ہیں۔ البتہ ایسا اگلے سال ہوگا۔ لہٰذا آپ نے ایسا ہی لکھوایا۔

سہیل نے کہا کہ دستاویز کی ایک شق یہ ہوگی کہ ہمارے پاس سے آپ ﷺ کے پاس کوئی شخص نہیں آئے گا۔ چاہے اس نے آپ کا دین قبول کیا ہو۔ آپ ﷺ اسے ہماری طرف لوٹا دیں گے۔ اس پر مسلمانوں نے کہا: سبحان اللہ اس شخص کو مشرکین کی طرف کیسے لوٹایا جا سکتا ہے جو مسلمان ہو کر ہمارے پاس آیا ہو؟

اتنے میں سہیل کا بیٹا ابو جندل بیڑیوں میں جکڑا ہوا وہاں آن پہنچا اور مسلمانوں کے سامنے آ کر فرش پر گر پڑا۔ وہ مکہ کے ایک تہہ خانے سے بھاگ کر نکل آیا تھا۔

سہیل نے کہا کہ: اے محمد! تم سے میرا پہلا مطالبہ ہے کہ تم اس کو لوٹا دو۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ہم نے ابھی تک دستاویز تحریر نہیں کی ہے۔ اس پر سہیل نے کہا کہ واللہ! پھر میں تم سے کسی بات پر کوئی فیصلہ نہیں کروں گا۔ نبی کریم نے فرمایا: تو اسے میری خاطر چھوڑ دو۔ سہیل نے جواب دیا۔ میں اسے تمہارے لئے نہیں چھوڑوں گا۔ آپ نے اصرار کیا کہ اسے چھوڑ دے۔ سہیل نے جواب دیا کہ نہیں۔ میں ہرگز ایسا نہیں کروں گا۔

ابو جندل بول پڑا: اے مسلمانو! کیا مجھے مشرکین کی طرف لوٹا دیا جائے گا جب کہ میں مسلمان ہو کر آیا ہوں۔ کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ مجھ پر کیا بیتی ہے۔ مشرکوں نے اسے سخت عذاب دیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے واپس کر دیا۔

فریقین کے درمیان اس سال کے لئے جنگ بندی کا معاہدہ ہوگیا۔ اس مدت کے لئے لوگوں کو امن حاصل ہوگیا۔ اس دوران لوگ ایک دوسرے سے اپنے ہاتھ روک لیں گے۔ نیز یہ کہ جو شخص قریش کی جانب سے اپنے ولی کی اجازت کے بغیر حضرت محمد کی ﷺ طرف جائے گا، وہ اسے قریش کو واپس لوٹا دیں گے۔ لیکن اگر

حضرت محمد ﷺ کے ساتھیوں میں سے کوئی قریش کی طرف جائے گا، قریش اسے واپس نہیں کریں گے۔ جو شخص حضرت محمد ﷺ کے ساتھ کسی معاہدے یا عہد و پیمان اور حلف میں شریک ہونا چاہے، ہو جائے اور جو قریش کے ساتھ کسی معاہدے میں شرکت کرنا چاہے کرے یعنی قبائل اور لوگ فریقین میں سے کسی کے ساتھ بھی معاہدہ اور حلف کر سکتے ہیں۔

صلح میں مسلمانوں کی آزمائش اور مکہ کو واپسی

جب مسلمانوں نے دیکھا کہ صلح کی کیا شرائط طے پائی ہیں اور اس سال بغیر عمرہ کیئے واپس جانا ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ نے اپنے آپ پر کیسی ذمہ داری اٹھائی ہے اور کتنی بار بردباری سے کام لیا، تو یہ بات انہیں بہت گراں اور ناگوار گذری حتیٰ کہ انہیں اس میں ہلاکت نظر آنے لگی۔ ان کے دلوں پر اس کا بہت گہرا اثر ہوا۔ یہاں تک حضرت عمرؓ، حضرت ابوبکرؓ کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ کیا رسول اللہ ﷺ ہم سے یہ نہیں کہتے تھے کہ ہم بیت اللہ آ کر اس کا طواف کریں گے۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا: ہاں! لیکن کیا انہوں نے اسی سال آنے کے لئے کہا تھا؟ حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ نہیں' اس پر حضرت ابوبکرؓ نے ان سے کہا کہ تم بیت اللہ آؤ گے اور اس کا طواف کرو گے۔

جب رسول اللہ ﷺ صلح سے فارغ ہوئے تو قربانی کے جانور کی طرف اٹھ کھڑے ہوئے اور اسے ذبح کیا۔ پھر بیٹھ گئے۔ سر کا حلق کیا۔ مسلمانوں کو یہ بات بھاری لگی۔ کیونکہ جب وہ نکلے تھے تو انہیں مکہ میں داخل ہونے اور عمرہ ادا کرنے میں کوئی شک وشبہ نہ تھا۔ لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے قربانی کی اور حلق کیا تو انہوں نے بھی جلدی سے اپنے قربانی کے جانور ذبح کیئے اور حلق کیا۔

صلح مہین یا فتح مبین

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ مدینہ واپس تشریف لائے۔ آپ کی واپسی کے دوران اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:

اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا o لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَأَخَّرَ وَیُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَیْکَ وَیَهْدِیَکَ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا o وَیَنْصُرَکَ اللّٰہُ نَصْرًا عَزِیْزًا o (الفتح: ۱-۲)

بے شک ہم نے آپ کو کھلم کھلا فتح دی تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کی اگلی اور پچھلی خطائیں معاف فرمادے اور آپ پر اپنے احسانات کی تکمیل کردے اور آپ کو سیدھے راستے پر لے چلے اور اللہ تعالیٰ آپ کو ایسا غلبہ دے جس میں عزت ہی عزت ہو۔

حضرت عمرؓ نے کہا: یارسول اللہ! کیا یہ فتح ہے؟ آپ ﷺ نے جواب دیا: ہاں!

عَسٰی اَنْ تَکْرَهُوْا شَیْئًا وَّهُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ

جب رسول اللہ ﷺ مدینہ لوٹے تو آپ کے پاس قریش کا ایک آدمی آیا جس کا نام ابو بصیر عتبہ بن اُسید تھا۔ قریش نے اسے واپس طلب کرنے کے لئے دو آدمی بھیجے۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ آپ نے ہمارے ساتھ جو عہد و پیمان کیا ہے اسے پورا کیجئے۔ آپ ﷺ نے ابو بصیر کو ان کے حوالے کردیا وہ انہیں لے کر نکلے تو ابو بصیر ان سے بھاگ گئے اور ساحل سمندر پر پہنچ گئے۔ اس کے بعد ابو جندل بھی بھاگ کر وہاں پہنچ گئے اور ابو بصیر سے مل گئے۔ اس کے بعد قریش میں سے جو شخص مسلمان ہوجاتا وہ ابو بصیر کے ساتھ جاملتا یہاں ان کی ایک جماعت بن گئی۔ وہ جب بھی قریش کے کسی تجارتی قافلے کے متعلق سنتے کہ وہ شام جارہا ہے۔ یہ اس کے

مقابلے پر آتے، قافلے والوں کو قتل کرتے اور ان کا سامان چھین لیتے۔ قریش نے تنگ آ کر رسول اللہ ﷺ کے پاس پیغام بھیجا جس میں آپ ﷺ سے اللہ کا واسطہ دے کر رحم کی درخواست کی کہ قریش کی طرف سے جو شخص آپ ﷺ کی طرف آئے گا اسے امان ہے۔

بعد میں پیش آنے والے واقعات نے ثابت کر دیا کہ صلح حدیبیہ جس میں رسول اللہ ﷺ نے قریش کی باصرار شرائط کو قبول کرنے میں جس بردباری اور دست برداری کا مظاہرہ کیا تھا اور ان شرائط میں قریش نے اپنی فتح اور تائید دیکھا تھا اور مسلمانوں نے ان شرائط کو بڑے تحمل اور بردباری کا مظاہرہ کر کے اپنی قوت ایمانی اور رسول اللہ کی اطاعت میں شدت کا ثبوت دیا تھا' وہ اسلام کی فتح اور کامیابی کا ایک نیا دروازہ کھلنا تھا۔ اور جزیرہ عرب میں اسلام کی اشاعت کا ایسا آغاز تھا جس کی مثال اس سے پہلے نہیں ملتی۔ یہ صلح فتح مکہ' عالمی بادشاہوں، قیصر و کسریٰ، مقوقس اور امراء عرب کو دعوتِ اسلام کا سبب بنی۔ قول خداوندی برحق ثابت ہوا:

تُحِبُّوْا شَيْـئًـا وَّهُوَ شَرٌّ لَّـكُمْ، وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (البقرہ: ۲:۲۱٦)

تم کسی بات کو پسند کرو' مگر وہ تمہارے حق میں باعث خرابی ہو اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

خالد بن ولید اور عمرو بن العاص کا قبولِ اسلام

صلح حدیبیہ دلوں کی فتح بھی تھی۔ اس صلح کے بعد خالد بن ولیدؓ نے اسلام قبول کیا جو قریش کے شہسواروں کے سالار تھے اور بہت بڑے معرکوں کو فاتح اور سالار تھے۔ انہیں رسول اللہ ﷺ نے سیف اللہ کا خطاب عطا فرمایا تھا۔ انہوں نے ہی اللہ کی راہ میں آزمائش کے بڑے بڑے معرکے سر کیے۔ انہی کے ہاتھوں پر شام فتح ہوا۔ عمرو بن العاصؓ نے اسلام قبول کیا جو اسلام کے سالاروں اور امراء میں سے تھے۔ وہی بعد

میں فاتح مصر ہوئے۔ یہ دونوں صلح حدیبیہ کے بعد مدینہ آئے اور انہوں نے اسلام قبول کیا۔ ان کا قبولِ اسلام اچھا ثابت ہوا۔

اس صلح سے مشرکوں اور مسلمانوں کے باہم اختلاط اور میل جول کا ایک موقع پیدا ہوا۔ مشرکوں کو اسلام کی خوبیوں کا پتہ چلا اور مسلمانوں کے حسنِ اخلاق سے باخبر ہوئے۔ چنانچہ ابھی ایک سال بھی نہ گزرا تھا کہ بہت سے لوگ اسلام میں داخل ہو گئے۔

بادشاہوں اور امراء کے نام اسلام کی دعوت

دعوت وحکمت

جب صلح طے پا گئی اور حالات پر سکون ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے دنیا کے بادشاہوں اور عرب امراء کے نام خطوط تحریر فرمائے۔ ان خطوط میں آپ ﷺ نے بڑی حکمت کے ساتھ انہیں اسلام کی طرف اور اپنے رب کی طرف دعوت دی۔ اور اس میں بڑا احتیاط ملحوظ رکھا۔ ہر بادشاہ یا امیر کی طرف موزوں و مناسب ایلچی سفیر کا انتخاب کیا۔ رسول اللہ ﷺ سے کہا گیا کہ بادشاہ اور امراء مہر کے بغیر خطوط کو قبول نہیں کرتے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے انگوٹھی یا مہر بنوائی جس کا حلقہ چاندی کا تھا اور اس مہر پر لفظ "محمد رسول اللہ" نقش کیا گیا تھا۔

ہرقل کا اعترافِ اسلام اور قبول اسلام سے ہچکچاہٹ

ان بادشاہوں میں شہنشاہِ روم ہرقل، شہنشاہ فارس کسریٰ پرویز، بادشاہ حبشہ نجاشی اور مصر کا بادشاہ مقوقس تھے۔

ھرقل، نجاشی اور مقوقس نے تو بڑے مؤدبانہ جواب دیئے۔ ھرقل نے چاہا کہ نبی اکرم ﷺ کی دعوت پر ثابت قدمی دکھائے اور ایسے شخص کی تلاش کی جو اسے نبی کریم ﷺ کے متعلق معلومات فراہم کرے۔ اتفاقاً ان دنوں ابوسفیان غزہ میں موجود تھا

اسے دربار میں بلایا گیا' وہ تجارتی کاروبار کے سلسلے میں وہاں آیا ہوا تھا۔ ھرقل کے سوالات اور اشکالات عقلمندانہ اور تجربہ کارانہ تھے۔ وہ ادیان کی تاریخ اور انبیاء کی خصوصیات اور ان کی سیرت سے باخبر معلوم ہوتا تھا۔ اسے پیغمبروں کے ساتھ قوموں کے سلوک اور ان کے بارے میں سنتِ الٰہی سے بھی واقفیت تھی۔ ابوسفیان نے اسے اولین عربوں کے شایان شان سچے جواب دیئے۔ اسے اس بات کا اندیشہ تھا کہ غلط بیانی کی صورت میں لوگ اس پر جھوٹ کا الزام دیں گے۔

جب ہرقل نے یہ سب کچھ سُنا' تو اسے یقین ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ اللہ کے نبی ہیں۔ اس نے ابوسفیان سے کہا کہ جو کچھ تم نے کہا ہے اگر یہ سچ ہے تو پھر وہ عنقریب میرے پیروں تلے کی زمین پر قابض ہو جائے گا۔ مجھے اس بات کا تو علم تھا کہ ایک نبی ظاہر ہونے والا ہے لیکن میرا خیال نہ تھا کہ یہ نبی تم میں سے ہوگا۔ اگر مجھے اس بات کا علم ہوتا کہ میں اس تک پہنچ سکتا ہوں تو میں صرف اس کی ملاقات کے لئے جاتا۔ اور ان کے پاؤں دھوتا۔ اُس نے رومہ کے اکابرین کو محل میں بلوا بھیجا اور محل کے دروازے بند کروا دیئے۔ پھر تخت پر چڑھا اور کہا: اے اہل روم! کیا تمہیں فلاح اور رشد و ہدایت کی خواہش ہے اور اپنا ملک بچانا چاہتے ہو تو اس نبی کی متابعت کرو۔ لوگ بدک اُٹھے اور دروازوں کی طرف دوڑے تو انہوں نے دروازے بند پائے۔ جب ھرقل نے ان کی نفرت دیکھی اور ان کے ایمان لانے اور قبولِ اسلام سے مایوس ہو گیا تو حکم دیا کہ ان اکابرین کو واپس میرے پاس لاؤ۔ اس نے ان سے کہا جو باتیں تھوڑی دیر پہلے کہی ہیں، میں یہ اپنے دین، تمہاری ثابت قدمی کی آزمائش کرنا چاہتا تھا سو میں نے دیکھ لی۔ اس پر اکابرین نے اسے سجدہ کیا اور اس سے راضی ہو گئے۔ اس طرح بادشاہ نے ہدایت پر حکومت اور اپنی بادشاہت کو ترجیح دی۔

حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں رومیوں اور مسلمانوں کے

درمیان زبردست معرکے ہوئے ان جنگوں اور معرکوں کے نتیجے میں ھرقل کی حکومت اور بادشاہت ختم ہوگئی۔

نجاشی اور مقوقس کا ادب

نجاشی اور مقوقس نے رسول اللہ ﷺ کے سفیروں کا بڑا احترام و اکرام کیا۔ ان کا جواب نہایت نرم اور مؤدبانہ تھا۔ مقوقس نے تو رسول اللہ ﷺ کے لئے تحائف اور لونڈیاں بھی بھیجیں۔ ان میں سے ایک حضرت ماریہؓ تھیں جن کے بطن سے حضرت ابراہیمؑ پیدا ہوئے۔

کسریٰ کا تکبر اور اس کی سزا

البتہ فارس یعنی ایران کے شہنشاہ کسریٰ پرویز کو جب رسول اللہ ﷺ کا نامۂ مبارک پڑھ کر سنایا گیا تو اس نے خط پھاڑ دیا اور کہا کہ میرا غلام ہو کر مجھے ایسا خط لکھتا ہے۔ جب رسول اللہ ﷺ کو کسریٰ کی یہ حرکت معلوم ہوئی تو آپ نے فرمایا: مزق الله ملكه: اللہ نے اس کی سلطنت کو پارہ پارہ کر دیا۔ کسریٰ نے یمن پر اپنے گورنر باذان کو حکم دیا کہ وہ نعوذ باللہ، رسول اللہ ﷺ کو کسریٰ کے دربار میں حاضر کرے۔ باذان نے بابویہ کو رسول اللہ ﷺ سے یہ کہنے کو بھیجا کہ شہنشاہ کسریٰ نے ملک باذان کو حکم دیا ہے کہ آپ ﷺ کو کسریٰ کے پاس لے جانے کے لئے کسی کو بھیجے تو باذان نے مجھے آپ ﷺ کی طرف بھیجا ہے تاکہ آپ میرے ساتھ چلیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے اطلاع دی کہ اللہ تعالیٰ نے کسریٰ پر اس کے بیٹے شیرویہ کو مسلّط کر دیا ہے۔ امر واقعہ یہی تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسی طرح کسریٰ کی حکومت کو پارہ پارہ کر دیا اور مسلمان اس پر قابض ہو گئے اور اہل ایران کو اسلام کی طرف ہدایت ملی۔ رسول اللہ ﷺ نے امرائے عرب کو بھی خطوط روانہ کئے۔ ان میں سے بعض نے اسلام قبول کیا اور بعض رُکے رہے۔

غزوۂ خیبر

انعامِ خداوندی

اللہ تعالیٰ نے حدیبیہ میں بیعتِ رضوان والوں کو قریبی فتح اور مال غنیمت کی خوشخبری دی تھی اور فرمایا تھا:

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا وَمَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَاْخُذُوْنَهَا. وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا

(الفتح ۱۸:۱۹)

تحقیق اللہ تعالیٰ ان مسلمانوں سے خوش ہوا جب یہ لوگ آپ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے اور ان کے دلوں میں جو کچھ تھا وہ بھی اللہ کو معلوم تھا پس اللہ تعالیٰ نے ان میں اطمینان پیدا کر دیا اور ان کو ہاتھ لگے ایک فتح دی اور اس فتح میں بہت سی غنیمتیں بھی دیں جن کو یہ لوگ لے لیں گے اور اللہ تعالیٰ زبردست، بڑی حکمت والا ہے۔

ان فتوحات اور اموالِ غنیمت کا دیباچہ غزوۂ خیبر ثابت ہوا۔ خیبر یہودی آبادی تھی جس میں مضبوط قلعے تھے اور یہود کی ایک فوجی چھاؤنی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے چاہا کہ ان کے شر سے نجات پائیں اور ان کی طرف سے محفوظ اور مطمئن ہوں۔ مدینہ کی شمال مشرقی سرحد خیبر سے ستر میل دور تھی۔

نبی اکرم کی قیادت میں مؤمن فوج

حدیبیہ سے واپس آ کر رسول اللہ ﷺ ذوالحجہ اور محرم کے کچھ دنوں تک مدینہ میں مقیم رہے۔ محرم کے باقی ماندہ دنوں میں خیبر روانہ ہو گئے۔ عامر بن اکوع خیبر کے اس سفر میں آپ کے رجز خوان تھے۔ وہ یہ شعر پڑھتے جا رہے تھے:

وَاللهِ، لَولَا اللهُ مَا اهتَدَینَا
وَلَا تَصَدَّقنَا وَلَا صَلَّینَا
اِنَّا اِذَا قَومٌ بَغَوا عَلَینَا
وَاِن اَرَادُوا فِتنَةً اَبَینَا
فَاَنزِلَن سَکِینَةً عَلَینَا
وَثَبِّتِ الاَقدَامَ اِن لَاقَینَا

"واللہ! اگر اللہ کا فضل شامل حال نہ ہوتا تو ہم ہدایت نہ پا سکتے تھے' نہ صدقہ و خیرات کرتے اور نہ نماز پڑھتے"۔

"ہم ایسے لوگ ہیں کہ جب کسی قوم نے ہمارے خلاف سرکشی کی یا فتنہ و شرارت کی تو ہم نے ان کا ڈٹ کر مقابلہ کیا"۔

"پس اے اللہ! ہم پر اطمینان و سکون نازل فرما اور اگر ہمارا مقابلہ دشمن سے ہو تو ہمارے قدم ثابت رکھ"۔

رسول اللہ ﷺ اپنی فوج لے کر آگے بڑھے جس کی تعداد ایک ہزار چار سو تھی۔ ان کے ساتھ دو سو گھوڑے تھے۔ حدیبیہ سے پیچھے رہنے والوں یعنی شریک نہ ہونے والوں میں سے کسی کو اس سفر میں ساتھ نکلنے کی اجازت نہ دی۔ صحابہؓ کی عورتوں میں سے بیس خواتین ساتھ نکلیں جو لڑائی میں بیماروں کی تیمارداری، زخمیوں کی مرہم پٹی اور پانی اور کھانے کا فوری اہتمام کر سکیں۔

رسول اللہ ﷺ نے راستے میں زادِ سفر طلب فرمایا۔ آپ ﷺ کو صرف ستو پیش

کئے گئے۔ آپ ﷺ نے ستو ہی لانے کا حکم دیا۔ جسے پانی میں گھولا گیا۔ آپ ﷺ اور مسلمانوں نے اسے نوش کیا۔ جب رسول اللہ ﷺ خیبر کی بلندی پر چڑھے تو آپ ﷺ نے دعا فرمائی، اللہ تعالیٰ سے بھلائی طلب کی اور خیبر اور اہل خیبر کے شر سے اللہ کی پناہ مانگی۔ رسول اللہ ﷺ جب کسی جگہ حملہ کرتے تو صبح تک کا انتظار فرماتے۔ صبح کو اگر اذان کی آواز سنتے تو رُک جاتے۔ اور اگر اذان کی آواز نہ آتی تو حملہ کر دیتے۔ جب صبح ہوگئی اور آپ نے اذان کی آواز نہ سنی تو آپ بھی سوار ہوئے اور صحابہؓ بھی۔ انہیں راستے میں خیبر کے مزدور اور کام کرنے والے ملے جو اپنے کدال بیلچے لے کر کام پر نکل رہے تھے۔ جب انہوں نے رسول اللہ اور فوج کو دیکھا تو پکار اٹھے کہ ''محمد اور ان کے ساتھ ان کا لشکر'' وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے۔ رسول اللہ نے اللہ اکبر کہا اور فرمایا کہ خیبر ویران ہوگیا۔ جب ہم ان کے آنگن میں اتریں گے تو ان ڈرائے گئے لوگوں کی صبح بری ہوگی۔

فتح مند قائد

رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے قلعوں پر یلغار کی اور ایک ایک کر کے قلعوں کو فتح کرنا شروع کیا۔ سب سے پہلے حصن ناعم فتح کیا گیا جسے حضرت علیؓ نے فتح کیا۔ مسلمانوں کے لئے اس قلعے کا فتح کرنا قدرے مشکل تھا اور حضرت علیؓ آشوبِ چشم میں مبتلا تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کل جھنڈا ایسے شخص کے ہاتھ میں ہوگا جو اللہ کو اور اس کے رسول کو ﷺ پیارا ہے۔ قلعہ اس کے ہاتھوں فتح ہوگا۔ اس شرف کے لئے بڑے بڑے صحابہؓ ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر تمنا کرنے لگے۔ ہر ایک کی خواہش تھی کہ یہ شرف اسے ملے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ کو بلا بھیجا۔ وہ آشوبِ چشم میں مبتلا تھے۔ وہ آئے، رسول اللہ ﷺ نے ان کی آنکھوں میں لعاب دہن ڈالا اور ان کے لئے شفا کی

دعا فرمائی۔ اللہ نے انہیں شفا دی۔ وہ یوں محسوس کرنے لگے جیسے انہیں پہلے درد اور تکلیف تھی ہی نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں جھنڈا عطا کیا۔

حضرت علیؓ نے کہا: میں تب تک ان سے جنگ کروں گا کہ وہ ہم جیسے ہو جائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم حملے کرنے کے لئے تب تک انتظار کرو کہ جب وہ نیچے اپنے میدان میں اتر آئیں۔ پھر انہیں اسلام کی طرف دعوت دو اور انہیں بتا دو کہ ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیا کیا احکام واجب ہیں۔ واللہ! اگر تمہاری وجہ سے کسی ایک شخص کو بھی ہدایت نصیب ہوئی تو یہ تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بھی کہیں بہتر ہے۔

اللہ کے شیرؓ اور یہود پہلوان کے درمیان مقابلہ

حضرت علیؓ خیبر کے شہر میں داخل ہو گئے تو مرحب باہر نکلا۔ وہ یہود کا مشہور شہسوار تھا۔ وہ رجز پڑھتا ہوا نکلا۔ دونوں میں دو دو وار ہوئے۔ حضرت علیؓ نے ایک وار کر کے اس کا خود اور سر چیر دیا۔ تلوار اس کے دانتوں تک پہنچ گئی اور قلعہ فتح ہو گیا۔

عملِ قلیل پر اجرِ کثیر

خیبر کے رہنے والوں میں سے ایک سیاہ فام حبشی غلام آیا جو اپنے مالک کی بکریاں چرا رہا تھا۔ جب اس نے اہلِ خیبر کو ہتھیار اٹھاتے دیکھا تو اس نے ان سے پوچھا: تمہارا کیا ارادہ ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم اس شخص سے لڑیں گے جو اپنے آپ کو نبی سمجھتا ہے۔ اس کے دل میں نبی کا ذکر آیا۔ وہ بکریاں لے کر نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا اور کہا کہ آپ کیا کہتے ہیں؟ اور کس بات کی دعوت دیتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اسلام کی دعوت دیتا ہوں اور یہ کہ تم اس بات کی گواہی دو کہ ''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں'' نیز یہ کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔

اس غلام نے کہا کہ اگر میں شہادت دوں اور اللہ پر ایمان لے آؤں تو مجھے کیا ملے گا۔
آپ نے فرمایا کہ اگر اسی شہادت پر تیری موت واقع ہو تو تمہیں جنت ملے گی۔

اس پر اس نے اسلام قبول کیا، پھر کہا: اے اللہ کے نبی! میرے پاس یہ بکریاں امانت ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان بکریوں کو اپنے سے نکال دو اور انہیں کنکر مار کر دور کر دو۔ اللہ تعالیٰ تمہاری طرف سے امانت ادا کرے گا۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ بکریاں اپنے مالک کے پاس لوٹ آئیں۔ یہود کو پتہ چل گیا کہ اس کا غلام مسلمان ہو چکا ہے۔ رسول اللہ ﷺ لوگوں کے درمیان کھڑے ہو گئے آپ نے انہیں وعظ و نصیحت کی اور جہاد کے لئے اُبھارا۔ جب مسلمانوں اور یہود کی مڈبھیڑ ہوئی تو شہید ہونے والوں میں یہ سیاہ فام غلام بھی تھا۔ رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہؓ کی طرف مُڑے اور فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس غلام پر کرم کیا۔ اسے بھلائی کی طرف کھینچا۔ میں نے اس کے سرہانے دو حوریں دیکھیں۔ اس غلام نے تو اللہ کے لئے ایک سجدہ بھی نہیں کیا۔ یعنی اسے ایک سجدہ کرنے کی نوبت بھی نہیں آئی اور جنت میں داخل ہو گیا۔

میں نے اس پر تو آپ ﷺ کی اتباع نہیں کی

نبی کریم ﷺ کے پاس ایک بدو آیا۔ وہ آپ پر ایمان لے آیا اور آپ ﷺ کی اتباع کی۔ اس نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ میں آپ کے ساتھ ہجرت کروں گا۔ آپ نے کسی صحابیؓ سے اس کا خیال رکھنے کی وصیت فرمائی۔ جب خیبر کا غزوہ سر ہوا تو رسول اللہ ﷺ کو مال غنیمت ملا۔ آپ نے اس کا حصہ بھی رکھ لیا۔ وہ مسلمانوں کے پیچھے ان کی بکریاں چراتا تھا۔ جب وہ آیا تو صحابہؓ نے اسے اس کا حصہ دے دیا۔ اس نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ یہ تمہارا حصہ ہے جو رسول اللہ ﷺ نے تمہارے لئے رکھا ہے۔ اس نے وہ حصہ لے لیا اور رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور آپ سے

پوچھنے لگا کہ یارسول اللہ! یہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ میں نے مالِ غنیمت کی تقسیم میں یہ تمہارا حصہ رکھا ہے۔اس نے کہا: میں نے اس بات پر تو آپ کی اتباع نہیں کی۔ میں نے اس بات پر آپ کی اتباع کی ہے کہ مجھے یہاں (حلق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) تیر لگے اور میں شہید ہو کر جنت میں داخل ہو جاؤں۔آپ نے فرمایا کہ اگر تم اپنے قول میں سچے ہو تو اللہ اسے سچ کر دکھائے گا۔

اس کے بعد آپ ﷺ دشمن سے لڑنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ یہ بدو آپ کے پاس شہید ہو کر لایا گیا۔تو آپ نے پوچھا کہ کیا یہ وہی شخص ہے؟ صحابہؓ نے جواب دیا کہ جی ہاں! یہ وہی شخص ہے۔آپ نے فرمایا کہ ''اس نے اللہ سے سچ کہا تو اللہ تعالیٰ نے اسے سچ کر دکھایا''۔آپ نے اسے اپنے جبہ مُبارک میں کفنایا۔ پھر اسے آگے لائے۔اس پر نماز جنازہ پڑھی۔آپ ﷺ کی دعا کے یہ الفاظ تھے:

''اے اللہ! یہ تیرا بندہ ہے۔ تیری راہ میں مہاجر ہو کر نکلا اور شہادت کی موت مرا۔میں اس پر گواہ ہوں''۔

خیبر میں ٹھہرنے کی شرط

کئی دنوں کی لڑائی اور محاصرے کے بعد خیبر کے قلعے ایک ایک کر کے فتح ہوتے گئے۔ یہاں تک کہ یہود نے صلح کی پیش کش کی۔رسول اللہ ﷺ نے انہیں ان شرائط پر خیبر میں رہنے کی اجازت دے دی: کہ وہ خیبر کے زرعی اناج اور پھلوں کا نصف حصہ رسول اللہ ﷺ کی تقسیم کے مطابق ادا کریں گے۔رسول اللہ ﷺ حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ کو ان کی طرف بھیجتے تھے جو اناج اور پھلوں کا اندازہ کر کے دو برابر حصے کر دیتے اور انہیں اختیار دیتے کہ دو حصّوں میں سے جو حصہ چاہیں لے لیں۔

یہود کہا کرتے تھے کہ اسی پر یعنی اس انصاف پر زمین و آسمان قائم ہیں۔

یہود کی مجرمانہ کوشش

اس غزوہ میں رسول اللہ ﷺ کو زہر دیا گیا' وہ یوں کہ زینب بنت الحرث' ایک یہودی عورت نے جو سلام بن مشکم کی بیوی تھی' بھنی ہوئی زہر آلود بکری بطور ہدیہ بھیجی۔ اس نے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کو کس حصے کا گوشت زیادہ پسند ہے۔ اسے بتایا گیا کہ آپ کو دستی کا گوشت زیادہ پسند ہے۔ اس نے دستی میں زیادہ زہر ڈال دیا۔ جب رسول اللہ نے بکری سے دستی کا گوشت الگ کیا تو اس دستی نے آپ کو مطلع کیا کہ وہ زہر آلود ہے۔ آپ ﷺ نے منہ سے نوالہ تھوک دیا۔

آپ نے یہود کو اکٹھا کیا اور ان سے پوچھا کہ اگر میں تم سے کچھ پوچھوں تو تم مجھ سے سچ کہو گے؟ انہوں نے کہا کہ ہاں! تو آپ نے ان سے پوچھا کہ کیا تم نے اس بکری میں زہر ملا دیا تھا۔ انہوں نے اقرار کیا کہ ہاں۔ اور کہا کہ ہم نے یہ اس لئے کیا تھا کہ اگر آپ جھوٹے ہوں گے تو ہماری آپ سے جان چھوٹ جائے گی اور اگر آپ سچے نبی ہوں گے تو آپ کو اس زہر سے کوئی نقصان نہ ہوگا۔ چنانچہ اس عورت کو رسول اللہ ﷺ کے سامنے لایا گیا۔ تو اس نے کہا کہ میں آپ ﷺ کو ہلاک کرنا چاہتی تھی۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تجھے مجھ پر تسلط دینے والا نہیں تھا۔ صحابہؓ نے عرض کی کیا ہم اسے قتل نہ کر دیں۔ آپ نے فرمایا: نہیں۔ چنانچہ آپ نے اس عورت سے کوئی تعرض نہیں کیا اور نہ اسے سزا دی۔ اور نہ اسے پہلے قتل کیا، لیکن جب اس زہر کے اثر سے بشر بن براء بن معرور فوت ہو گئے تو اس عورت کو قتل کر دیا گیا۔

فتوحات اور مالِ غنیمت

خیبر کی فتح سے فارغ ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ فدک تشریف لے گئے۔ پھر وادی القریٰ میں آئے۔ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو اسلام کی دعوت دی۔ آپ نے

انہیں بتایا کہ اگر وہ اسلام قبول کریں تو ان کے جان و مال محفوظ رہیں گے اور ان کا حساب اللہ پر ہوگا۔

اگلے دن یہودیوں نے جو کچھ ان کے پاس تھا حوالے کردیا۔ مسلمانوں نے مال غنیمت لے لیا۔ اور رسول اللہ ﷺ نے وادی القریٰ میں جو کچھ صحابہؓ کے ہاتھ لگا، تقسیم فرمادیا۔ زمین اور نخلستان یہودیوں کے پاس چھوڑ دیئے، اور انہیں یہ غلہ بٹائی پر دیدیا۔

قضائے عمرہ

جب اگلا سال آیا اور یہ ۷ھ تھا۔ رسول اللہ اور مسلمان مکہ پہنچے قریش نے مکہ خالی کردیا۔ اپنے گھروں کو تالے لگا دیئے اور خود پہاڑوں پر چلے گئے۔ رسول اللہ اور مسلمان تین دن مکہ میں رہے، عمرہ کیا۔ قول خداوندی ہے:

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ، مُحَلِّقِيْنَ رُؤُسَكُمْ، وَمُقَصِّرِيْنَ لَاتَخَافُوْنَ، فَعَلِمَ مَالَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا.

بیشک اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو سچا خواب دکھلایا جو مطابقِ واقعہ کے ہے کہ تم لوگ مسجدِ حرام میں ان شاء اللہ ضرور جاؤ گے امن وامان کے ساتھ کوئی تم میں سر منڈاتا ہوگا اور کوئی بال کترا تا ہوگا تم کو کسی طرح کا اندیشہ نہ ہوگا۔ سو اللہ تعالیٰ کو وہ باتیں معلوم ہیں جو تم کو معلوم نہیں پھر اس نے اس سے پہلے ایک فتح دے دی۔

لڑکی کے گود لینے میں منافست

اسلام کے زیر اثر لوگوں کی طبیعتوں اور مزاجوں میں ایک عظیم انقلاب آ گیا۔ لڑکی جسے دورِ جاہلیت میں زندہ دفن کردیا جاتا تھا، اب اس کی کفالت اور تربیت کے

لئے مسلمانوں میں ایک دوسرے کے ساتھ منافست ہونے لگی۔

جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ سے نکلنے کا ارادہ فرمایا تو حضرت حمزہ کی بیٹی اُمامہ آپ کے پیچھے ہولیں اور پکارنے لگیں، اے چچا! اے چچا! حضرت علیؓ نے اسے لے لیا اور اسے ہاتھ میں تھام لیا۔ اور حضرت فاطمہ علیہا السلام سے کہا کہ اپنے چچا کی بیٹی کو سنبھال لے۔ حضرت فاطمہؓ نے اسے اٹھالیا۔ اس میں حضرت علیؓ، حضرت زیدؓ اور حضرت جعفرؓ کے درمیان جھگڑا پیدا ہو گیا۔ حضرت علیؓ کہنے لگے کہ میں نے اسے اٹھالیا ہے اور یہ میری بھتیجی ہے۔ حضرت جعفرؓ نے کہا یہ میری بھتیجی ہے اور اس کی خالہ میرے نکاح میں ہے۔ حضرت زیدؓ نے کہا کہ یہ میری بھانجی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے خالہ کے حق میں فیصلہ دیا اور فرمایا کہ خالہ ماں کے برابر ہے اور حضرت علیؓ سے کہا کہ تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں اور حضرت جعفرؓ سے فرمایا کہ تو شکل وصورت اور سیرت میں میرے مشابہہ ہے اور حضرت زیدؓ سے فرمایا کہ تو ہمارا بھائی اور مولیٰ ہے۔

غزوۂ موتہ

مسلمانوں کے سفیر کا قتل اور اس کی عقوبت

رسول اللہ ﷺ نے حضرت حارث بن عمیر ازدی کو خط دے کر شرحبیل بن عمرو غسانی کی طرف روانہ فرمایا تھا۔ جو شہنشاہِ روم قیصر کی طرف سے بصریٰ کا گورنر تھا۔ اس نے حضرت حارثؓ کو باندھا پھر اسے سامنے لایا اور قتل کر دیا۔ بادشاہوں اور امیروں کے ہاں اس سے پہلے سفیروں اور ایلچیوں کو قتل کرنے کا رواج نہ تھا۔ اس سے سفیروں اور ایلچیوں کے لئے عظیم خطرہ اور بھیجنے والے اور پیغام کے لئے بڑی بے عزتی اور اہانت تھی۔ ایسے زیادتی کرنے والے کو سزا دینا بہت ضروری تھا۔

سرزمینِ روم پر پہلی فوج کشی

جب رسول اللہ ﷺ کو سفیر کے قتل کی اطلاع ملی، آپ نے بصریٰ کی طرف ایک دستہ بھیجنے کا ارادہ کیا۔ یہ ہجرت کے آٹھویں سال جمادی الاولیٰ کا واقعہ ہے لوگوں نے تیاری کر لی۔ ان کی تعداد تین ہزار تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے ان پر حضرت زید بن حارثہؓ کو امیر مقرر کیا جو رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ اس فوج میں مہاجرین و انصار کے اکابرین شامل تھے۔ آپ نے فرمایا: کہ اگر زید شہید ہوں، تو جعفر بن ابی طالب فوج کے امیر ہوں گے۔ وہ شہید ہوں تو پھر عبداللہ بن رواحہ امیر ہوں گے۔ جب فوج کی روانگی کا وقت قریب آ گیا تو لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کے مقرر کردہ

امیروں کو رخصت کیا۔ انہیں الوداعی سلام کیا۔ ان کے سامنے ایک طویل اور پر مشقت سفر تھا۔ اور دشمن زبردست تھا۔

فوج روانہ ہوگئی۔ جب یہ معان پہنچے تو انہیں معلوم ہوا کہ ھرقل ایک لاکھ رومی فوج کے ساتھ بلقاء میں ہے۔ اس کے ساتھ عرب قبائل کی ایک بہت بڑی تعداد بھی مل گئی۔ اسلامی فوج دو راتیں معان میں رہ کر معاملے پر غور و فکر کرتی رہی۔ قرار پایا کہ رسول اللہ ﷺ کو اطلاع دیں اور آپ کو اپنے دشمن کی تعداد کے متعلق باخبر کریں۔ آپ یا تو ہمیں مزید فوج بھیجیں یا کوئی اور حکم دیں تو ہم اس کے مطابق عمل کریں۔

ہم لوگوں کے ساتھ مادی قوت اور تعداد کے بل بوتے پر جہاد نہیں کرتے

حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے لوگوں کی ہمت یہ کہہ کر بندھائی کہ اے قوم! واللہ! تم جس بات کو ناپسند کر رہے ہو، یہ وہی تو ہے جس کے لئے تم نکلے ہو یعنی شہادت کی طلب۔ ہم لوگوں کے ساتھ مادی قوت اور تعداد کے بل بوتے پر تو جنگ نہیں کرتے۔ ہم تو ان سے صرف اس دین کی خاطر جنگ کرتے ہیں جس سے ہمیں اللہ نے نوازا ہے۔ لہٰذا چل پڑو۔ دو بھلائیوں میں سے ایک بھلائی تو حاصل ہو کر رہے گی، یا کامیابی اور فتح یا شہادت

جانفروشوں کی جنگ اور شیروں کا حملہ

جب مسلمان تخوم البلقاء پہنچے تو ان کا سامنا رومی اور عرب دستوں سے ہوا۔ دشمن قریب آ گیا۔ مسلمان ایک گاؤں کی طرف مڑ گئے، جس کا نام مؤتہ تھا۔ وہاں فوجوں کی مڈبھیڑ ہوئی اور لڑائی ہوئی۔

حضرت زید بن حارثہؓ نے رسول اللہ ﷺ کا جھنڈا تھام کر جنگ شروع کی اور

لڑتے لڑتے شہید ہوگئے۔ ان کے سارے جسم پر تیروں کے نشان تھے۔ پھر جھنڈا حضرت جعفرؓ نے لے لیا۔ گھوڑے سے اتر پڑے۔ گھوڑے کی ٹانگیں کاٹ دیں اور جنگ شروع کی، ان کا دایاں بازو کٹ گیا۔ انہوں نے بائیں ہاتھ سے جھنڈا تھاما، پھر بایاں ہاتھ بھی کٹ گیا۔ تو جھنڈا دونوں بازوؤں میں تھاما حتیٰ کہ لڑتے لڑتے شہید ہوگئے، اس وقت ان کی عمر ۳۳ برس کی تھی۔ مسلمانوں نے ان کے سینے اور کندھوں کے درمیان اور جسم کے اگلے حصے پر زخموں کے نوّے نشان پائے۔ ان میں کچھ تلواروں کے گھاؤ تھے اور کچھ تیروں کے نشان۔ سارے زخم جسم کے سامنے والے حصے پر تھے۔

جب حضرت جعفرؓ بھی شہید ہوئے تو حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے جھنڈا سنبھالا اور آگے بڑھے۔ وہ گھوڑے سے نیچے اترے۔ ان کے چچازاد بھائی نے انہیں ایک ہڈی دے دی جس پر تھوڑا سا گوشت تھا اور کہا کہ اس سے اپنی کمر مضبوط کیجئے۔ اتنے دنوں سے تم نے بڑی تکلیف برداشت کی ہے۔ انہوں نے ہڈی لے لی اور اپنے منہ سے تھوڑا سا گوشت لے لیا۔ پھر اسے اپنے ہاتھ سے پھینک دیا اور تلوار اٹھالی اور آگے بڑھے۔ اور لڑتے لڑتے شہید ہوگئے۔

حضرت خالدؓ کی حکیمانہ قیادت

لوگوں نے مشورہ کر کے اس کے بعد حضرت خالدؓ کو قیادت سپرد کی۔ انہوں نے جھنڈا تھاما اور مدافعانہ جنگ شروع کی۔ حضرت خالدؓ بڑے بہادر اور دانشمند تھے۔ جنگ کی سیاست اور طریق کار خوب جانتے تھے۔ وہ اسلامی لشکر کو لے کر جنوب کی طرف مڑے اور دشمن نے شمال کی طرف پسپائی اختیار کی۔ رات چھا گئی۔ لوگ چلے گئے دونوں فریقوں نے سلامتی کو غنیمت سمجھا اور مزید چھیڑ چھاڑ نہ کرنے اور جنگ

جاری نہ رکھنے میں ہی مصلحت سمجھی۔ رومی حضرت خالدؓ کی جنگی حکمتِ عملی سے خوفزدہ ہو گئے اور ایک طرف کنارہ کش ہو گئے۔

شنیدہ کے بود مانند دیدہ

جس وقت مسلمان جنگ میں معرکہ آراء تھے رسول اللہ ﷺ مدینہ میں اپنے صحابہؓ کو بتا رہے تھے کہ میدان جنگ کی صورت حال کیا ہے۔ حضرت انس بن مالکؓ کا کہنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت زیدؓ، حضرت جعفرؓ اور حضرت ابن رواحہؓ کی شہادت کی اطلاع میدانِ جنگ سے اطلاع پہنچنے سے پہلے دے دی۔ آپ نے فرمایا: کہ اب زید نے جھنڈا لیا اور شہید ہو گئے، پھر حضرت جعفر نے جھنڈا تھاما اور شہید ہو گئے۔ پھر حضرت ابن رواحہ نے جھنڈا سنبھالا اور وہ بھی شہید ہو گئے۔ یہ کہتے ہوئے آپ کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ اس کے بعد اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار نے جھنڈا اٹھایا تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح دی۔

الطیار ذوالجناحین

رسول اللہ ﷺ نے حضرت جعفرؓ کے بارے میں فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں دو بازوؤں کے بدلے دو پر عطا فرمائے جن سے وہ جہاں چاہتے ہیں اڑ کر چلے جاتے ہیں۔ اسی لئے ان کا لقب جعفر طیار اور ذوالجناحین پڑا۔

لوٹ کر حملہ کرنے والے کرّار نہ کہ فرّار

جب اسلامی لشکر واپس مدینے کے قریب پہنچا تو لوگ فوج پر مٹی ڈالنے لگے اور کہنے لگے: بھاگنے والو! تم نے اللہ کے راستے سے فرار اختیار کیا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ فرماتے رہے کہ وہ فرّار نہیں بلکہ کرّار یعنی وہ بھگوڑے نہیں ہیں بلکہ لوٹ کر بار بار حملہ کرنے والے ہیں ان شاء اللہ۔

فتحِ مکّہ

فتحِ مکہ کی تمہید

جب اللہ تعالیٰ کا امر اس کے دین اور اس کے بندوں کے بارے میں پورا ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ اپنے رسول اور مسلمانوں کو مکہ میں داخل کرے تاکہ وہ کعبہ کو بتوں سے پاک کریں اور یوں کعبہ دنیا والوں کیلئے بابرکت اور رہنمائی کا سبب بن جائے اور مکہ کی اصل حالت بحال ہو جائے اور یہ "مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَ اَمْنًا" بن جائے۔

بنی بکر اور قریش کی عہد شکنی

اللہ تعالیٰ نے فتحِ مکہ کے اسباب پیدا کئے اور اس کام میں قریش ہی مددگار ثابت ہوئے۔

صلحِ حدیبیہ میں یہ قرار پایا تھا کہ جو چاہے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ معاہدہ کر کے حلیف بنے اور جو چاہے قریش کا حلیف بنے۔ اس شرط کے مطابق بنو بکر کا قبیلہ قریش کا حلیف بن گیا اور بنی خزاعہ کے قبیلے نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ معاہدہ کر لیا۔

بنو بکر اور بنو خزاعہ کے درمیان خاندانی دشمنی چلی آ رہی تھی۔ اسلام آنے کے بعد ان کے درمیان ایک آڑ حائل ہو گئی اور لوگ اسلام کے معاملے میں مشغول ہو گئے۔ جنگ بندی کے دوران بنو بکر نے چاہا کہ اس موقع سے فائدہ اٹھائیں اور بنی خزاعہ سے ایک پرانے خون کا بدلہ اور انتقام لے لیں۔ بنو بکر کے کچھ لوگوں نے بنو خزاعہ پر

رات کو حملہ کیا جب کہ وہ اپنے گھاٹ یا چشمے پر تھے۔ انہوں نے ان کے کچھ لوگ قتل کر دیئے۔ ان کی جھڑپ ہوئی اور باہم جنگ ہوئی۔

قریش نے بنو بکر کو اسلحہ دے کر مدد کی اور رات کو قریش کے کچھ اشراف نے چھپ کر لڑائی میں حصہ لیا۔ یہاں تک کہ انہوں نے بنو خزاعہ کو حرم میں پناہ لینے پر مجبور کر دیا جب وہ لوگ حرم میں پناہ گیر ہو گئے تو بنو بکر کے کچھ لوگوں نے اپنے آدمیوں سے کہا کہ ہم حرم میں داخل ہو گئے ہیں۔ اپنے معبودوں کا پاس کرو، تو انہوں نے کہا کہ آج کسی معبود کا کوئی لحاظ نہیں ہے۔ اے بنو بکر! اپنا انتقام لے لو، اس کے بعد تمہیں اب موقعہ نہیں ملے گا۔

رسول اللہ ﷺ سے فریاد

عمرو بن سالم خزاعی نکلا اور رسول اللہ ﷺ کے پاس مدینہ آیا اور آپ کے سامنے آن کھڑا ہوا اور کچھ شعر پڑھے جن میں اس نے آپ ﷺ کو اس حلف کا واسطہ دیا جو بنو خزاعہ اور آپ ﷺ کے درمیان تھا۔ اس نے آپ ﷺ سے مدد کی درخواست کی اور آپ ﷺ کو بتایا کہ کس طرح قریش نے معاہدہ کی خلاف ورزی کی اور وہ پختہ عہد و پیمان توڑ دیا۔ انہوں نے بنی خزاعہ پر اس وقت رات کو حملہ کیا جب وہ پانی کے گھاٹ پر تھے۔ قریش نے ان کو رکوع اور سجود کی حالت میں قتل کیا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "نُصِرتَ یَا عَمرو بن سَالِم "یعنی اے عمرو بن سالم! سمجھو کہ تمہاری مدد کی گئی یا تجھے فتح نصیب ہوئی۔

تجدید حلف کے لئے قریش کی کوشش

جب رسول اللہ ﷺ کو قریش کی عہد شکنی کی اطلاع ملی تو آپ نے لوگوں سے کہا

کہ ''یوں لگتا ہے کہ ابوسفیان تجدیدِ عہد کے لئے آیا ہی چاہتا ہے''۔ امرواقعہ بھی یہی تھا۔ قریش اپنے کئے پر سخت خوف زدہ تھے۔

ماں باپ اور اولاد پر نبی اکرم ﷺ کی ترجیح

ابوسفیان رسول اللہ ﷺ کے پاس مدینے شریف آیا۔ اور اپنی بیٹی اور نبی اکرم ﷺ کی بیوی حضرت اُم حبیبہؓ کے پاس گیا۔ اندر جا کر اس نے جب رسول اللہ ﷺ کے بستر پر بیٹھنا چاہا تو حضرت ام حبیبہؓ نے بستر لپیٹ دیا۔ ابوسفیان نے کہا: میری بیٹی! پتہ نہیں، کیا تم نے اس بستر کو میرے لائق نہ جانتے ہوئے لپیٹ کر رکھ دیا یا مجھے اس بستر پر بیٹھنے کے قابل نہیں سمجھا؟ حضرت ام حبیبہؓ نے جواب دیا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا بستر ہے اور تو مشرک اور ناپاک ہے۔ مجھے تیرا رسول اللہ ﷺ کے بستر پر بیٹھنا پسند نہیں آیا۔ ابوسفیان نے کہا کہ بیٹی واللہ! میرے بعد تمہیں بدی اور شر آن پہنچا ہے، یعنی تو بد ہوگئی ہے۔

ابوسفیان کی حیرت وسراسیمگی

ابوسفیان رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا۔ آپ سے بات کی۔ آپ نے کوئی جواب نہ دیا۔ پھر وہ حضرت ابوبکرؓ کے پاس گیا اور ان سے رسول اللہ ﷺ سے سفارش کرنے کو کہا تو انہوں نے جواب دیا کہ میں تو ایسا کرنے کا نہیں۔ ابوسفیان نے حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کو مائل کرنا چاہا لیکن کسی نے بھی اس کی بات نہیں مانی۔ ان سب نے جواب دیا کہ یہ معاملہ ان کے بس کا نہیں ہے بلکہ ان سے بالاتر ہے۔ ابوسفیان اس صورتِ حال سے سخت سراسیمہ ہوگیا کہ کیا کرے۔

مکہ پر ہیبت زدگی

رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو تیاری کا حکم دیا۔ پہلے معاملہ پوشیدہ رکھا پھر لوگوں کو

بتایا کہ آپ کا ارادہ مکہ جانے کا ہے۔ آپ نے لوگوں کو مکمل تیاری کا حکم دیا۔ آپ نے دعا فرمائی: اے اللہ! قریش کی آنکھوں پر پردہ ڈال دے اور ان سے ہماری کارروائی پوشیدہ رکھ تاکہ ہم ان کے علاقے اور ملک میں اچانک جا پہنچیں۔ رسول اللہ ﷺ رمضان میں مدینہ سے نکلے۔ آپ کے ساتھ دس ہزار کا لشکر تھا۔ اور یہ مقدار آٹھ سال کے خاتمہ پر ہوگئی تھی۔ آپ چل پڑے تا آنکہ مرالظہران جا اترے اور وہاں پڑاؤ کیا۔ قریش سے یہ اطلاعات پوشیدہ رہیں، وہ خوف اور سراسیمگی کی حالت میں رہے۔

ظالموں سے درگزر

رسول اللہ ﷺ سے راستے میں ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب ملا۔ آپ نے اس سے منہ موڑا کیونکہ اس نے آپ کو شدید اذیت دی تھی اور آپ کی ہجو کہی تھی۔ اس نے حضرت علیؓ سے اس بات کی شکایت کی۔ انہوں نے اس سے کہا کہ تم رسول اللہ ﷺ کے سامنے سے آؤ اور آپ ﷺ سے وہی کچھ کہو جو حضرت یوسفؑ کے بھائیوں نے حضرت یوسفؑ سے کہا تھا:

تَـاللّٰـهِ لَقَدْ آثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخَاطِئِيْنَ	اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ نے تجھے ہم پر فوقیت دی ہے اور بیشک ہم ہی خطا والے ہیں۔

آپ ﷺ اس بات سے زیادہ اور کسی بات سے راضی نہ ہوں گے۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا:

لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ	آج کے دن تم پر کوئی گرفت نہ ہوگی۔ اللہ تمہاری بخشش کرے وہ سب سے بڑا رحم کرنے والا ہے۔

اس نے اس کے بعد نیک نیتی اور اخلاص سے اسلام قبول کیا۔ اور شرم کے مارے رسول اللہ ﷺ کے سامنے کبھی بھی سر اونچا نہ کیا۔

ابوسفیان بن حرب رسول اللہ ﷺ کے سامنے

رسول اللہ ﷺ نے فوج کو آگ کے الاؤ روشن کرنے کے لئے حکم دیا۔ ابوسفیان سن گھن لینے کے لئے اور حالات معلوم کرنے کے لئے نکلا۔ اس نے کہا کہ میں نے رات جیسی آگ اور فوج کبھی نہیں دیکھی۔ حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ اس سے پہلے مکہ سے نکل پڑے تھے اپنے اہل وعیال کو لے کر اسلام قبول کرنے کے بعد ہجرت کر کے فوج کے ساتھ جا ملے تھے۔ انہوں نے ابوسفیان کی آواز پہچان لی اور اس سے کہا کہ یہ رسول اللہ ﷺ اپنی فوج کے ساتھ ہیں۔ اور صبح قریش پر حملہ ہونے والا ہے۔ ہائے قریش کی بربادی! حضرت عباسؓ نے ابوسفیان کو اپنے خچر کے پیچھے بٹھالیا۔ انہیں اس بات کا دھڑکا لگا کہ اگر اس پر مسلمان کی نظر پڑ گئی تو اسے قتل کر ڈالے گا۔ وہ ابو سفیان کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لے آئے۔

جب رسول اللہ ﷺ نے اسے دیکھا تو فرمایا، افسوس اور بربادی ہے تجھ پر اے ابوسفیان! کیا ابھی تک تیرے لئے وہ وقت نہیں آیا کہ تو جان لے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں؟ اس نے جواب دیا! میرے ماں باپ آپ پر قربان! آپ کس قدر بردبار، شریف وکریم' فیاض اور صلہ رحمی کرنے والے ہیں۔ واللہ! میں اسی خیال میں تھا اور سوچ رہا تھا کہ اگر اللہ کے سوا کوئی اور معبود ہوتا تو میرے کسی کام آتا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! ابوسفیان! افسوس' کیا تجھے ابھی تک پتہ نہیں چلا کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ ابوسفیان نے جواب دیا: میرے ماں باپ آپ پر قربان! آپ کس قدر بردبار، فیاض اور صلہ رحمی کرنے والے ہیں۔ رہی یہ بات یعنی آپ کے

رسول ہونے کی تو میرے نفس میں ابھی تک اس بارے میں کچھ تذبذب ہے۔

حضرت عباسؓ نے کہا، افسوس ہے تجھ پر، اسلام قبول کر اور گواہی دے کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ، اس سے پیشتر کہ تیری گردن اڑا دی جائے۔ اس پر ابو سفیان نے اسلام قبول کیا اور حق کی شہادت دی۔

عام معافی اور امن وامان

رسول اللہ ﷺ نے عام معافی اور امن وامان کا کھلا اعلان فرما دیا۔ یہاں تک کہ مکہ میں وہی ہلاک ہوا جسے زندگی سے کوئی دلچسپی نہیں تھی اور زندہ رہنا ناپسند تھا۔ آپ نے اعلان فرمایا: ''ہر اس شخص کو امان ہے جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو اور جو اپنے دروازے بند کر کے اندر رہے۔ اور جو مسجد میں داخل ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے فوج کو مکہ میں داخل ہوتے وقت مزاحمت کرنے والوں کے علاوہ اور کسی پر ہتھیار اٹھانے کی ممانعت فرمادی۔ آپ نے فوج کو حکم دیا کہ اہل مکہ کے اموال اور ان کی جائیداد سے تعرض نہ کریں اور اس سے اپنے ہاتھ دور رکھیں۔

ابوسفیان فتح کے جلوس کے سامنے

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ کو حکم دیا کہ وہ ابوسفیان کو اس جگہ بٹھائیں جہاں سے وہ ایمان یعنی اسلامی فوجی دستوں کے گزرنے کا نظارہ کر سکے۔ فاتح فوج کے دستے اس طرح حرکت میں آ گئے جیسے سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہو۔ قبائل اپنے اپنے جھنڈے لئے گزر رہے تھے۔ جب کوئی قبیلہ گزرتا تو ابوسفیان حضرت عباسؓ سے اس قبیلے کے بارے میں پوچھتا اور قبیلے کا نام دریافت کرتا اور کہتا کہ میرا فلاں یعنی اس قبیلے سے کیا واسطہ! بالآخر رسول اللہ ﷺ اپنے سبز پوش دستے کے ساتھ گزرے جس میں مہاجر اور انصار تھے۔ ان کے بدن لوہے میں غرق تھے جس

میں سے صرف ان کی آنکھیں نظر آتی تھیں۔ انہیں دیکھ کر ابوسفیان نے حیرت سے سبحان اللہ کہا اور حضرت عباسؓ سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ حضرت عباسؓ نے جواب دیا کہ یہ رسول اللہ مہاجرین اور انصار کے ساتھ ہیں۔ تو ابوسفیان نے کہا کہ ان کی طاقت اور قوت کا مقابلہ کوئی شخص نہیں کر سکتا۔ واللہ، اے ابوالفضل! تیرے بھتیجے کی سلطنت تو بہت عظیم ہوگئی ہے۔ حضرت عباسؓ نے کہا کہ اے ابوسفیان! یہ سلطنت نہیں نبوت ہے۔ ابوسفیان نے کہا ہاں! ٹھیک ہے۔

ابوسفیان نے کھڑے ہو کر اونچی آواز سے چیخ کر کہا: یہ محمد ہیں، تمہارے پاس اس شان سے آئے ہیں کہ اب تم میں ان کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں ہے۔ لہٰذا جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو، اسے امان ہے۔ لوگوں نے کہا: اللہ تجھے غارت کرے! تیرا گھر ہمارے لئے کیسے کافی ہوگا؟ ابوسفیان نے کہا۔ جو شخص اپنے دروازے بند کر لے اسے بھی امان ہے۔ اس پر لوگ منتشر ہو کر اپنے گھروں کو اور خانہ کعبہ میں چلے گئے۔

عاجزانہ نہ کہ فاتحانہ اور جابرانہ دخول

رسول اللہ ﷺ نے جب دیکھا کہ اللہ نے انہیں کس طرح فتح سے نوازا تو وہ مکہ میں سر جھکائے، اللہ تعالیٰ کے حضور نہایت تواضع اور عاجزی سے داخل ہوئے۔ سواری پر آپ ﷺ نے سر مبارک اتنا جھکایا ہوا تھا کہ وہ کجاوے کے وسط کو چھو رہا تھا۔ آپ نے اپنے پیچھے اسامہ بن زیدؓ کو بٹھایا ہوا تھا۔ یہ آپ کے آزاد کردہ غلام حضرت زیدؓ کے بیٹے تھے۔ آپ نے بنی ہاشم یا اشراف قریش کے کسی لڑکے کو اپنے ساتھ سواری پر نہیں بٹھایا، حالانکہ ان کی خاصی تعداد تھی۔ یہ جمعہ کا دن تھا اور رمضان شریف کی بیسویں رات تھی اور ہجرت کا آٹھواں سال۔

ایک شخص رسول اللہ ﷺ سے بات کرنے لگا تو اس پر کپکپی طاری ہو گئی۔ آپ نے فرمایا! سکون کرو اور تسلی رکھو، میں بادشاہ نہیں ہوں، میں ایک قریش خاتون کا بیٹا ہوں جو خشک گوشت کھاتی تھی۔

خونریزی نہیں بلکہ دلآویزی

جب حضرت سعد بن عبادہؓ انصار کے دستے کے ساتھ ابوسفیان کے پاس سے گزرے تو انہوں نے اس سے یعنی ابوسفیان سے کہا کہ آج کا دن خونریزی کا دن ہے۔ آج کعبہ کی حرمت کو حلال کیا جائے گا۔ آج اللہ تعالیٰ نے قریش کو ذلیل ورسوا کیا ہے۔ جب رسول اللہ ﷺ اپنے دستے کے ساتھ ابوسفیان کے سامنے سے گزرے تو ابوسفیان نے آپ سے شکایت کی اور کہا کہ یارسول اللہ! کیا آپ نے نہیں سنا کہ سعد نے کیا کہا ہے؟ آپ نے پوچھا کہ کیا کہا ہے؟ ابوسفیان نے حضرت سعد کے کلمات دہرائے۔

رسول اللہ ﷺ کو حضرت سعدؓ کی بات ناگوار گزری اور فرمایا کہ آج کا دن خونریزی کا دن نہیں بلکہ رحمت کا دن ہے۔ جس دن اللہ تعالیٰ قریش کو عزت دے گا۔ اور کعبہ کی عظمت بحال کرے گا۔ آپ نے حضرت سعد کے پاس آدمی بھیجا جس نے ان سے جھنڈا لے کر ان کے بیٹے قیس کو دے دیا۔

معمولی جھڑپیں

اس دوران صفوان بن امیہ، عکرمہ بن ابوجہل اور سہیل بن عمرو کی حضرت خالد کی فوج کے ساتھ معمولی سی جھڑپیں ہوئیں۔ مشرکین میں سے تقریباً بارہ آدمی قتل ہوئے اس کے بعد وہ شکست کھا گئے۔

رسول اللہ ﷺ نے مسلمان سالاروں کو تاکید کی تھی کہ مکہ میں داخل ہوتے وقت

سوائے ان لوگوں کے جوان کے ساتھ لڑیں اور کسی سے نہ لڑیں۔

بتوں سے حرم پاک کی تطہیر

جب رسول اللہ ﷺ اُترے اور لوگ مطمئن ہو گئے تو آپ حرم شریف کی طرف نکلے۔ خانہ کعبہ کا طواف کیا۔ آپ کے ہاتھ میں کمان تھی۔ خانہ کعبہ کے اندر اور چھت پر ۳۶۰ (تین سو ساٹھ) بت دھرے رکھے تھے۔ آپ ہر بت کو کمان سے ٹھوکا مارتے اور کہتے جاتے: **جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا، جاء الحق وما يبدئ وما يعيد**، آپ یہ کہتے جاتے اور بت اوندھے ہو کر منہ کے بل گر جاتے۔

آپ نے کعبہ کے اندر تصویریں اور مجسمے دیکھے۔ آپ نے ان کو توڑنے کا حکم دیا۔ لہٰذا انہیں توڑ دیا گیا۔

آج کا دن برّ اور وفا کا دن ہے

جب رسول اللہ ﷺ طواف سے فارغ ہوئے تو آپ نے طلحہ بن عثمانؓ کو بلایا اور اس سے خانہ کعبہ کی چابیاں لے لیں۔ آپ کے لئے خانہ کعبہ کا دروازہ کھولا گیا۔ آپ نے مدینہ ہجرت کرنے سے پہلے ایک دفعہ عثمان سے چابیاں مانگی تھیں تو اس نے سخت نازیبا کلمات کہے تھے اور بدسلوکی کی تھی۔ آپ نے اس سے درگزر کر دی تھی۔ آپ نے فرمایا تھا کہ اے عثمان! تم شاید کسی نہ کسی دن یہ چابیاں میرے ہاتھ میں دیکھو گے، میں انہیں جہاں چاہوں گا رکھوں گا۔ تو عثمان نے کہا تھا کہ وہ دن قریش کی ہلاکت اور ذلت کا دن ہوگا۔ آپ نے فرمایا تھا کہ نہیں، بلکہ وہ دن قریش کی آبادی اور عزت کا دن ہوگا۔ عثمان پر آپ کی ان باتوں کا گہرا اثر ہوا۔ اس کے دل میں خیال گزرا کہ شاید ایسا ہو کر رہے گا۔

جب رسول اللہ ﷺ کعبہ سے باہر تشریف لائے تو حضرت علیؓ ابن ابی طالب آپ کے سامنے آن کھڑے ہوئے، کعبہ کی چابیاں آپ کے ہاتھ میں تھیں۔ حضرت علیؓ نے آپ سے کہا: کہ آپ ہم میں یعنی بنی ہاشم میں حجابہ اور سقایہ دونوں شعبے اکٹھے کر دیجئے۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کہ عثمان ابن طلحہؓ کہاں ہے۔ چنانچہ اسے بلایا گیا۔ آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: اے عثمان! یہ لو تمہاری چابیاں۔ آج کا دن بر و وفا کا دن ہے۔ اسے پشت در پشت اپنے پاس لے لو سوائے کسی ظالم کے تم سے یہ چابیاں کوئی نہیں چھینے گا۔

اسلام دین توحید و وحدت

رسول اللہ ﷺ نے کعبہ کا دروازہ کھولا۔ قریش صفوں میں بیٹھے ہوئے تھے اور مسجد ان سے بھری پڑی تھی وہ لوگ اس انتظار میں تھے کہ دیکھیں کہ آپ ان کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں۔ آپ نے دروازے کے دونوں کواڑ یا پٹ پکڑے۔ لوگ آپ ﷺ کے نیچے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

لا الـــه الا الله وحـده لا شـــريـک لــــه، صـدق وعــده، ونـــصـر عبده وهـزم الاحـزاب وحده الا كـل مـاثـرة ومال او دم فهـو تـحــت قدمي هــاتـيـن الاسدانة البيت وسقاية الحجاج.

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ تنہا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ اس نے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا، اپنے بندے کی مدد کی اور جتھوں اور دھڑوں کو اکیلے شکست دی۔ خبردار! سن لو! تمام فخر و مباہات، گھمنڈ، مال یعنی سود اور خون یعنی خون کا انتقام میرے ان دو قدموں کے تلے پامال ہیں۔ سوائے خانہ کعبہ کی سدانت یعنی مجاوری اور سقایہ یعنی حاجیوں کے پانی پلانے کے شعبوں کے۔ یہ دونوں اپنی حالت پر برقرار رہیں گے۔

اے معشر قریش! اللہ تعالیٰ نے جاہلیت کی نخوت کو دور کردیا اور باپ دادا کی عظمت اور بڑائی کا غرور بھی ختم کردیا، ساری مخلوق آدم کی اولاد ہے اور آدم مٹی سے بنے تھے۔ اس کے بعد آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا، إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ، إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ.

اے لوگو! تم سب کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہارے لئے قبیلے اور خاندان بنائے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو، بیشک تم میں سب سے زیادہ معزز اللہ کے نزدیک وہ شخص ہے جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہے، بیشک اللہ تعالیٰ جاننے والا، باخبر ہے۔

پیغمبر محبتؐ و رسول رحمت ﷺ

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے معشر قریش! تمہارا کیا خیال ہے کہ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں گا؟ انہوں نے جواب دیا: ہمیں بھلائی کی امید ہے۔ فیاض بھائی اور فیاض بھتیجے ہو۔ آپ نے فرمایا: تو میں تم سے وہی کچھ کہوں گا جو حضرت یوسفؑ نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا یعنی: لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ۔ آج تمہارا کچھ مواخذہ نہ ہوگا۔ جاؤ تم آزاد ہو۔

آپ ﷺ نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ کعبہ کے اوپر چڑھ کر اذان دے۔ قریش کے سردار اور اشراف کلمۃ اللہ بلند ہوتے سن رہے تھے۔ اذان کی آواز سارے مکہ میں گونج رہی تھی۔ رسول اللہ ﷺ ام ہانی بنت ابی طالبؓ کے گھر داخل ہوئے، غسل فرمایا، اور آٹھ رکعات نماز فتح وشکرانہ ادا کی۔

حدود کے نفاذ میں عدمِ امتیاز

اس غزوہ میں بنی مخزوم کی ایک عورت نے چوری کی۔اس عورت کا نام فاطمہ تھا۔ اس کی قوم نے حضرت اسامہؓ سے فریاد کی کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے نزدیک ان کی بہت قدر و منزلت تھی۔ان سے سفارش کرنے کے لئے کہا۔جب حضرت اسامہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے بات کی تو آپ ﷺ کے چہرے کا رنگ بدل گیا اور فرمایا: کیا تم مجھ سے اللہ کی حدود میں سے ایک حد کے بارے میں بات کرتے ہو۔حضرت اسامہؓ نے معافی مانگی اور آپ ﷺ سے التجا کی کہ: یا رسول اللہ! اللہ سے میرے لئے مغفرت کی دعا فرمایئے۔

جب شام ہوئی تو رسول اللہ ﷺ خطبہ دینے کھڑے ہو گئے۔آپ نے اللہ کی شایانِ شان حمد و ثناء کی اس کے بعد فرمایا: تم سے پہلے لوگ محض اس وجہ سے ہلاک ہو گئے کہ وہ جب کوئی شریف اور بڑا آدمی چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور اگر کوئی ضعیف اور کمزور چوری کرتا تو اس پر حد جاری کرتے۔اس اللہ کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں محمد کی جان ہے اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کا ارتکاب کرتی تو میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا۔

اس کے بعد آپ نے اس عورت کے بارے میں فیصلہ دیا اور اس کا ہاتھ کاٹا گیا۔ اس کے بعد اس نے بہت عمدہ توبہ کی۔

قبولِ اسلام پر بیعت

لوگ اسلام پر رسول اللہ ﷺ سے بیعت کرنے کے لئے جمع ہو گئے۔آپ نے ان سے اللہ اور رسول کی اطاعت حسب استطاعت پر بیعت لی۔

جب رسول اللہ ﷺ مردوں سے بیعت لینے سے فارغ ہو گئے تو عورتوں سے

بیعت لینا شروع کی۔ ان عورتوں میں ہند بنت عتبہ (ابوسفیان کی بیوی) بھی تھی جو نقاب پہن کر اور لباس بدل کر آئی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے اس کی جرأت مندانہ باتوں سے پہچان لیا۔ اس نے اسلام قبول کیا اور بیعت کی۔

جینا اور مرنا تمہارے ساتھ

جب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھوں مکہ فتح کرایا۔ یہ آپ کا وطن اور جائے پیدائش تھا۔ انصار نے آپس میں باتیں کیں کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی سرزمین اور وطن کو فتح کیا۔ اب رسول اللہ ﷺ یہیں قیام فرمائیں گے اور مدینہ واپس نہیں جائیں گے۔

رسول اللہ ﷺ نے انصار سے ان باتوں کے متعلق پوچھا جن کا انصار کے سوا کسی کو پتہ نہیں تھا۔ انصار پہلے تو شرمائے پھر ان باتوں کا اقرار کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: معاذ اللہ! میرا جینا اور مرنا تمہارے ساتھ ہے۔

جاہلیت کے آثار اور بت پرستانہ رسوم کا خاتمہ

رسول اللہ ﷺ نے کعبہ کے گرد نصب بتوں کو توڑنے کے لئے دستے پھیلا دیئے۔ چنانچہ انہوں نے تمام بت توڑ دیئے ان میں لات، منات، عزّیٰ منات الثالثۃ الاخریٰ بت بھی تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے منادی کرنے والے نے مکہ میں منادی کردی: ''جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو، وہ اپنے گھر میں کوئی بت توڑے بغیر نہ چھوڑے''۔ آپ نے اپنے کچھ لوگ قبائل کی طرف بھیجے جنہوں نے ان کے بتوں کو توڑ دیا۔

رسول اللہ ﷺ مکہ میں خطبہ دینے کھڑے ہو گئے۔ آپ نے قیامت تک کے لئے کعبہ کی حرمت کا اعلان فرمایا۔ اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھنے والے کسی شخص

کے لئے وہاں خون بہانا یا درخت کاٹنا حلال نہیں۔ یہ نہ مجھ سے پہلے حلال تھا اور نہ میرے بعد حلال ہوگا۔اس کے بعد آپ مدینہ واپس تشریف لے گئے۔

فتحِ مکہ کا اثر

اہل عرب کے دلوں پر فتح مکہ کا بڑا گہرا اثر ہوا۔اللہ تعالیٰ نے ان میں سے بہت سے لوگوں کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیا۔اور وہ مسلسل اسلام میں داخل ہوتے گئے۔ فرمان خداوندی سچ اور حق ہے:

اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللهِ وَالْفَتْحُ وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللهِ اَفْوَاجًا

جب اللہ تعالیٰ کی مدد آئے تو آپ دیکھیں گے کہ لوگ جوق در جوق اللہ کے دین میں داخل ہوں گے۔

غزوۂ حنین

قبیلہ ہوازن کا اجتماع

فتحِ مکہ مکمل ہونے کے بعد لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہونا شروع ہو گئے۔ اب عربوں نے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اپنے ترکش کا آخری تیر چلا دیا۔

قریش کے بعد ہوازن کی بڑی طاقت اور قوت تھی۔ ان کے اور قریش کے درمیان چشمک تھی۔ جو بات قریش قبول کرتے وہ نہ کرتے تھے۔ ہوازن کا سردار مالک بن عوف النصری اٹھ کھڑا ہوا اور اس نے اعلانِ جنگ کر دیا۔ ہوازن کے ساتھ قبیلۂ ثقیف کے سارے لوگ جمع ہو گئے۔ وہ رسول اللہ ﷺ کی طرف حملہ کرنے چل دیئے۔ انہوں نے اپنے مال و اسباب اور بیوی بچے ساتھ لئے تا کہ ان کی مدافعت میں پوری ثابت قدمی سے لڑیں۔

دوسری طرف رسول اللہ ﷺ نکلے۔ آپ کے ساتھ مکہ کے دو ہزار لوگ تھے۔ ان میں سے ایسے بھی تھے جو نو مسلم تھے۔ اور وہ بھی تھے جنہوں نے ابھی اسلام قبول نہیں کیا تھا' دس ہزار وہ لوگ تھے جو مدینہ سے آپ کے ساتھ نکلے تھے۔ چنانچہ اس غزوہ میں مسلمانوں کی تعداد اتنی ہو گئی جتنی پہلے کسی غزوہ میں نہ ہوئی تھی۔ یہاں تک مسلمانوں میں سے بعض لوگوں نے کہا کہ ہم آج قلت تعداد کی بناء پر شکست نہیں کھائیں گے۔ انہیں اپنی کثرت پر ناز ہوا۔

وادیٔ حنین میں

مسلمانوں نے وادی حنین کا رُخ کیا۔ یہی دس شوال ۸ھ کا واقعہ ہے۔ وہ صبح سویرے کی تاریکی میں گھاٹیوں سے اتر رہے تھے۔ بنو ہوازن ان سے پہلے ہی وہاں پہنچ چکے تھے اور گھاٹیوں میں چھپے بیٹھے تھے۔ انھوں نے یک لخت مسلمانوں پر تیروں کی بارش کر دی اور تلواریں سونت لیں اور سب نے یکبارگی مسلمانوں پر ہلّہ بول دیا۔ ہوازن زبردست تیر انداز تھے۔ عام مسلمان بھاگ کھڑے ہوئے کسی کو کسی کی طرف مڑ نے یا دیکھنے کا یاد نہ رہا۔

یہ فیصلہ کن گھڑی تھی۔ عین ممکن تھا کہ لڑائی کا پانسہ مسلمانوں کے خلاف پلٹ جاتا اور اس کے بعد ان کے ٹھہرنے کی جگہ نہ رہتی۔ صورت حال بالکل جنگِ احد جیسی تھی کہ جب مسلمانوں میں یہ افواہ پھیل گئی تھی کہ رسول اللہ ﷺ شہید ہو گئے ہیں۔ اور مسلمان میدان سے پسپا ہو گئے تھے۔

فتح اور اطمینان

جب یہ صورت حال ختم ہوئی جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان مسلمانوں کو سبق سکھانا مقصود تھا جنہیں اپنی کثرت تعداد پر ناز ہوا تھا، اللہ تعالیٰ نے انہیں فتح کی شیرینی کے بعد ہزیمت کی تلخی کا مزہ چکھایا۔ پھر دشمنوں کے خلاف لڑائی کا پانسہ پلٹ گیا۔ اللہ تعالیٰ ﷺ نے اپنے رسول اور مؤمنوں پر سکون و اطمینان طاری کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ اپنی جگہ ڈٹے ہوئے تھے اور اپنے سفید خچر پر سوار تھے۔ ان پر کسی قسم کا خوف تھا نہ گھبراہٹ تھی۔ مہاجرین اور انصار کے کچھ لوگ اور آپ ﷺ کے اہل بیت آپ کے ساتھ تھے۔ حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ خچر کی باگ تھامے ہوئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک پر یہ اشعار تھے:

اَنَـــا الـــنَّبِـــيُّ لَا كَـــذِبْ
اَنَـــا ابْـــنُ عَبْـــدِ الْـمُـطَّـلِـبْ

میں نبی ہوں، جھوٹا نہیں ہوں، میں ابن عبدالمطلب ہوں۔

جب مشرکوں کے دستے آپ کے سامنے آئے تو آپ نے مٹھی بھر مٹی لے لی اور دور تک دشمنوں کی آنکھوں کی طرف پھینک دی، اس مٹی سے دشمنوں کی آنکھیں بھر گئیں۔

جب رسول اللہ ﷺ نے دشمن کو اپنے حال میں مگن دیکھا تو فرمایا: یا عباس! زور سے آواز دو: **یا معشر الانصار**، یعنی اے انصار، **یا اصحاب سمرہ** یعنی اے کیکر تلے بیعت کرنے والو! جواب ملا: لبیک: حاضر یا رسول اللہ! حضرت عباسؓ کی آواز بہت بلند تھی۔ جس شخص تک آواز پہنچی وہ اپنے اونٹ سے نیچے اتر آیا۔ اپنی تلوار اور ڈھال سنبھالی اور رسول اللہ ﷺ تک پہنچ گیا۔ جب آپ کے پاس صحابہؓ کی ایک جماعت اکٹھی ہوگئی تو انہوں نے دشمن کا رخ کیا اور لڑائی شروع کی۔ رسول اللہ ﷺ اپنی سواری پر سوار ہوگئے۔

لوگوں نے بڑی پامردی دکھائی، شکست سے بھاگے ہوئے لوگ جونہی واپس پہنچے تو انہوں نے قیدیوں کو رسول اللہ ﷺ کے پاس پابجولاں دیکھا۔ اللہ تعالیٰ نے فتح اور مدد کے لئے فرشتے بھیج دیئے جن سے وادی بھر گئی۔ ہوازن کو مکمل شکست ہوگئی۔

قول خداوندی ہے:

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ وَيَوْمَ حُنَيْنٍ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا وَضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ.

تم کو خدا تعالیٰ نے لڑائی کے بہت سے موقعوں پر (کفار پر) غلبہ دیا اور حنین کے دن بھی جبکہ تم کو اپنے مجمع کی کثرت کی بناء پر غرور ہوگیا تھا پھر وہ کثرت تمہارے لئے کچھ کار آمد نہ ہوئی اور تم پر زمین باوجود اپنی فراخی

ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ○ ثُمَّ
اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى
رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ
وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا
وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا۔
وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ۔

کے تنگی کرنے لگی پھر آخر تم پیٹھ دے کر
بھاگ کھڑے ہوئے پھر اس کے بعد
اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے قلب پر
اور دوسرے مومنین کے قلوب پر اپنی
طرف سے تسلی نازل فرمائی اور مدد
کے لئے ایسے لشکر اتارے جن کو تم نے
نہیں دیکھا اور کافروں کو سزا دی اور
کافروں کی دنیا میں یہی سزا ہے۔

غزوۂ طائف

بنوثقیف کے جنگی بھگوڑے

بنوثقیف کے شکست خوردہ لوگ طائف پہنچ گئے اور اپنے شہر کے دروازے بند کر کے اندر بیٹھ گئے۔ انہوں نے اپنے قلعوں کی مرمت کی اور ان میں سال بھر کے لئے خوراک وغیرہ کا ذخیرہ جمع کرلیا اور جنگ کی پوری تیاری کرلی۔ رسول اللہ ﷺ ان کی طرف بڑھے اور بڑھتے گئے یہاں تک کہ طائف کے قریب پہنچ کر پڑاؤ ڈال دیا اور فوج کو بڑھنے کا حکم دیا۔ فوج طائف کی فصیل کے قریب پہنچ گئی لیکن اندر داخل نہ ہوسکی۔ طائف والوں نے فصیل کے دروازے بند کئے اور مسلمانوں پر تیروں کی بوچھاڑ کردی، یوں معلوم ہوتا تھا کہ ٹڈی دل چھا گئے۔ یہ لوگ زبردست تیرانداز تھے۔

طائف کا محاصرہ

فوج دوسری طرف منتقل ہوگئی اور شہر کا بیس سے کچھ اوپر راتوں تک محاصرہ جاری رکھا۔ آپ نے ان کے خلاف سخت جنگ کی اور دونوں طرف سے تیراندازی ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ نے اس محاصرے میں پہلی مرتبہ منجنیق کا استعمال کیا۔ محاصرہ سخت ہوگیا بہت سے مسلمان تیراندازی سے شہید ہوگئے۔

میدانِ جنگ میں رحم دلی

• جب محاصرہ سخت ہو گیا اور لڑائی نے طول کھینچا تو رسول اللہ ﷺ نے ثقیف کے انگور کاٹنے کا حکم دیا۔ بنو ثقیف کی معاش کا دارومدار انہی انگوروں پر تھا۔ لوگ درمیان میں آ گئے اور انہوں نے انگوروں کو ثقیف پر رحم کھاتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے لئے چھوڑنے کی درخواست کی۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں ان لوگوں پر ترس کھاتے ہوئے اللہ کے واسطے انگوروں کا کاٹنا چھوڑ رہا ہوں۔

رسول اللہ ﷺ کی طرف منادی کرنے والے نے اعلان کیا کہ جو شخص قلعہ سے نیچے اتر کر ہماری طرف آئے گا وہ آزاد ہے۔ اس پر ان میں سے دس سے کچھ زیادہ لوگ اتر آئے۔ رسول اللہ ﷺ کو طائف فتح کرنے کا حکم نہیں ملا۔ آپ نے حضرت عمرؓ کو حکم دیا کہ لوگوں میں کوچ کا اعلان کریں۔ لوگوں نے اس پر احتجاج اور شور کیا۔ انہوں نے کہا کہ طائف فتح کیئے بغیر ہم کیسے کوچ کریں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کل جنگ شروع کر دو۔ فوج نے حملہ کیا۔ مسلمان زخمی ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہم کل صبح کوچ کرنے والے ہیں ان شاء اللہ، تو لوگ خوش ہو گئے۔

محاصرے کا خاتمہ

رسول اللہ ﷺ کو طائف فتح کرنے کی اجازت نہیں ملی۔ آپ ﷺ نے چاہا کہ وہ برضا و رغبت اسلام میں داخل ہوں۔ آپ ﷺ نے لوگوں کو کوچ کا حکم دیا۔

حنین کے قیدی اور مالِ غنیمت

رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہمراہ مسلمانوں کے ساتھ جعرانہ میں پڑاؤ ڈال دیا اور ہوازن کا دس سے کچھ اوپر راتوں تک انتظار کرتے رہے کہ وہ مسلمان ہو کر آپ کے پاس آئیں۔ اس کے بعد اموال تقسیم کرنا شروع کر دیئے۔ آپ نے اس مالِ غنیمت

میں سے مؤلفۃ القلوب یعنی نومسلموں کو اوّلیت دی۔

ہوازن کے قیدیوں کی واپسی

رسول اللہ ﷺ کے پاس ہوازن کا ایک وفد آیا۔ وفد میں ۱۴ آدمی تھے۔ انہوں نے آپ ﷺ سے ازراہِ احسان قیدی اور اموال واپس مانگے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم دیکھتے ہو جو کچھ میرے پاس موجود ہے۔ مجھے سچی بات پسند ہے۔ کیا تمہیں اپنے بیوی بچوں سے زیادہ محبت ہے یا اموال سے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم تو بیوی بچوں کے برابر کسی اور چیز کو نہیں سمجھتے۔ آپ نے فرمایا: جب کل میں نماز فجر پڑھ چکوں تو تم کھڑے ہو کر کہنا کہ ہم مومنوں کو رسول اللہ ﷺ کی شفاعت کا واسطہ دیتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کو مومنوں کی شفاعت کا کہ ہمارے قیدی ہمیں واپس دیئے جائیں۔ اگلے دن جب آپ نماز فجر پڑھ چکے تو وہ لوگ اٹھ کھڑے ہوئے اور وہ کلمات کہے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو قیدی تو میرے اور بنی عبدالمطلب کے پاس ہیں وہ تو لے جاؤ، باقیوں کے متعلق میں لوگوں سے پوچھوں گا۔ مہاجرین اور انصار نے کہا کہ جو کچھ ہمارے پاس ہے وہ رسول اللہ ﷺ کے لئے ہے۔ صرف تین قبیلوں بنی تمیم، بنی فزارہ اور بنی سلیم اپنے قیدیوں سے دستبردار نہیں ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ لوگ مسلمان ہو کر آئے ہیں میں نے ان کا انتظار کیا۔ میں نے انہیں مال اور بیوی بچوں میں سے کسی ایک چیز کا اختیار دیا۔ انہوں نے کسی چیز کو بیوی بچوں کے برابر قرار نہیں دیا۔ لہٰذا جس کسی کے پاس ان قیدیوں میں سے کوئی قیدی ہو اور وہ اسے بخوشی واپس کرنا چاہے تو ایک طریقہ یہ ہوگا اور جو اپنا حق نہ چھوڑنا چاہے اور وہ قیدی کو واپس کردے تو اسے آئندہ پہلے مال فَیْ یا غنیمت میں سے ایک کی بجائے چھ حصے دیئے جائیں گے۔ اس پر لوگوں نے کہا کہ ہم نے بخوشی رسول اللہ ﷺ کی خاطر

قیدیوں کو چھوڑنا قبول کرلیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہمیں معلوم نہیں کہ تم میں سے اس بات پر کون راضی ہے اور کون راضی نہیں ہے۔ لہٰذا تم لوٹ جاؤ۔ تا آنکہ تمہارے نگران تمہارا معاملہ پیش کریں۔ اس طرح ان کے قیدی مرد اور قیدی عورتیں واپس لوٹا دی گئیں۔ اور ان میں سے کوئی قیدی بھی باقی نہ رہا۔ رسول اللہ ﷺ نے ہر قیدی کو ایک ایک قبطی یا مصری کپڑا بطور تحفہ عطا فرمایا۔

نرمی اور فیاضی

لوگوں نے جن قیدیوں کو رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کیا، ان میں رسول اللہ ﷺ کی رضاعی بہن شیما بنت حلیمہ سعدیہ بھی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ تک لے جانے میں نادانستہ طور پر لوگوں نے اس پر سختی کی۔ اُس نے مسلمانوں سے کہا کہ کیا تم جانتے ہو؟ واللہ! میں تمہارے نبی ﷺ کی رضاعی بہن ہوں۔ انہیں اس کی بات کا یقین نہ آیا اور اسے رسول اللہ ﷺ کے پاس لے آئے۔

جب شیماؑ رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچی تو اس نے کہا: یا رسول اللہ! میں آپ کی رضاعی بہن ہوں، آپ ﷺ نے پوچھا: اس کا ثبوت کیا ہے؟ اس نے کہا کہ میری پیٹھ پر آپ کے دانت کاٹے کا ایک نشان ہے۔ یہ اس وقت کا نشان ہے جب میں آپ کو اپنی پیٹھ پر اٹھائے رہتی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے نشان پہچان لیا اور اس کے لئے اپنی چادر بچھا کر اسے چادر پر بٹھا لیا۔ اور اس کے سامنے دو باتوں کا اختیار رکھا کہ اگر تم میرے پاس رہنا چاہو تو نہایت محبت اور عزت و احترام سے رہو گی اور اگر واپس جانا چاہو تو میں تحائف دے دوں اور تم واپس اپنی قوم میں چلی جاؤ۔ شیماء نے جواب دیا کہ مجھے تحائف دے کر میری قوم میں واپس بھیج دیجئے۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے سازوسامان دیا۔ اس نے اسلام قبول کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے تین غلام ایک

باندی اور اونٹ اور بکریاں دیں۔

خوشی سے نہ کہ مجبوری سے

جب مسلمانوں نے طائف سے کوچ کیا اور آگے بڑھے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کہو: ''آئبون، تائبون، عابدون لربنا، حامدون'' آپ سے کہا گیا کہ یا رسول اللہ! بنوثقیف کے لئے بددعا کیجئے۔ آپ نے دعا کی: اے اللہ! بنوثقیف کو ہدایت دے اور انہیں لے آ۔

عروہ بن مسعود ثقفی رسول اللہ کے پیچھے چل پڑا اور مدینہ داخل ہونے سے پہلے ہی آپ سے جاملا۔ اس نے اسلام قبول کیا اپنی قوم میں اسلام کی دعوت دینے کے لئے واپس آیا۔ یہ شخص اپنی قوم میں بڑا محبوب اور پسندیدہ تھا اور اس کی بڑی قدر و منزلت تھی۔ جب اس نے قبیلے کے لوگوں کو اسلام کی دعوت دی اور ان پر اپنا دین یعنی مسلمان ہونا ظاہر کر دیا تو انہوں نے اسے تیر مار کر شہید کر دیا۔

عروۃ بن مسعودؓ کے قتل کے بعد بنوثقیف کئی ماہ تک ٹھہرے رہے پھر انہوں نے آپس میں مشورہ کیا، انہوں نے دیکھا کہ ان میں اپنے آس پاس کے عربوں کے خلاف جنگ کرنے کی سکت نہیں ہے۔ لہٰذا انہوں نے بیعت کی اور اسلام قبول کیا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک وفد بھیجا۔

بت پرستی کے ساتھ کسی قسم کی مفاہمت نہیں

بنوثقیف رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے۔ آپ نے اپنی مسجد کی ایک طرف ان کے لئے خیمہ نصب کرادیا۔ انہوں نے اسلام قبول کیا۔ اور رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ ان کے لئے تین سال تک لات بت کو چھوڑ دیا جائے یعنی منہدم نہ کیا جائے۔ آپ نے انکار فرمایا۔ وہ ایک ایک سال کم کرتے رہے اور رسول اللہ ﷺ برابر

انکار کرتے رہے۔ یہاں تک کہ انہوں نے اپنے واپس پہنچنے کے بعد صرف ایک ماہ کے لئے لات کو نہ گرانے کی استدعا کی۔ آپ ﷺ نے انکار کر دیا اور ابوسفیان بن حرب اور مغیرہ بن شعبہ جو انہی کی قوم میں سے تھے، کو بھیجا کہ اس بت کو منہدم کر دیں۔ بنوثقیف نے نماز کی ادائیگی سے معافی کی التجا کی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس دین میں نماز نہیں، اس میں کوئی خیر اور بھلائی نہیں۔ جب یہ لوگ اپنے معاملے سے فارغ ہو گئے تو وطن واپسی کے لئے تیاری کی۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے ساتھ ابوسفیان اور مغیرہ بن شعبہ کو بھیجا۔ مغیرہ نے لات کو منہدم کر دیا اور بنوثقیف میں اسلام پھیلا یہاں تک کہ آخر میں اہل طائف نے بھی اسلام قبول کیا۔

غزوۂ تبوک

عرب روم پر حملہ کرنے اور ان پر ہلّہ بولنے کا خواب تک نہ دیکھ سکتے تھے۔ بلکہ وہ اپنے آپ کو اس سے کہیں کم تر سمجھتے تھے۔ اہل روم ہمیشہ جنگ مؤتہ کا ذکر کرتے رہتے تھے جس میں وہ دلوں کی بھڑاس نہ نکال سکے تھے اور انہیں تسلی نہیں ہوئی تھی۔

رسول اللہ ﷺ نے مناسب سمجھا کہ مسلمان فوج لے کر بلاد روم کی طرف پیش قدمی کریں۔ اور رومی فوجوں کے عرب حدود میں داخل ہونے اور مرکز اسلام کے لئے خطرہ بننے سے پہلے خود ان کی حدود میں داخل ہوں۔

جنگ کا زمانہ

یہ غزوہ رجب ۹ھ کو ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے سخت گرمی کے موسم میں یہ غزوہ لڑا جب پھل پک چکے تھے۔ سایہ مرغوب تھا۔ آپ ﷺ نے بڑے دور کے سفر کا ارادہ کیا۔ راستے میں بے آب و گیاہ میدان تھے اور دشمن کثیر التعداد تھا۔ آپ ﷺ نے مسلمانوں کو وضاحت کے ساتھ ان کا کام بتا دیا۔ تاکہ وہ جنگ کی پوری تیاری کریں۔ آپ ﷺ نے انہیں متعینہ منزل کی خبر بھی دے دی۔ یہ زمانہ لوگوں کی تنگی اور ملک میں قحط کا زمانہ تھا۔

منافقوں نے بہت سے حیلے بہانے کئے۔ انہیں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جنگ کے لئے نکلنا ناپسند تھا وہ زبردست اور مضبوط دشمن سے خائف تھے اور سخت گرمی سے فرار چاہتے تھے۔ انہیں جہاد سے کوئی رغبت نہ تھی۔ ان کے دلوں میں شک و شبہات

تھے۔اسی کے متعلق قول خداوندی ہے:

فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلَافَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَكَرِهُوْا اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ. (التوبة ۸۱)

پیچھے رہنے والے رسول اللہ کے (جانے کے) بعد اپنے بیٹھے رہنے پر خوش ہو گئے، ان کو اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان کے ساتھ جہاد کرنا ناگوار ہوا اور (دوسروں کو بھی) کہنے لگے تم گرمی میں مت نکلو آپ کہہ دیجئے کہ جہنم کی آگ اس سے بھی زیادہ سخت گرم ہے کیا خوب ہوتا اگر وہ سمجھتے۔

جہاد اور تیاری میں صحابہؓ کی ایک دوسرے کے ساتھ مسابقت

رسول اللہ ﷺ نے اپنے سفر کی پوری تیاری کر لی اور لوگوں کو تیاری کا حکم دیا۔

آپ نے مال داروں کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے پر اُبھارا، مالدار لوگوں نے نادار اور زادِراہ نہ رکھنے والے لوگوں کے اخراجات کی ذمہ داری اٹھالی اور خود شرکت جہاد سے رُک گئے۔حضرت عثمان ابن عفانؓ نے لشکر کی تیاری کے لئے ایک ہزار دینار دیئے۔

رسول اللہ ﷺ نے ان کے لئے دعا فرمائی۔

تبوک کے لئے فوج کی روانگی

رسول اللہ ﷺ تیس ہزار فوج لے کر مدینہ سے تبوک کے لئے روانہ ہوئے۔کسی غزوہ میں شریک ہونے والی تعداد کے لحاظ سے یہ سب سے بڑی فوج تھی۔

آپ نے دیارِ ثمود الحجر کے مقام پر پڑاؤ ڈالا۔آپ نے صحابہؓ کو بتایا کہ یہ عذاب زدہ لوگوں کا علاقہ ہے۔آپ نے مزید فرمایا کہ اپنے جانوں پر ظلم کرنے والوں کے گھروں میں اس بات سے ڈرتے ہوئے اور روتے ہوئے داخل ہو جاؤ کہ کہیں جو

عذاب انہیں دیا گیا ہے تمہیں بھی نہ دیا جائے۔

اگلے دن کی صبح ہوئی تو لوگوں کے لئے پانی نایاب تھا۔ صحابہؓ نے آپ سے پانی کی نایابی کی شکایت کی تو آپ نے دعا کی۔ اللہ تعالیٰ سبحانہ نے بادل بھیج دیئے۔ بارش ہوئی۔ لوگ سیراب ہوئے اور ضرورت کے لئے پانی ساتھ لیا۔

رسول اللہ کی مدینہ واپسی

جب رسول اللہ ﷺ تبوک پہنچے، آپ کے پاس عرب امراء آئے جو سرحدوں کے رہنے والے تھے۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے جزیہ کی ادائیگی کی شرط پر صلح کی۔ بعض امراء کے لئے آپ نے سرحدوں کی حفاظت کا ذمہ بھی امن نامہ میں لکھ دیا۔ اور اس میں پانی اور راستوں کی حفاظت کے علاوہ فریقین کی سلامتی کی ضمانت بھی بطور شرط تحریر کردی۔

رومیوں کی طرف سے مسلمانوں پر حملے اور سرحدوں پر ہلّہ بولنے کی سوچ یہاں آکر ان کی پسپائی پر ختم ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے حدود کے اندر داخل ہو کر ان کا پیچھا کرنے کی ضرورت کو مناسب نہ سمجھا کیونکہ آپ کا مقصد پورا ہو چکا تھا۔

رسول اللہ ﷺ تبوک میں کچھ اوپر دس راتیں ٹھہرے۔ پھر مدینہ کی طرف کوچ کر گئے۔

کعب بن مالکؓ کی آزمائش اور اس میں ان کا پورا اترنا

اس غزوہ سے پیچھے رہ جانے والوں میں کعب بن مالک، مُرارہ بن الربیع اور ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہم تھے۔ یہ تینوں حضرات سابقین اولین میں سے تھے۔ اسلام میں ان کی بڑی خدمات تھیں۔ ان میں سے مرارہ بن الربیع اور ہلال بن امیہ تو غزوۂ

بدر میں شریک ہونے والوں میں سے تھے۔ غزوات سے پیچھے رہنا ان کی عادت اور خصلت نہ تھی، یہ تو حکمت الٰہی تھی کہ وہ اس غزوہ میں پیچھے رہ گئے۔ حکمتِ الٰہی میں ان کے نفوس کی تطہیر اور مسلمانوں کی تربیت کا مقصد پوشیدہ تھا۔ ان کا پیچھے رہ جانا محض تساہل، ارادے کی کمزوری اور میسر وسائل پر ضرورت سے زیادہ اعتماد تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے ان تینوں کے ساتھ بات چیت کرنے سے لوگوں کو منع فرمایا اور مسلمان تو آپ کے احکام کے لئے سراپا اطاعت تھے۔ انہوں نے ان تینوں سے بول چال بند کردی۔ یہ صورت حال پچاس دن تک برقرار رہی۔ حضرت کعب بن مالکؓ نماز با جماعت میں شریک ہوتے اور بازاروں میں چلتے پھرتے تھے لیکن کوئی شخص ان سے بات نہ کرتا۔ اس عتاب کی وجہ سے ان لوگوں کے دلوں میں آپ ﷺ کی محبت اور زیادہ پختہ ہوگئی۔

بات یہیں تک نہ رہی بلکہ رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ ان کی بیویاں بھی ان سے الگ ہو جائیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اس صورتحال میں غسّانی حکمران نے کعب بن مالکؓ کے نام ایک خط بھیج کر انہیں اپنے ہاں بلایا اور ان کی عزت وتکریم اور بھاری انعام کا لالچ دیا۔ حضرت کعب بن مالکؓ نے اسے ایک اور سخت آزمائش سمجھ کر خط کو تنور میں ڈال دیا۔

جب مسلمانوں کے نفوس کی تطہیر کا حکم الٰہی کا منشاء اور مقصد پورا ہو گیا اور ان تین صحابیوں کی جان پر بن آئی زمین اپنی فراخی اور وسعت کے باوجود ان پر تنگ ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے زمین کو کشادہ کردیا اور ان کی توبہ سات آسمانوں کے اوپر سے قبول کی۔ ارشاد خداوندی ہے:

لَقَدْ تَابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ	اللہ تعالیٰ نے پیغمبر (ﷺ کے حال) پر توجہ فرمائی اور مہاجرین اور انصار (کے

الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ، ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ اِنَّهٗ بِهِمْ رَؤُفٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا حَتّٰى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّا اِلَيْهِ، ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ

حال) پر بھی جنہوں نے اس تنگی کے وقت پیغمبر کا ساتھ دیا بعد اس کے کہ ان میں سے ایک گروہ کے دلوں میں کچھ تزلزل ہو چلا تھا۔ پھر اس نے (یعنی اللہ تعالیٰ نے) ان (کے حال) پر توجہ فرمائی بیشک اللہ تعالیٰ ان سب پر بہت ہی شفیق اور مہربان ہے اور ان تین شخصوں (کے حال) پر بھی (توجہ) فرمائی جن کا معاملہ ملتوی چھوڑ دیا گیا تھا یہاں تک کہ جب (ان کی پریشانی کی یہ نوبت پہنچی کہ) زمین باوجود فراخی کے ان پر تنگی کرنے لگی اور وہ خود اپنی جان سے تنگ آ گئے اور انہوں نے سمجھ لیا کہ خدا (کی گرفت) سے کہیں پناہ نہیں مل سکتی بجز اس کے کہ اسی کی طرف رجوع کیا جائے اور پھر ان کے حال پر بھی توجہ فرمائی تا کہ وہ (آئندہ بھی) رجوع کریں، بیشک اللہ تعالیٰ بہت توجہ فرمانے والے بڑے رحم کرنے والے ہیں۔

آخری غزوہ، غزوۂ تبوک

غزوۂ تبوک پر غزوات کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ ان کی تعداد ۲۷ بنتی ہے۔ اسی طرح سرایا کی تعداد آٹھ ہے۔ ان سرایا میں جنگ کی نوبت نہیں آئی۔ تمام غزوات میں

فریقین کے شہداء اور مقتولوں کی کل تعداد ۱۰۱۸ بنتی ہے اس سے زیادہ نہیں۔ان غزوات سے ان خونی جنگوں کا لامتناہی سلسلہ ختم ہو گیا جن میں مرنے والوں کی تعداد اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ان غزوات سے پورے جزیرۂ عرب میں امن وامان قائم ہو گیا یہاں تک کہ کوئی عورت بغیر کسی خوف اور ڈر کے حیرہ سے نکل کر کعبہ تک سفر کر سکتی تھی اور کعبہ کا طواف کر کے واپس جا سکتی تھی۔اسے اللہ کے سوا کسی اور بات کا خوف و خطر نہ تھا۔

اسلام میں پہلا حج اور سورۂ براءۃ کا نزول

۸ھ میں حج فرض ہوا۔رسول اللہ ﷺ نے اسی سال حضرت ابو بکرؓ کو امیر حج بنا کر بھیجا تا کہ مسلمانوں کو حج کرائیں۔ان کے ہمراہ مدینہ سے حج کے خواہش مند لوگ بھی نکل پڑے۔آپ نے حضرت علیؓ کو بلایا اور انہیں حکم دیا کہ وہ بھی حج کے لئے جائیں اور یوم النحر کو یہ اعلان کریں کہ کوئی کافر جنت میں داخل نہ ہو گا اور اس سال کے بعد کوئی مشرک حج کرنے نہ آئے اور کوئی شخص بیت اللہ کا طواف برہنہ ہو کر نہ کرے۔

سالِ وفود

مدینہ میں وفود کی لگا تار آمد

اللہ تعالیٰ نے جب مکہ فتح کرا دیا اور رسول اللہ ﷺ تبوک سے بسلامت واپس تشریف لائے تو مرکز اسلام مدینہ کی طرف لوگوں کے وفود کی لگا تار آمد شروع ہو گئی۔ یہ تمام وفود اپنے علاقوں میں اسلام کی دعوت دینے، بت پرستی، جاہل رسم و رواج اور جاہلیت کے شعائر سے نفرت کا جذبہ لے کر واپس جاتے تھے۔

ضمام بن ثعلبہؓ اپنے قبیلے بنی سعد ابی بکر سے وفد کی حیثیت سے مدینہ آیا اور داعی بن کر واپس اپنے قبیلے میں گیا۔ اس نے گھر جا کر پہلی بات یہ کہی کہ لات اور عزیٰ بُرے ہیں۔ قبیلے کے لوگوں نے اس سے کہا کہ ضمام بس کرو اور خاموش رہو۔ کوڑھ کے مرض اور دیوانگی کے مرض سے بچو۔ اس نے کہا کہ تمہارا ناس ہو یہ دونوں بت نہ تو نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا رسول بھیجا ہے اور اپنی کتاب نازل کی ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں موجودہ حالت سے نجات دینا چاہتا ہے جس میں تم مبتلا ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، وہ یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اسکے رسول ہیں۔ میں انہی کے پاس سے یہ باتیں لے کر تمہارے پاس آیا ہوں جن کا انہوں نے حکم دیا ہے اور جن باتوں سے روکا ہے۔

اس قبیلے کا ہر فرد اسی دن مسلمان ہو گیا۔ فیاضی اور سخاوت میں مشہور حاتم طائی کا بیٹا بھی مدینہ آیا اور رسول اللہ ﷺ کا خلق اور تواضع دیکھنے کے بعد مسلمان ہو گیا۔ اور

پکار اٹھا کہ واللہ! آپ بادشاہ نہیں ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے دعوتِ اسلام کے لئے حضرت معاذ بن جبلؓ اور حضرت ابو موسیٰؓ کو یمن بھیجا اور دونوں کو وصیت کی کہ دونوں اوروں کے لئے آسانیاں پیدا کرنا، دشواری اور تنگی پیدا نہ کرنا۔ لوگوں کو خوشخبری دینا، نفرت نہ دلانا۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کو طائف کی طرف بھیجا۔ انہوں نے وہاں جا کر لات بُت توڑ دیا۔ وہ ان کے ساتھ کئی لوگ اس کی فصیل پر چڑھے اور ایک ایک کے پتھر گراتے رہے۔ یہاں تک کہ انہوں نے اسے منہدم کر کے زمین بوس کر دیا۔ اسی دن وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس واپس آ گئے۔ آپ ﷺ نے ان کی تعریف کی۔

باہر سے آنے والے وفود اسلام کی تعلیم حاصل کرتے۔ دین کی سمجھ بوجھ اور اس کے احکام سمجھتے، رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہؓ کے اخلاق کا مشاہدہ کرتے۔ ان وفود کے لئے مسجد نبوی میں خیمے نصب کئے جاتے تا کہ یہ لوگ قرآن سنیں اور مسلمانوں کو نماز پڑھتے دیکھیں۔ یہ لوگ رسول اللہ ﷺ سے اپنے وسوسوں اور خیالات کے بارے میں پوچھتے اور آپ انہیں نہایت حکمت و بلاغت کے ساتھ جواب دیتے۔ وہ قرآن سنتے اور اسلام قبول کر کے مطمئن ہو جاتے تھے۔

زکوٰۃ اور صدقات کی فرضیت

۹ھ میں زکوٰۃ فرض ہوئی اور اسی سال اس کا نفاذ ہو گیا۔

حجۃ الوداع

حجۃ الوداع کا موزوں و مناسب وقت

جب مشیت الٰہی کے مطابق کعبۃ اللہ کی بتوں سے تطہیر ہوگئی اور مسلمانوں کے دلوں میں حج کا شوق شدّت اختیار کر گیا، کیونکہ ان کو حج کئے بڑی مدت ہوگئی تھی۔ کعبہ سے ان کا محبت اور صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا تھا۔ نیز رسول ﷺ کے فراق کا وقت قریب آ گیا تھا۔ یوں امت کو الوداع کہنے کی ضرورت پیش آ گئی تو اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو حج کی اجازت دے دی۔ آپ ﷺ نے زمانۂ اسلام میں اس سے پہلے حج نہیں کیا تھا۔

آپ ﷺ مدینہ سے حج کے لئے بیت اللہ کے ارادے سے نکلے تا کہ تمام مسلمانوں سے ملیں۔ انہیں دین اور مناسک سکھائیں۔ اور شہادت و گواہی کی ذمہ داری کا فرض ادا کریں اور اسلام کی امانت لوگوں تک پہنچا دیں۔ انہیں آخری وصیتیں کریں اور ان سے عہد و پیمان لیں۔ دورِ جاہلیت کے آثار کو مٹا دیں اور اپنے قدموں تلے روند ڈالیں۔ آپ کے ساتھ تقریباً ایک لاکھ مسلمانوں نے حج کا فریضہ ادا کیا۔ اسی لئے اس حج کو حجۃ الوداع کا نام دیا گیا۔

رسول اللہ ﷺ نے حج کیسے ادا کیا

آپ نے جب حج کا ارادہ کیا اور لوگوں کو آپ کے حج پر نکلنے کا ارادہ معلوم ہوا تو انہوں نے بھی آپ کے ہمراہ نکلنے کا ارادہ کر لیا۔ جب مدینہ اور آس پاس کے لوگوں کو

آپ کے حج کے ارادے کی اطلاع ملی تو وہ بھی حج کے ارادے سے نکلے۔ اسی طرح راستے میں بے شمار لوگ آپ کے ساتھ ملے۔ یہ لوگ آپ کے دائیں بائیں، آگے اور پیچھے جمع ہو گئے اور تا حد نظر پھیلے نظر آتے تھے۔

ذی القعدہ کے پانچ دن باقی تھے تو رسول اللہ ﷺ ہفتہ کے دن نماز ظہر کی چار رکعات پڑھنے کے بعد روانہ ہوئے۔ آپ نے روانگی سے قبل لوگوں کو خطبہ دیا۔ اور لوگوں کو احرام اور اس کے واجبات کی تعلیم دی اور اس کی سنتوں سے باخبر کیا۔

پھر آپ تلبیہ پڑھتے ہوئے روانہ ہوئے:

لَبَّیْکَ، اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ، لَبَّیْکَ، لَاشَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ، اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَۃَ لَکَ، وَالْمُلْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ.

۴ ذی الحجہ کو آپ مکہ مکرمہ پہنچے۔ مسجد حرام میں داخل ہو کر آپ ﷺ نے سب سے پہلے بیت اللہ شریف کا طواف کیا۔ صفاء اور مروہ کے درمیان سعی کی۔ مکہ مکرمہ میں آپ ﷺ کا قیام چار دن رہا۔ ۸ ذی الحجہ یوم الترویہ کو آپ ﷺ نے صحابہؓ کو لے کر منیٰ میں قیام کیا وہاں ظہر اور عصر اکٹھی کر کے ادا کیں اور رات وہیں گزاری۔ ۹ ذی الحجہ کو طلوع آفتاب کے وقت منیٰ سے عرفہ کی طرف روانہ ہوئے، اس دن جمعہ تھا۔ آپ ﷺ نے وہیں قیام کیا۔

یوم عرفہ کو آپ نے یہاں اپنی سواری پر سے لوگوں کو ایک عظیم الشان اور مفصل خطبہ دیا جس میں اسلام کے بنیادی احکام کو دُہرایا۔ اس خطبے میں آپ نے شرک اور جاہلیت کی بنیادوں کو منہدم کر دیا۔ اور ان باتوں کی حرمت بیان کی جس پر ساری قومیں متفق ہیں، یعنی خونریزی۔ لوگوں کے اموال اور عزت کی حرمت۔ اس خطبے میں آپ نے تمام جاہلی رسوم کو اپنے پاؤں تلے روندنے کا اعلان فرما دیا۔ جاہلیت کے دور کا سُود ختم کر دیا۔ لوگوں کو عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت فرمائی۔ یہ بھی فرمایا کہ

بیویوں کا نان نفقہ اور لباس معروف طریقے پر مردوں کی ذمہ داری ہے۔

اس خطبے میں آپ نے کتاب اللہ کو مضبوطی سے تھامے رکھنے کی وصیت فرمائی اور فرمایا کہ جب تک وہ اسے تھامے رہیں گے کبھی گمراہ نہ ہوں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن لوگوں سے آپ کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ آپ نے حاضرین سے پوچھا کہ وہ کیا جواب دیں گے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم اس بات کی شہادت دیں گے کہ آپ نے اللہ کا پیغام پہنچا دیا اور تبلیغ کا حق ادا کر دیا' لوگوں کی خیر خواہی کی۔ اس کے بعد آپ نے آسمان کی طرف انگلی اٹھائی اور فرمایا کہ اے اللہ! تو گواہ رہ۔ آپ نے یہ جملہ تین مرتبہ دُہرایا۔ پھر آپ نے حکم دیا کہ یہاں موجود لوگ یہ پیغام غیر موجود لوگوں تک پہنچا دیں۔

جب خطبہ مکمل ہوا تو آپ ﷺ نے حضرت بلالؓ کو اذان دینے کا حکم دیا۔ آپ ﷺ نے نماز پڑھائی اور نماز ظہر کی دو رکعتیں ادا کیں۔ پھر اقامت کہلوا کر نماز عصر دو رکعتیں ادا کیں، جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہو گئے تو سوار ہو کر عرفہ کے مقام وقوف پر تشریف لائے۔ آپ ﷺ اپنے اونٹ پر سوار ٹھہرے رہے۔ آپ ﷺ دعا، تضرع اور گریہ وزاری میں مصروف ہو گئے اور غروب آفتاب تک اسی حالت میں رہے۔ دعا کے وقت آپ اس طرح اپنے سینے تک ہاتھ اٹھائے ہوئے تھے جس طرح کوئی مسکین کسی سے کھانا مانگ رہا ہو۔ آپ ﷺ نے دعا میں فرمایا:

اَللّٰهُمَّ! اِنَّکَ تَسْمِعُ کَلَامِیْ، وَتَرٰی مَکَانِیْ، وَتَعْلَمُ سِرِّیْ وَعَلَانِیَتِیْ، لَا یَخْفٰی عَلَیْکَ شَیْئٌ مِنْ اَمْرِیْ انا البَائِسُ الفَقِیْرُ، المُسْتَغِیْثُ، المُسْتَجِیْرُ، وَالوَجِل المُشْفِقُ، المُقِرُّ المُعْتَرِفُ بِذُنُوْبِیْ، اَسْأَلُکَ مَسْأَلَةَ الْمِسْکِیْنِ، وَابْتَهِلُ اِلَیْکَ ابتهال المُذْنِب الذَّلِیْل، وَأَدْعُوْکَ دُعَاءَ الْخَائِفِ

الضَّرِیْر، مَنْ خَضَعَتْ لَکَ رَقَبَتُہٗ، وَفَاضَتْ لَکَ عَیْنَاہُ، وَذَلَّ جَسَدُہٗ، وَرَغِمَ اَنْفُہٗ لَکَ، اَللّٰھُمَّ! لا تَجْعَلْنِیْ بِدُعَائِکَ رَبِّ شَقِیًّا، وَکُنْ بِیْ رَؤُوْفًا رَحِیْمًا، یَا خَیْرَ الْمَسْؤُلِیْنَ، وَیَا خَیْرَ الْمُعْطِیْنَ"۔

اے اللہ! بیشک تو ہی میری آواز سنتا ہے، میری جگہ دیکھتا ہے میری خفیہ اور ظاہری باتوں کو جانتا ہے کیونکہ تجھ پر میری کوئی شے مخفی نہیں ہے میں بہت زیادہ بدحال اور محتاج ہوں۔ تجھ سے مدد اور اپنا حق چاہتا ہوں۔ تیری ذات کی پناہ پکڑنے والا' تجھ سے ڈرنے والا' اپنے گناہوں کا اقرار اور اعتراف کرنے والا ہوں' اے اللہ! میں مسکین گنہگار اور ذلیل شخص کی طرح مانگ رہا ہوں' ایسے شخص کی طرح ہوں جس کی گردن تیرے سامنے جھکی ہوئی ہو' اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھری ہوئی ہوں' اس کا جسم تیرے سامنے جھکا ہوا ہو' اس کی ناک خاک آلود ہو، اے اللہ! تو مجھے اپنی پکار کے ساتھ بدبخت نہ کرنا' اے اللہ! تو میرے لئے مہربان اور رحم کرنے والا ہو جا' اے سب سے بہتر سوال قبول کرنے اور سب سے بہتر دینے والے۔

اسی موقعہ پر یہ آیت نازل ہوئی:

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا	آج کے دن تمہارے دین کو میں نے کامل کردیا اور میں نے تم پر اپنا انعام کامل کردیا اور میں نے اسلام کو تمہارا دین (بننے کے لئے) پسند کیا۔

غروب آفتاب کے بعد آپ ﷺ عرفہ سے روانہ ہوئے اور مزدلفہ آئے اور اقامت کہہ کر ظہر کی دو رکعتیں پڑھیں۔ اور پھر اقامت کے ساتھ عصر کی نماز پڑھی۔ پھر آپ ﷺ صبح تک سو گئے۔ جب صبح صادق ہوئی تو آپ نے اول وقت میں فجر کی نماز ادا کی۔ پھر سوار ہو کر مشعر الحرام کی طرف چلے آئے۔ وہاں آپ نے قبلہ رُخ ہو کر

دعا کی اور تکبیر و تہلیل میں مشغول ہو گئے۔ پھر آپ مزدلفہ سے چلے اور منی پہنچے۔ جمرہ عقبہ پر پہنچ کر آپ ﷺ نے رمی جمار کیا۔ بعد ازاں آپ منی واپس چلے گئے۔ اور وہاں ایک فصیح و بلیغ خطبہ دیا۔ آپ ﷺ نے اس خطبے میں یوم النحر (۱۰ ذی الحجہ) اس کی حرمت اور اللہ کے ہاں اس کی فضیلت اور مکہ مکرمہ کے دوسرے شہروں پر فضیلت کے بارے میں لوگوں کو آگاہ کیا۔ آپ ﷺ نے لوگوں کو سمع اور طاعت کی تاکید کی۔ اور کتاب اللہ کے مطابق قیادت کرنے والے حکمران کی اطاعت کی تاکید کی۔

آپ ﷺ نے لوگوں سے کہا کہ وہ آپ سے مناسک حج کے بارے میں استفسار کریں۔ آپ ﷺ نے لوگوں کو نصیحت کی کہ ''میرے بعد کافر ہو کر ایک دوسرے کی گردنیں نہ مارنا''۔ آپ ﷺ نے لوگوں کو حکم دیا کہ اللہ تعالیٰ کے پیغام کو عام لوگوں تک پہنچا دیں۔ آپ ﷺ نے اپنے اسی خطبے میں فرمایا: ''اپنے رب کی عبادت کرو، روزانہ پانچ نمازیں ادا کرو، اپنے حاکم کی اطاعت کرو۔ تم اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔ اس دن آپ ﷺ نے لوگوں کو الوداع کہا اور فرمایا کہ یہ میرا الوداعی حج ہے۔

اس کے بعد آپ ﷺ منی کی قربان گاہ میں چلے گئے۔ آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے ۶۳ جانور ذبح کئے۔ یہ آپ ﷺ کی عمر کے سالوں کی تعداد کے برابر تھے۔ پھر آپ ﷺ رک گئے اور حضرت علی کو حکم دیا کہ سو میں سے جانوروں کی باقی تعداد ذبح کریں جب آپ قربانی سے فارغ ہوئے تو حلاق کو بلوایا۔ حلق کیا، اور اپنے پاس والوں میں بال تقسیم کر دیئے۔ پھر سوار ہو کر مکہ کو نکلے اور طوافِ افاضہ کیا۔ اسی کو طوافِ زیارت بھی کہتے ہیں۔ اس کے بعد آپ زمزم کے پانی پر تشریف لائے اور کھڑے ہو کر پانی پیا۔ اسی دن واپس منی آئے۔ رات وہاں گزاری۔ جب صبح ہوئی تو آپ نے سورج کے زوال تک انتظار کیا۔ جب سورج ڈھل گیا تو پھر پیدل جمرات کی طرف

چل پڑے۔ اور جمرہ اولیٰ سے رمی شروع کی۔ پھر جمرہ وسطیٰ اور پھر جمرہ ثالثہ پر رمی کی۔ اسی کو جمرہ عقبہ کہتے ہیں۔

ایام تشریق کے تین دن کی رمی مکمل کی۔ اس کے بعد آپ ﷺ مکہ تشریف لے گئے اور سحری کے وقت رات کو طواف وداع کیا۔ اور لوگوں کو کوچ کرنے کا حکم دیا۔ اور مدینہ کی طرف چل پڑے۔

جب آپ ذوالحلیفہ پہنچے تو وہاں رات گذاری۔ جب مدینہ پر نظر پڑی تو تین مرتبہ اللہ اکبر کہا۔ اور "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِیْکَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْکُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٌ" اور اس کے ساتھ آئِبُوْنَ، تَائِبُوْنَ، عَابِدُوْنَ سَاجِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ، صَدَقَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ پڑھا۔ اس کے بعد دن چڑھے مدینہ میں داخل ہوئے۔

وفات

تبلیغ اور تشریع کے مشن کی تکمیل اور رحلت کی گھڑی کا قرب

جب یہ دین اپنے کمال کی آخری بلندی تک پہنچ گیا اور ارشادِ باری نازل ہوا کہ:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْناً	آج کے دن تمہارے دین کو میں نے کامل کردیا اور میں نے تم پر اپنا انعام کامل کردیا اور میں نے اسلام کو تمہارا دین (بننے کے لئے) پسند کیا۔

اور رسول اللہ ﷺ نے حقِ رسالت ادا کردیا اور امانت اسلام کی ذمہ داری پوری کردی۔ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کا حق ادا کردیا اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے اس دین میں جوق در جوق دخول سے اپنے نبی کی آنکھیں ٹھنڈی کردیں تو تب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو یہ دنیا چھوڑنے کا حکم دیا۔ اور اللہ سے ملاقات کی گھڑی قریب آگئی۔ اور ان آیات کے ذریعے اس بات کا اعلان کردیا:

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللهِ وَالْفَتْحُ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللهِ اَفْوَاجًا فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ، اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا	جب اللہ تعالیٰ کی مدد اور فتح آئے گی تو آپ لوگوں کو اللہ کے دین میں جوق در جوق داخل ہوتے دیکھیں گے۔ پس اللہ تعالیٰ کی تسبیح کیجئے اور اس سے استغفار کیجئے، بلا شبہ وہی توبہ قبول کرنے والا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کو بیماری کی شکایت

ماہِ صفر کے آخر میں رسول اللہ ﷺ کی بیماری شروع ہوئی اس کی ابتداء یوں ہوئی کہ آپ آدھی رات کو جنت البقیع کے قبرستان میں تشریف لے گئے اور اہل قبور کے لئے دعاء مغفرت کی پھر اپنے گھر والوں کی طرف لوٹے۔ جب صبح ہوئی تو اسی دن سے تکلیف شروع ہوئی۔

ام المؤمنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ البقیع سے لوٹے تو انہوں نے مجھے سر درد میں مبتلا دیکھا۔ اور میں ''وا رأساہ'' (ہائے میرا سر) پکار رہی تھی۔ تو آپ نے فرمایا کہ اے عائشہؓ! میرے سر میں بھی درد ہے۔ آپ کا سر درد تیز ہو گیا۔ آپ اس وقت میمونہؓ کے گھر میں تھے۔ انہوں نے ازواج مطہرات کو بلایا اور ان سے بیماری کے دنوں میں حضرت عائشہؓ کے گھر میں ٹھہرنے کی اجازت مانگی۔ ازواج مطہرات نے اجازت دے دی۔ آپ دو آدمیوں کے سہارے چل کر اپنے اہل خانہ کے پاس آ گئے۔ ان دو آدمیوں میں سے ایک فضل بن عباس تھے اور دوسرے حضرت علیؓ بن ابی طالبؓ تھے۔ آپ کا سر بندھا ہوا تھا اور قدم لڑکھڑا رہے تھے۔ اس حالت میں آپ حضرت عائشہؓ کے گھر میں داخل ہوئے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اس بیماری کے دوران، جسمیں آپ نے وفات پائی، فرماتے رہے کہ ''اے عائشہ! میں اب تک خیبر میں کھائے ہوئے زہر آلود کھانے کا درد محسوس کر رہا ہوں۔ مجھے اس زہر سے تب ابھری رگ کٹتی لگی تھی۔

آخری لشکر

رسول اللہ ﷺ نے حضرت اسامہ بن زید بن حارثہؓ کو شام کی طرف روانہ فرمایا تھا اور انہیں حکم دیا تھا کہ وہ فلسطین کی سرزمین میں تخوم بلقاء اور الدارون تک گھوڑے

دوڑائیں۔ اس لشکر میں مہاجرین و انصار میں سے اکابر صحابہؓ شریک تھے سب سے بڑے یعنی عمر رسیدہ حضرت عمرؓ تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اسامہؓ کو روانہ کیہ تھا کہ مرض شدت اختیار کر گیا۔ حضرت اسامہؓ کا لشکر اس وقت الجرف میں خیمہ زن تھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے آپ کے وصال کے بعد آپ کی خواہش پورا کرنے اور آپ کی مراد پوری کرنے کے لئے اس لشکر کو روانہ کیا۔

رسول اللہ ﷺ نے بیماری کے دوران مسلمانوں کو وصیت فرمائی کہ باہر سے آنے والے وفود کو اسی طرح انعامات اور تحفے دیتے رہیں جس طرح آپ انہیں دیتے تھے۔ نیز یہ کہ جزیرۃ العرب میں دو دین نہ رہنے دیں۔ آپ نے فرمایا: ''مشرکین کو جزیرۂ عرب سے نکال دو''۔

مسلمانوں کے لئے خیر اور انہیں گھمنڈ اور تکبّر سے پرہیز کی تلقین

بیماری کے دنوں میں سے ایک دن کچھ مسلمان حضرت عائشہؓ کے گھر میں جمع ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں خوش آمدید کہا۔ انہیں تحیہ و تسلیم کہا۔ ان کو ہدایت، فتح اور توفیق کی دعا دی، اور فرمایا: میں تمہیں خدا سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں، تمہیں اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔ اسے تم پر نگران بناتا ہوں اور میں اللہ کی طرف سے تمہیں واضح طور پر ڈرانے والا ہوں، اللہ کی سرزمین میں اور اس کے بندوں میں گھمنڈ اور تکبر نہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے میرے اور تمہارے لئے کہا ہے:

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِی الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا. وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ (القصص ۸۳)	یہ آخرت کا گھر ہم ان لوگوں کے لئے کرتے ہیں جو زمین میں لڑائی چاہتے ہیں نہ فساد اور اچھا انجام پرہیزگاروں کے لئے ہے۔

نیز فرمایا:

اَلَیۡسَ فِیۡ جَھَنَّمَ مَثۡوًی لِّلۡمُتَکَبِّرِیۡنَ (الزمر ۶۰)

کیا جہنم متکبرین کے لئے کافی نہیں ہے۔

دنیا سے بے رغبتی اور بچے ہوئے مال کی ناپسندیدگی

حضرت عائشہؓ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے اپنی آخری بیماری جس میں آپ ﷺ کا وصال ہوا، فرمایا: ''اے عائشہ! تم نے سونے کا کیا کیا؟ حضرت عائشہؓ لے آئیں۔ یہ پانچ سے لے کر سات تک یا آٹھ یا نو تک سکّے تھے۔ آپ ﷺ ان سکّوں کو ہاتھ میں الٹ پلٹ کرنے لگے اور فرمانے لگے: محمد ﷺ کا خدائے عزوجل پر حسنِ ظن تو نہ ہوا اگر وہ اللہ سے ملے یعنی وفات پاگئے اور یہ سونے کے سکّے اس کے پاس رہے، لہٰذا انہیں خرچ کردو۔

نماز کا اہتمام اور حضرت ابوبکرؓ کی امامت

رسول اللہ ﷺ کی بیماری شدّت اختیار کرگئی تو آپ ﷺ نے پوچھا کہ کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی؟ ہم نے کہا کہ نہیں، یارسول اللہ! وہ لوگ آپ کا انتظار کررہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میرے پاس لگن میں پانی ڈال کر رکھو۔ اہل خانہ نے ایسا ہی کیا یعنی پانی بھرا لگن آپ کے پاس رکھ دیا۔ آپ ﷺ نے غسل کیا، پھر اٹھنے کی کوشش کی لیکن آپ ﷺ پر غشی طاری ہوگئی۔ اس کے بعد افاقہ ہوا تو پوچھا کہ کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی؟ پاس والے لوگوں نے کہا کہ نہیں، یارسول اللہ! وہ آپ ﷺ کا انتظار کررہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے لئے لگن میں پانی رکھو آپ نے غسل کیا اور اٹھ کر جانے کی کوشش کی تو آپ ﷺ پر دوبارہ غشی طاری ہوگئی۔ پھر افاقہ ہوا تو آپ نے پوچھا کہ کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی؟ اہل خانہ نے کہا کہ نہیں، یارسول اللہ! وہ آپ کا

انتظار کر رہے ہیں۔ لوگ مسجد میں بیٹھے نماز عشاء کے لئے رسول اللہ ﷺ کا انتظار کر رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ کو پیغام بھیجا کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت ابو بکرؓ رقیق القلب یعنی نرم دل تھے۔ انہوں نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ لوگوں کو نماز پڑھاؤ، انہوں نے کہا کہ آپ اس کے زیادہ حقدار ہیں۔ لہٰذا حضرت ابو بکرؓ نے ان دنوں لوگوں کو نماز پڑھائی۔

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے بیماری کی شدت میں تخفیف محسوس کی تو آپ دو آدمیوں کے سہارے نماز ظہر کے لئے نکل پڑے۔ ان میں سے ایک حضرت عباسؓ تھے اور دوسرے علیؓ بن ابی طالب تھے۔ جب حضرت ابو بکرؓ نے آپ کو دیکھا تو آپ نے نماز کو مؤخر کر دیا۔ آپ نے اشارہ سے انہیں بتایا کہ نماز مؤخر نہ کریں۔ آپ نے ساتھ کے دو آدمیوں کو حکم دیا کہ آپ کو حضرت ابو بکرؓ کے پہلو میں بٹھا دیں۔ حضرت ابو بکرؓ کھڑے ہو کر نماز پڑھانے لگے اور رسول اللہ ﷺ بیٹھے ہوئے نماز پڑھنے لگے۔

خطبۂ وداع

منبر پر بیٹھے ہوئے اور سر باندھے رسول اللہ ﷺ نے جو کچھ فرمایا اس میں سے ایک بات یہ تھی کہ: اللہ کے بندوں میں سے ایک بندے کو اللہ تعالیٰ نے یہ اختیار دیا ہے کہ دنیا چُن لے یا قربِ الٰہی تو اس بندے نے قرب الٰہی کو چُن لیا۔ حضرت ابو بکرؓ نے اس بات کا مطلب سمجھ لیا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کی اپنی ذات ہے۔ وہ رو پڑے اور کہا کہ ہم آپ پر اپنی جانیں اور اولاد قربان کرتے ہیں۔

مسلمانوں کی صفوں پر آخری نظر

حضرت ابو بکرؓ مسلمانوں کو نماز پڑھاتے رہے تا آنکہ پیر کا دن آ گیا۔ مسلمان نماز فجر میں صفوں میں تھے، نبی کریم ﷺ نے حجرہ کا پردہ کھولا اور مسلمانوں کی طرف دیکھنے

لگے۔ مسلمان اپنے رب کے سامنے کھڑے تھے۔ آپ نے دیکھا کہ آپ ﷺ کی دعوت اور جہاد کا پودا کس طرح بارآور ہوا۔ آپ ﷺ جس قدر خوشی سے سرشار ہوئے اس کا اندازہ اللہ ہی کو ہے، آپ ﷺ کا چہرہ چمک اُٹھا۔ صحابہؓ کرام کا کہنا ہے کہ:

''نبی کریم نے حضرت عائشہؓ کے حجرے کا پردہ کھولا اور کھڑے ہو کر ہمیں دیکھنے لگے۔ آپ کا چہرہ کتاب کا ورق دکھائی دیتا تھا۔ پھر آپ نے تبسم فرمایا۔ ہم نے کہا کہ آپ خوشی سے سرشار ہیں۔ ہم نے خیال کیا کہ آپ نماز کے لئے باہر نکلیں گے۔ آپ نے اشارے سے ہمیں بتایا: اپنی نماز مکمل کرو۔ آپ نے پردہ ڈال دیا اور اسی روز انتقال فرما گئے۔'' صلی اللہ علیہ وسلم''

قبروں کی پرستش اور انہیں مسجد بنانے کی سخت ممانعت

رسول اللہ ﷺ نے آخری بات یہ فرمائی ''اللہ تعالیٰ یہود اور نصاریٰ کو غارت کرے کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجد بنا دیا۔ سرزمین عرب میں دو دین اکھٹے نہیں رہیں گے''۔

حضرت عائشہؓ اور ابن عباسؓ کا فرمانا ہے: جب رسول اللہ ﷺ پر نزع کا وقت آیا تو اپنی چادر سے اپنا چہرہ ڈھانپنے لگے۔ جب گھٹن محسوس کرتے تو چادر چہرے سے ہٹا دیتے۔ اسی حالت میں آپ ﷺ نے فرمایا: یہود اور نصاریٰ پر اللہ کی لعنت' انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجدیں بنا ڈالا، آپ ان کے طرز عمل سے لوگوں کو یہ کہہ کر ڈرا رہے تھے اور اس کے سنگین نتائج سے خبردار کر رہے تھے۔

آخری وصیت

آپ ﷺ نے وفات کے وقت آخری وصیت یہ فرمائی:

''نماز اور تمہاری لونڈیاں اور غلام''

یعنی ان دو باتوں کا خصوصی اہتمام کرنا۔ آپ تب تک یہ کلمات کہتے رہے تاوقتیکہ آپ

کے سینے میں خرخراہٹ شروع ہوگئی جس سے آپ کی زبان میں رکاوٹ پیدا ہوگئی۔

حضرت علیؓ کا قول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز، زکوٰۃ، غلاموں اور لونڈیوں کے بارے میں وصیت فرمائی۔

حضرت عائشہؓ کا کہنا ہے کہ میں مزاج پرسی کے لئے آپ کے پاس گئی تو آپ نے اپنی نظریں آسمان کی طرف اٹھائیں اور فرمایا: فی الرفیق الاعلیٰ: فی الرفیق الاعلیٰ۔

عبدالرحمٰن بن ابوبکرؓ کمرے میں داخل ہوئے۔ ان کے ہاتھ میں کھجور کی تر شاخ تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے اس شاخ کی طرف دیکھا مجھے خیال ہوا کہ آپ ﷺ کو اس کی ضرورت ہے۔ حضرت عائشہؓ نے بتایا کہ میں نے وہ شاخ لے لی اسے چبا کر نرم کیا اور آپ ﷺ کو دے دی۔ آپ ﷺ نے اس سے اچھی طرح دانت صاف کئے۔ پھر مجھے یہ شاخ پکڑانا چاہی تو یہ آپ ﷺ کے ہاتھ سے گر گئی۔

حضرت عائشہؓ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے ایک پیالہ یا ڈبہ تھا جس میں پانی تھا۔ آپ ﷺ نے پانی میں ہاتھ ڈالنا شروع کیا اور ہاتھوں سے چہرہ پونچھتے رہے اور زبان سے کہتے رہے: ''لا الٰہ الا اللہ ان للموت لسکرات'' پھر آپ ﷺ نے دائیں ہاتھ کی انگلی کھڑی کی اور فرماتے گئے: ''فی الرفیق الاعلیٰ، فی الرفیق الاعلیٰ'' یہاں تک کہ روح مبارک قبض کر لی گئی۔ آپ ﷺ کا دست مبارک پانی میں جھکا رہا۔

حضرت عائشہؓ کا کہنا ہے کہ جس وقت رسول اللہ ﷺ پر نزع کا عالم طاری ہوا تو اسوقت آپ کا سر مبارک میری ران پر تھا۔ گھڑی بھر آپ پر غشی طاری رہی۔ پھر افاقہ ہوا۔ آپ نے نظریں گھر کی چھت پر گاڑھ دیں اور فرمایا: ''اللھم الرفیق الاعلیٰ'' یہ آخری کلمہ تھا جو آپ کی زبان مبارک سے ادا ہوا۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

رسول اللہ ﷺ دنیا سے کس حالت میں رخصت ہوئے

رسول اللہ ﷺ اس حالت میں دنیا سے رخصت ہوئے کہ پورے جزیرۂ عرب پر آپ ﷺ کی حکمرانی تھی۔ دنیا کے بادشاہ آپ ﷺ سے خائف تھے۔ آپ ﷺ نے ترکے میں نہ کوئی دینار درہم چھوڑا، نہ غلام، لونڈی۔ اور نہ ہی کوئی اور چیز۔ آپ ﷺ کا ترکہ صرف آپ ﷺ کا سفید خچر اور اسلحہ تھا اور کچھ زمین تھی جسے آپ ﷺ نے صدقہ کردیا۔

وصال کے وقت تیس صاع جو کے بدلے آپ کی زرہ بکتر ایک یہودی کے پاس رہن تھی۔ تا دمِ مرگ آپ ﷺ اس زرہ کو واگذار نہ کرا سکے۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنی اس بیماری میں چالیس غلام آزاد کئے۔ آپ ﷺ کے پاس سات یا چھ دینار تھے۔ آپ ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے کہا کہ انہیں خیرات کردے۔

ام المؤمنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جس وقت رسول اللہ ﷺ نے وصال فرمایا تو میرے گھر میں کھانے کے لئے کچھ نہ تھا۔ طاقچے میں کچھ جو پڑے تھے۔ میں وہ کھاتی رہی، یونہی کافی عرصہ گزر گیا۔ میں نے انہیں ماپنا چاہا تو وہ ختم ہو چکے تھے۔ یعنی اندازہ کرنا چاہا کہ کتنے باقی ہیں' دیکھا تو وہ ختم ہو چکے تھے۔

آپ کا وصال بروز پیر ۱۲ ربیع الاول ۹ھ بعد از زوال ہوا۔ آپ کا سن شریف اس وقت ۶۳ برس تھا۔ یہ دن مسلمانوں کے لئے اتنا ہی تاریک، وحشت ناک اور مصیبت کا دن تھا اور انسانیت کے لئے تکلیف کا دن تھا، جتنا نیک بخت اور خوش نصیب دن وہ دن تھا جب آپ کی بابرکت ولادت ہوئی تھی۔

حضرت انسؓ اور حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت ہے کہ جس دن آپ ﷺ کی دنیا میں تشریف آوری ہوئی، اس دن دنیا کی ہر چیز روشن اور منور ہوگئی اور جس دن آپ

ﷺ دنیا سے رخصت ہوئے، دنیا کی ہر چیز پر تاریکی چھا گئی۔ حضرت اُم ایمنؓ رو پڑیں۔ اُن سے پوچھا گیا کہ آپ نبی کریم ﷺ کی وفات پر کس لئے رو دیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ یہ تو مجھے پتہ تھا کہ آپ ﷺ دنیا سے رخصت ہو جائیں گے۔ میں تو اس وحی پر رو رہی ہوں جو آپ ﷺ کے وصال کے بعد منقطع ہو گئی۔

صحابہؓ پر رسول اللہ ﷺ کی وفات کا اثر

صحابہؓ پر آپ ﷺ کے ساتھ والہانہ محبت کے باعث آپ ﷺ کے وصال کی خبر بجلی کی طرح گری۔ آپ ﷺ کے دامن رحمت میں وہ جس زندگی کے عادی ہو گئے تھے وہ بچوں کے لئے ماں باپ کی گود سے کم نہ تھی بلکہ اس سے بھی بڑھ کر تھی۔ اللہ تعالیٰ کا قول ہے:

لَقَدْ جَاءَ كُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ، بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَؤُوْفٌ رَّحِيْمٌ
(التوبة ۱۲۸)

اے لوگو! تمہارے پاس ایسے پیغمبر تشریف لائے ہیں جو تمہاری جنس (بشر) سے ہیں جن پر تمہاری تکلیف گراں گزرتی ہے جو تمہاری منفعت کے بڑے خواہش مند ہیں بالخصوص ایمانداروں کے ساتھ بڑے ہی شفیق اور مہربان ہیں۔

صحابہؓ میں سے ہر شخص یہی محسوس کرتا تھا کہ وہ اپنے ساتھیوں کی بہ نسبت رسول اللہ ﷺ کے زیادہ قریب اور محبوب ہے۔ بعض صحابہؓ کو تو آپ ﷺ کے وصال کی خبر کا یقین نہیں آیا۔ ان میں سب سے آگے حضرت عمر بن الخطابؓ تھے۔ انہوں نے اس آدمی کو جھٹلایا جس نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ وصال کر گئے۔ حضرت عمرؓ نکل کر مسجد میں آئے اور لوگوں کو خطبہ دے کر کہا کہ رسول اللہ ﷺ تب تک دنیا سے رخصت نہ ہوں

گے جب تک منافقین کو اللہ تعالیٰ فنا نہیں کرے گا۔

حضرت ابوبکرؓ کا فیصلہ کن موقف

حضرت ابوبکرؓ ایک ایسے شخص تھے جو وقت کی ضرورت تھے۔ وہ ایک مضبوط چٹان تھے جو اپنی جگہ سے ہل سکتی ہو نہ ٹل سکتی ہو۔ جب انہیں اطلاع ملی تو وہ اپنے گھر سے چل دیئے اور مسجد کے دروازے پر پہنچے۔ اس وقت حضرت عمرؓ لوگوں سے باتیں کر رہے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ کسی اور طرف توجہ کئے بغیر حضرت عائشہؓ کے گھر میں رسول اللہ ﷺ کے جسد مبارک پر پہنچے۔ جو چادر میں لپٹا ہوا تھا۔ آپ نے چہرۂ مبارک سے چادر ہٹا دی۔ اور آپ ﷺ پر جھک کر آپ کو بوسہ دیا۔ اس کے بعد کہا: آپ ﷺ پر میرے ماں باپ قربان، اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر موت کا آنا جو مقدر کیا تھا، اسے آپ ﷺ نے چکھ لیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ پر کبھی موت طاری نہ ہوگی۔ انہوں نے دوبارہ آپ ﷺ پر چادر ڈال دی۔

پھر وہ نکلے تو عمرؓ لوگوں سے باتیں کر رہے تھے۔ انہوں نے فرمایا: اے عمر! ذرا رک جاؤ اور خاموش ہو جاؤ۔ انہوں نے خاموش ہونے سے انکار کیا۔ جب حضرت ابوبکرؓ نے دیکھا کہ وہ خاموش نہیں ہوتے تو خود لوگوں کے سامنے آئے، جب لوگوں نے حضرت ابوبکرؓ کی بات کو سنا تو حضرت عمرؓ کو چھوڑ کر ان کے پاس آ گئے۔ حضرت ابوبکرؓ نے اللہ کی حمد و ثناء کی اور کہا:

> ''اے لوگو! تم میں سے جو شخص محمد ﷺ کی پرستش کرتا تھا وہ جان لے کہ وہ وفات پا چکے اور جو شخص اللہ کی عبادت کرتا تھا تو اللہ حی و قیوم ہے، اسے موت نہیں''۔

اس کے بعد انہوں نے قرآن کی یہ آیت پڑھی:

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ.	اور محمد تو صرف رسول ہیں، آپ سے پہلے اور بھی بہت سے رسول گزر چکے

اَفَاِن مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ، وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْــًٔــا، وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ (آل عمران ۱٤٤)

ہیں سو اگر آپ کا انتقال ہو جائے یا آپ شہید ہی ہو جائیں تو کیا تم لوگ اس سے پھر جاؤ گے اور جو شخص الٹا پھرے گا تو وہ خدا کا کوئی نقصان نہ کرے گا اور اللہ تعالیٰ جلد ہی بدلہ دے گا حق شناس لوگوں کو۔

موقع کے شاہدوں کو کہنا ہے کہ بخدا یوں محسوس ہوا گویا لوگوں کو اس آیت کے نازل ہونے کا پتہ اب چلا جب حضرت ابوبکرؓ نے اس دن اس کی تلاوت کی۔ لوگوں نے حضرت ابوبکرؓ سے آیت سن کر پلے باندھ لی۔ اب صرف یہی آیت لوگوں کی زبانوں پر تھی۔ حضرت عمرؓ کا کہنا ہے: واللہ! میں نے جس وقت حضرت ابوبکرؓ کو یہ آیت تلاوت کرتے سنا تو میں دہشت زدہ ہو کر زمین پر گر پڑا۔ میرے پاؤں مجھے سہارا دینے سے قاصر تھے۔ تب میں نے جان لیا کہ رسول اللہ ﷺ وصال فرما گئے۔

حضرت ابوبکرؓ کی بیعتِ خلافت

مسلمانوں نے سقیفہ بنی ساعدہ میں حضرت ابوبکرؓ کی خلافت پر بیعت کی تاکہ شیطان کو مسلمانوں کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے کا موقع نہ ملے۔ اور نہ ہی ان کے دلوں میں غلط خواہشات اور وسوسوں کو کھیل کھیلنے دے اور رسول اللہ ﷺ کے دنیا سے رخصت ہونے کے بعد مسلمانوں کی وحدت برقرار رہے۔ نیز ان کا ایک امیر مقرر ہو جو ان کے معاملات کی نگرانی کرے۔ ان معاملات میں سے ایک اہم معاملہ رسول اللہ ﷺ کی تجہیز و تدفین تھا۔

مسلمانوں نے اپنے رسول کو کیسے الوداع کہا اور نماز جنازہ پڑھی

لوگ قدرے پرسکون ہوئے اور ان پر غم و الم کے چھائے ہوئے بادل چھٹ گئے

تو اس کام میں مشغول ہو گئے جو کام رسول اللہ ﷺ نے انہیں دنیا سے رخصت ہونے والوں کے سلسلے میں سکھایا تھا۔

جب آپ ﷺ کے غسل اور تکفین سے فراغت ہوئی اور یہ کام آپ ﷺ کے اہل بیت نے کیا، آپ ﷺ کا جنازہ آپ ﷺ کے گھر میں رکھا گیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے لوگوں سے کہا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ کسی نبی کی جس جگہ روح قبض ہو، اسے وہیں دفن کیا جانا چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ کا وہ بستر اٹھایا گیا جس پر آپ ﷺ نے وصال فرمایا تھا۔ اسی کے نیچے قبر کھودی گئی، یہ کام ابوطلحہؓ انصاری نے انجام دیا۔

اس کے بعد ایک ایک گروہ کر کے لوگ داخل ہو کر نماز جنازہ پڑھتے رہے۔ جب مرد اس سے فارغ ہوئے تو عورتوں کو اندر داخل کیا گیا اور عورتوں کے فارغ ہونے کے بعد بچوں کو داخل کیا گیا۔ اس میں کسی نے امامت نہیں کی۔

مدینہ میں یہ دن انتہائی حزن و رنج کا دن تھا۔ حضرت بلالؓ نے فجر کی اذان دی۔ جب اذان میں آپ کا نام آیا تو رونا ضبط نہ کر سکے اور ہچکی بندھ گئی۔ مسلمانوں کا غم اس سے اور زیادہ بڑھ گیا۔ لوگ تو رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں یہ اذان سننے کے عادی تھے۔ ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں: اے وائے مصیبت! آپ ﷺ کے وصال کی مصیبت' اس مصیبت کے بعد ہمیں اسے یاد کر کے ہر آنے والی مصیبت آسان لگتی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے خود فرمایا تھا، "اے لوگو! لوگوں میں سے کسی ایک کو یا کسی مومن کو جب کوئی مصیبت پیش آئے تو وہ میری مصیبت کو یاد کر کے تسلی پائے۔ کیونکہ میرے بعد میری امت کے کسی شخص کو مجھ سے زیادہ سخت مصیبت پیش نہیں آئے گی۔

رسول اللہ ﷺ کی ازواج، امہات المؤمنین

حضرت خدیجہ بنت خویلد قرشیہ اسدیہؓ آپ ﷺ کی پہلی بیوی تھیں۔ جن سے آپ ﷺ نے نبوت سے پہلے شادی کی تھی۔ اس وقت حضرت خدیجہؓ کی عمر چالیس برس تھی۔ ان کی وفات ہجرت سے تین سال پہلے ہوگئی۔ حضرت ابراہیمؓ کے علاوہ رسول اللہ ﷺ کی ساری اولاد انہی کے بطن سے تھی۔

حضرت خدیجہؓ کی موت کے کچھ دن بعد آپ ﷺ نے حضرت سودہ بنت زمعہ قرشیہ سے شادی کی۔ اس کے بعد، حضرت عائشہؓ صدیقہ بنت صدیق سے شادی کی۔ یہ امت کی عورتوں میں سب سے زیادہ فقیہہ اور عالمہ تھیں۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے حضرت حفصہ بنت عمر بن الخطابؓ سے شادی کی۔ پھر حضرت زینب بنت خزیمہ سے شادی کی جن کی شادی کے دو ماہ بعد وفات ہوئی۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے سلمہ ہند بنت ابی امیہ قرشیہ مخزومہ سے شادی کی۔ یہ ازواج مطہرات میں سب سے آخر میں فوت ہوئیں۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے حضرت زینب بنت جحش سے شادی کی۔ یہ آپ ﷺ کی پھوپھی حضرت اُمیمہؓ کی بیٹی تھیں۔ پھر آپ ﷺ نے حضرت جویریہؓ بنت حارث ابن ابی ضرار مصطلقیہ سے شادی کی۔ پھر حضرت اُم حبیبہؓ رملۃ بنت ابی سفیان سے شادی کی۔ پھر بنو نضیر کے سردار اُحیي بن اخطب کی بیٹی صفیہؓ سے شادی کی۔ اس کے بعد حضرت میمونہؓ بنت حارث ہلالیہ سے شادی کی۔ یہ ان نو بیویوں کے بعد وفات پا گئیں جن کا ہم نے ذکر کیا۔ حضرت خدیجہؓ اور حضرت زینب بنت خزیمہ ان میں شامل نہیں۔ یہ آپ ﷺ کی زندگی میں ہی فوت ہوگئی تھیں۔

وصال کے وقت آپ کی دو باندیاں حضرت ماریہ بنت شمعون قبطیہ مصریہ جسے مصر کے مقوقس اعظم نے بطور ہدیہ آپ کی خدمت میں بھیجا تھا اور یہ آپ ﷺ کے بیٹے حضرت ابراہیم کی والدہ تھیں۔ اور بنو نضیر قبیلے کی حضرت ریحانہؓ بنت زید تھیں۔ انہوں

نے اسلام قبول کیا اور آپ ﷺ نے انہیں آزاد کر کے ان سے شادی کر لی تھی۔

آپ ﷺ کی اولاد

حضرت خدیجہؓ کے بطن سے حضرت قاسم پیدا ہوئے۔ جن کے نام سے آپ اپنی کنیت ابوالقاسم کرتے تھے۔ یہ بچپن میں ہی فوت ہو گئے تھے۔ اس کے بعد حضرت زینب، پھر رقیہ، اُمِ کلثوم، فاطمہ، عبداللہ، طیب، طاہر پیدا ہوئے۔ یہ ساری اولاد حضرت خدیجہؓ کے بطن سے پیدا ہوئی۔ حضرت فاطمہؓ اولاد میں سے آپ کی سب سے زیادہ چہیتی تھیں۔ آپ نے فرمایا کہ فاطمہؓ جنتی عورتوں کی سردار ہیں۔ ان سے آپ کے چچا زاد حضرت علیؓ بن ابی طالب کی شادی ہوئی۔ ان سے حسنؓ اور حسینؓ پیدا ہوئے۔ ان کے بارے میں آپ نے فرمایا:

الحسن والحسین سیدا	حسن اور حسین جوانانِ جنت کے سردار
شباب اهل الجنة	ہیں۔

حضرت ماریہ قبطیہؓ کے بطن سے آپ کے بیٹے ابراہیمؓ پیدا ہوئے۔ یہ تب فوت ہو گئے جب انہوں نے گہوارے کو بھر دیا تھا، یعنی ان کی عمر اتنی ہو گئی تھی کہ ان کے وجود سے گہوارہ بھرا معلوم ہوتا تھا۔ ان کی وفات پر آپ نے فرمایا تھا:

تدمع العين ويحزن القلب ولا نقول ما يسخط الرب وانا يا ابراهيم لمحزنون

چشم گریہ دل شود پر از ملال — ما نگوییم آن کہ رنجد ذو الجلال
لیکن از مرگ تو ابراہیم ما — حزن و رنج ما رسید حد کمال

اخلاق و عادات

حضرت علیؓ بن ابی طالب نے رسول اللہ ﷺ کے اوصاف بیان کیئے۔ جو آپ کو سب سے زیادہ جاننے پہچاننے والے تھے۔ اور سب سے زیادہ آپ کے ساتھ رہے

تھے۔ انہیں آپ کا اوصاف بیان کرنے کی سب سے زیادہ قدرت حاصل تھی۔ انہوں نے بیان کیا:

''رسول اللہ ﷺ نہ فحش گو تھے، نہ فحش پسند۔ نہ ہی بازاروں اور گلی کوچوں میں چیخ کر بات کرتے تھے اور نہ ہی برائی کا بدلہ برائی سے دیتے تھے۔ بلکہ برائی کرنے والے سے عفو اور درگزر سے کام لیتے تھے۔ آپ ﷺ نے کبھی کسی کو اپنے ہاتھ سے نہیں مارا۔ سوائے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کے۔

آپ نے کبھی کسی خادمہ کو یا عورت کو نہیں مارا پیٹا اور نہ کسی ظالم سے اس کے ظلم کا انتقام لیا۔ اگر اللہ کی حرام کردہ کسی بات کا ارتکاب کیا جاتا تو آپ سخت غضبناک ہو جاتے۔ آپ نے دو کاموں میں سے ہمیشہ آسان تر کام کو اختیار کیا۔

آپ جب گھر میں داخل ہوتے تو گھریلو کاموں میں آپ عام بشر کی طرح ہوتے، اپنے کپڑوں کو صاف کرتے۔ اپنی بکری کا دودھ دوہتے اور اپنے کام خود کرتے۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اٹھتے بیٹھتے اللہ کا ذکر کرتے۔ جب کسی مجلس میں جاتے تو جہاں جگہ ملتی بیٹھ جاتے اور دوسروں کو بھی یہی ہدایت کرتے۔ اپنے تمام ہم نشینوں کو ان کا حصہ دیدیتے۔ آپ کے ساتھ بیٹھنے والے کبھی یہ محسوس نہ کرتے کہ کوئی دوسرا شخص اس سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کی نظر میں زیادہ باعزت ہے۔ جب کوئی آپ کو اپنے کسی کام کے لئے بٹھا لیتا یا بات کرتا تو آپ اس کی بات تب تک بڑے صبر سے سنتے تاوقتیکہ وہ خود نہ چلا جاتا۔ اور جو شخص آپ سے اپنی کسی ضرورت کیلئے سوال کرتا تو آپ اس کا سوال رد نہ فرماتے۔ یا تو اسکی ضرورت پوری کرتے یا عمدہ بات سے اسے مطمئن کرتے۔

آپ کا حسن اخلاق اور کشادگی لوگوں کے لئے عام تھی۔ ان کے لئے آپ کی

حیثیت باپ کی سی تھی۔حق میں سب لوگ آپ کے نزدیک برابر تھے۔آپ کی مجلس، علم، حیا، صبر اور امانت داری کی مجلس تھی۔

آپ سب سے زیادہ فراخ دل، خوش کلام اور نرم مزاج تھے معاشرت کے لحاظ سے آپ سب سے زیادہ فیاض تھے۔آپ کو جو شخص بظاہر دیکھتا تو مرعوب ہو جاتا اور جسے آپ کے ساتھ گھل مل کر رہنے کا موقع ملتا تو آپ کا فدائی اور عاشق بن جاتا۔آپ کے اوصاف بیان کرنے والے شخص نے کہا کہ میں نے آپ کی مانند کوئی نہ آپ سے پہلے دیکھا نہ بعد میں"۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو زیور جمال سے پیراستہ کیا تھا۔اور اپنی طرف سے ان پر ہیبت اور محبت عنایت کی تھی۔البراء بن عازب نے آپ کا نقشہ یوں کھینچا ہے:

"رسول اللہ ﷺ میانہ قد و قامت والے تھے۔میں نے انہیں سرخ حلّے میں ملبوس دیکھا تو مجھے ان سے زیادہ خوبصورت چیز کوئی نظر نہ آئی"۔

حضرت ابو ہریرہ نے آپ کے اوصاف یوں بیان کیئے ہیں:

"آپ ﷺ میانہ قامت مائل بہ دراز قامت تھے۔سفید فام تھے۔داڑھی کے بال سیاہ تھے۔دہانہ خوبصورت تھا۔آنکھوں کے بال لمبے تھے دونوں کندھوں کے درمیان بڑا فاصلہ تھا"۔حضرت ابو ہریرہؓ نے یہاں تک کہہ دیا کہ "میں نے نہ آپ سے پہلے اور نہ بعد میں آپ جیسا کوئی دیکھا"۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں:

"میں نے آپ کے کفِ مبارک سے زیادہ نرم کوئی حریر و دیباج نہیں چھوا۔اور نہ ہی رسول اللہ کی خوشبو سے زیادہ کوئی خوشبو سونگھی۔صلی اللہ علیہ وسلم۔

مترجم:

پروفیسر عبدالرزاق مغل

سیرۃ اور سوانح پر دارالاشاعت کراچی کی مطبوعہ مستند کتب

کتاب	تعارف	مصنف
سیرۃ حلبیہ اردو اعلیٰ ۶ جلد (کمپیوٹر)	سیرۃ النبی پر نہایت مفصل و مستند تصنیف	امام برھان الدین حلبیؒ
سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۷ حصص در ۳ جلد	اپنے موضوع پر ایک شاندار علمی تصنیف مستشرقین کے جوابات سے بھرپور	علامہ شبلی نعمانیؒ / سید سلیمان ندویؒ
رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم ۳ حصے یکجا (کمپیوٹر)	عشق میں سرشار ہو کر لکھی جانے والی مستند کتاب	قاضی محمد سلیمان منصور پوری
محسن انسانیت اور انسانی حقوق	خطبہ حجۃ الوداع سے استشہاد اور مستشرقین کے اعتراضات کے جواب	ڈاکٹر حافظ محمد ثانی
رسول اکرمؐ کی سیاسی زندگی	دعوت و تبلیغ سے سرشار حضورؐ کی سیاست اور عملی تعلیم	ڈاکٹر محمد حمید اللہ
شمائل ترمذی	حضور اقدسؐ کے شمائل و عادات مبارکہ کی تفصیل پر مستند کتاب	شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ
عہد نبوت کی برگزیدہ خواتین	اس عہد کی برگزیدہ خواتین کے حالات و کارناموں پر مشتمل	احمد خلیل جمعہ
دور تابعین کی نامور خواتین	تابعین کے دور کی خواتین	. . . . . .
جنت کی خوشخبری پانے والی خواتین	اُن خواتین کا تذکرہ جنہوں نے حضورؐ کی زبان مبارک سے خوشخبری پائی	. . . . . .
ازواج مطہرات	حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کا مستند مجموعہ	ڈاکٹر حافظ حقانی میاں قادری
ازواج الانبیاء	انبیاء علیہم السلام کی ازواج کے حالات پر پہلی کتاب	احمد خلیل جمعہ
ازواج صحابہ کرام	صحابہ کرامؓ کی ازواج کے حالات و کارنامے۔	عبدالعزیز الشناوی
اسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم	ہر شعبۂ زندگی میں آنحضرتؐ کا اسوۂ حسنہ آسان زبان میں۔	ڈاکٹر عبدالحیٔ عارفیؒ
اسوۂ صحابہ ۲ جلد کامل یکجا	حضور اکرمؐ سے تعلیم یافتہ حضرات صحابہ کرام کا اسوہ۔	شاہ معین الدین ندوی
اسوۂ صحابیات مع سیر الصحابیات	صحابیات کے حالات اور اسوہ پر ایک شاندار علمی کتاب۔	. . . .
حیاۃ الصحابہ ۳ جلد کامل	صحابہ کرام کی زندگی کے مستند حالات، مطالعہ کے لئے راہنما کتاب	مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ
طب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم	حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات طب پر مبنی کتاب	امام ابن قیمؒ
نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب صلی اللہ علیہ وسلم	. . . کے حالات اور عربی قصائد مع تراجم پر مشتمل عشق و ادب میں ڈوبی تصنیف	مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ
سیرۃ خاتم الانبیاء	بچوں کے لئے آسان زبان میں مستند سیرت، مدارس میں داخل نصاب	مولانا مفتی محمد شفیعؒ
رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم	مشہور کتاب سیرۃ النبیؐ کے مصنف کی بچوں کے لئے آسان کتاب	سید سلیمان ندویؒ
سیرۃ خلفائے راشدین	مختصر انداز میں ایک جامع کتاب	مولانا عبدالشکور لکھنویؒ
الفاروق	حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حالات اور کارناموں پر محققانہ کتاب	علامہ شبلی نعمانی
حضرت عثمان ذوالنورین	حضرت عثمانؓ	معراج الحق عثمانی

سیرۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم — مختصر و آسان زبان میں — حضرت شاہ ولی اللہ
پیارے نبی کی پیاری صاحبزادیاں — ڈاکٹر حقانی میاں

کتاب	تعارف	مصنف
تاریخ اسلام ۴ حصص در ۲ جلد کامل	آغاز اسلام سے آخری خلیفہ کے زوال تک کی مستند تاریخ	شاہ معین الدین ندویؒ
اخبار الاخیار	ہند و پاک کے مشاہیر صوفیاء کا مستند تذکرہ	شیخ عبدالحق محدث دھلویؒ
حالات مصنفین درس نظامی	پورا درس نظامی تصنیف کرنے والے ائمہ و علماء کے مستند حالات	مولانا محمد حنیف گنگوہی
نقش حیات	مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کی خود نوشت سوانح۔	مولانا حسین احمد مدنیؒ
جہنم کے پروانہ یافتہ	حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیتیں پہنچانے والے ملعون کفار کے حالات	احمد خلیل جمعہ

ناشر: دارالاشاعت اردو بازار ایم اے جناح روڈ کراچی ۱ پاکستان، فون و فیکس (۰۲۱) ۲۶۳۱۸۶۱
اور مستند اسلامی و علمی کتب قرآن پاک
دیگر اداروں کی کتب دستیاب ہیں۔ بیرون ملک بھیجنے کا انتظام ہے / فہرست کتب مفت ڈاک ٹکٹ بھیج کر طلب فرمائیں
Email : ishaat@digicom net.pk